اُلفت سی ہو گئی

عفت سحر طاہر

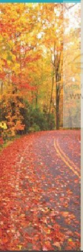

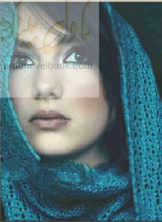

ناول بینک
visit for more novels
www.urdunovelbank.com

پیش لفظ

قارئین کرام...... السلام وعلیکم!

آپ سب کی فرمائش پر آپ کے پسندیدہ ناولز ''اُلفت سی ہوگئی''، ''یہ شادی ہو کے رہے گی'' اور ''میرے ہمدم میرے دوست'' ایک ہی کتابی شکل میں حاضر ہیں۔ امید ہے کہ آپ کو میری اور علم و عرفان پبلشر کی یہ کاوش ضرور پسند آئے گی اور آپ سب اسے اپنے بک ریک کی زینت بنانا پسند کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ محبتوں اور شرارتوں سے گندھی یہ تحریریں آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ضرور لائیں گی۔ ان شاء اللہ

visit for more novels: www.urdunovelbank.com

یہاں میں شکریہ ادا کرنا چاہوں گی اپنی فیس بک ایڈمنز کا جن کی بے لوث محبت کا کوئی مول نہیں اور وہ بغیر کسی بھی غرض کے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار میرے آفیشل پیج کو سنوار کے کرتی ہیں۔ اور میرے تمام پڑھنے والوں کو میری تمام تحریروں کے لنکس بھی فوری طور پر فراہم کرتی ہیں۔

خاص طور پر طوبیٰ، رفاعی، انعم سعید اور حبیبہ سعید کی محبت کا بہت بہت شکریہ۔

کسی بھی کتاب کو کامیاب بنانے کے لیے جتنی کوشش رائٹر کو کرنی پڑتی ہے۔ اتنی ہی کوشش پبلشر کو بھی کرنی پڑتی ہے۔ پچھلے کچھ عرصہ میں میری تین کتابوں کے حقوق اشاعت حاصل کرنے کے بعد علم و عرفان پبلشرز نے اس ذمہ داری کو میری توقعات سے زیادہ بہتر طور پر ادا کیا ہے۔ میں اُمید کرتی ہوں کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد قارئین میری اس رائے سے اتفاق کریں گے۔

دعا گو

عفت سحر طاہر

اُلفت سی ہوگئی تھی

Pakistanipoint.com
visit for more novels:
www.urdunovelbank.com
Waqar Azeem

''آئی لو یو......میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں، مجھے چھوڑ کے مت جاؤ، میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا گڑگڑا رہا تھا۔

وہ بیس برس کا لڑکا، پھوٹ پھوٹ کے رو رہا تھا۔ اس کے لیے جو اسے چھوڑ کے ہمیشہ کے لیے جا رہی تھی۔

وہ بے حد بے یقینی کے عالم میں گویا پتھر بن گئی تھی۔

''پلیز میں مر جاؤں گا، مت جاؤ۔''

وہ جانتا تھا کہ وہ ہر حال میں اسے چھوڑ کے جانے والی ہے، مگر وہ اسے روکنے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔

''بکواس بند کرو عالیان! تم......'' غصے کے مارے اس کی آواز پھٹ سی گئی، کچھ کہنے کو سوجھا ہی نہیں۔

اس نے آگے جھک کر اپنے ہاتھ اس کے پیروں پر رکھ دیے۔

وہ تڑپ کے پیچھے ہٹی۔

''آئی لو یو......رئیلی اور میں......''

وہ آج کے موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ کسی بھی صورت اسے یقین دلانا چاہتا تھا اس محبت کا جو وہ اس سے کرتا تھا مگر وہ اس قدر اشتعال میں آجائے گی یہ عالیان نے سوچا بھی نہ تھا۔

اس نے مٹھی میں اس کے بالوں کو جکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تڑاخ تڑاخ دو، تین تھپڑ اس کے منہ

پر دے مارے اور پھنکاری۔

''کل کو جب کسی خوب صورت لڑکی کے ساتھ شادی کروگے تو یہ بے وقوفی اور بچکانہ پن یاد کر کے ہنسو گے، مذاق اڑاؤ گے خود اپنا، پھر یہ الفاظ کہنا ذرا مجھ سے......''

اور پھر وہ چلی گئی، ہمیشہ کے لیے، مگر اسے عورتوں کے لیے شاید عورتوں کو اس کے لیے شجر ممنوعہ بنا کر۔

☆☆☆

وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔

اس کے کمرے کا دروازہ بجا اور ساتھ ہی کھل گیا۔

''ہیلو ایوری باڈی......'' یہ چہکتی ہوئی آواز سارہ کی تھی۔

''پاپا گھر پہ نہیں ہیں۔'' وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر ہاتھ ماؤس پہ رکھے اور نظریں مانیٹر پر جمائے رکھائی سے بولا۔

''تو کیا ہوا، پاپا کا بیٹا تو ہے نا گھر پہ، ہم اسی سے کام چلالیں گے۔''

''شٹ اپ سارہ!'' وہ ناگواری سے بولا۔

''اف......'' سارہ نے جیسے مزہ لیا۔ ''اتنے اچھے لگتے ہو غصے میں کہ پتا نہیں کیا کیا جی چاہنے لگتا ہے'' وہ شرارت سے بولی۔

''میرے پاس تمہاری بکواس سننے کا وقت نہیں ہے سارہ! اگر تم پاپا سے ملنے آئی ہو تو وہ میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں۔'' وہ بہت رکھائی اور بدتہذیبی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

لیکن ادھر بھی سارہ زمان تھی، اس سے ٹوٹ کر محبت کرنے والی۔ اس کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبی ہوئی۔

اس کی تمام تر بدزبانی اور بدتہذیبی کے باوجود لپک لپک کر یوں اس کی طرف آتی جیسے پروانہ شمع کی طرف آتا ہے۔ جلنے مرنے کی پروا کیے بغیر۔

''اور میں نے بھی تمہیں بتایا تھا کہ میں ماموں جان سے نہیں، تم سے ملنے آئی ہوں۔''

وہ معصومیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

''اب مل لیں نا، ناؤ گیٹ آؤٹ۔'' وہ دوبارہ کمپیوٹر کی طرف پلٹا۔

''ظالم انسان! اسے تم ملنا کہتے ہو، چار باتیں کی ہیں وہ بھی جھڑکیوں میں، اتنی دور سے میں یہ

سننے تو نہیں آئی۔'' وہ شکوہ کناں تھی۔

''میرے پاس یہ ہی کچھ ہے سارہ زمان! اس دلدل میں مت اترو، دھنس کے رہ جاؤ گی۔'' وہ سفاکی سے بولا۔

اس کے لب و لہجے کی ٹھنڈک سارہ کو لمحہ بھر کو گنگ کر گئی۔ مگر وہ ہمیشہ کی طرح خوش کن خیالات کا لبادہ اوڑھتی مسکرانے لگی۔

''اب تو دھنس چکی عالیان سکندر! گوڈے گوڈے ڈوب گئی تمہارے پیار میں۔''

''پیار کا نام مت لو میرے سامنے۔'' وہ غرایا تھا۔

''اوفوہ عالی! تم اینٹی الرجی'' کیوں نہیں لیتے۔ کیا الرجی ہے تمہیں محبت سے؟'' وہ جھنجلائی۔

عالیان کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔

دس برس پہلے اپنے چہرے پہ پڑنے والے تھپڑ میں سے اس نے آگ کے شعلے لپکتے محسوس کیے تھے۔

اس کا جی چاہا اسی طرح کے تھپڑ وہ سارہ کے منہ پر بھی مارے۔ اور اس نے ایسا ہی کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی عالیان کے یکے بعد دیگرے دو تھپڑوں نے اس کی دنیا ہلا کر رکھ دی۔ وہ قالین پر الٹ گئی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''ایسا......ایسا سلوک کیا تھا، اس نے میرے ساتھ جب میں نے اسے بتایا تھا کہ میں اس سے پیار کرتا ہوں، ایسے ہی تھپڑ مارے تھے اس نے میری محبت کے منہ پر۔''

وہ چلا رہا تھا اور وہ رونا بھول کر بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

''میں عالیان سکندر......ایک کامیاب بزنس مین، والدین کا اکلوتا بیٹا اور لاڈلا بھی مگر یہ دنیا، یہ کسی کے لاڈ نہیں دیکھتی۔''

''کسی کو کیا معلوم یہ کامیاب بزنس مین اندر سے کتنا ناکام انسان ہے، محبت میں شکست خوردہ......''

وہ اپنے نیم تاریک کمرے میں راکنگ چیئر پہ جھولتا اپنی ذات کا کتھارسس کر رہا تھا یا شاید خود اذیتی پر اتر ہوا تھا۔ اپنے ہی زخموں کے کھرنڈ نوچتا۔

''اور یہ سارہ زمان ہے تو میری پھوپھی زاد، مگر انتہائی بے وقوف، جذباتی، دل ہاتھوں میں لے کر پھرنے والی۔''

جانے کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بچپن سے ہی ہمارے والدین کی مرضی تھی کہ سارہ اس گھر میں بیاہ کے آئے مگر بچپن کی خواہشات کو بچپن کیساتھ ہی رخصت کر دینے میں عقل مندی ہوتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انہیں جوان نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ بہت نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اب دو مثالیں ہوگئیں، میں نے محبت کی تو مار کھائی، ذلیل ہوا، یہ ہی سارہ کے ساتھ ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا جو محبت کرتا ہے اسے مار ہی پڑتی ہے ایک شخص جو اپنی زندگی گزار چکا ہو، محبت کر لینا، زندگی گزار لینے ہی کے مترادف ہے نا تو ایک شخص جو اپنی زندگی گزار چکا ہو اسے یوں بہکانا، چہ معنی دارد؟ میں نے تھپڑ کھائے اور ساتھ طعنہ بھی۔

اسے اچھی طرح یاد تھا، اس نے کہا تھا کہ کل کو جب تم کسی اور کے ساتھ زندگی گزارو گے تو تمہیں اس بچپنے پر ہنسی آئے گی۔ اس کی آنکھیں دکھ کی شدت سے جلنے لگیں۔

''میں تمہیں بتادوں گا، میں قول ہارنے والوں میں سے نہیں ہوں، تو جو نہیں ہے تو اور کچھ بھی نہیں ہے، یہ زندگی تمہاری ہی یاد میں گزرے گی۔'' اس کی آنکھوں میں لالی اتر آئی تھی۔

☆☆☆

''یہ ثریا خالہ بھی نا! ذرا اچھے پراٹھے نہیں بناتیں پاپا!'' وہ فقط چھٹی والے روز پراٹھا کھاتا تھا۔ مگر وائے قسمت، جتنا اسے پراٹھا اچھا لگتا تھا اتنا ہی ثریا خالہ برا بناتی تھیں۔

''تو بیٹا جی! اس کا بہت آسان حل ہے۔'' وہ اپنے فریش اورنج جوس کا گھونٹ بھرے گلاس رکھتے ہوئے بولے۔

''وہ کیا؟'' وہ پراٹھے والی پلیٹ پرے کھسکاتے ہوئے اشتیاق سے پوچھنے لگا۔

''ویری سمپل، شادی۔'' وہ آرام سے بولے، عالیان سنبھالا۔

''تو کرلیں نا پاپا! میری طرف سے آپ کو پوری اجازت ہے، میں ان بیٹوں میں سے بالکل بھی نہیں ہوں جو باپ کو کچھ بھی کرنے کی آزادی نہیں دیتے۔'' وہ اطمینان سے بولا تھا۔

''شٹ اپ۔ میں تمہاری بات کر رہا ہوں گدھے!'' وہ ہنسے۔ عالیان نے پراٹھے والی پلیٹ دوبارہ اپنی طرف کھینچی۔

''خیر......اب خالہ اتنے برے پراٹھے بھی نہیں بناتیں کہ بندہ اپنی زندگی برباد کرنے کی سوچنے لگے۔''

''سوچو عالیان سکندر! سوچو، تیس برس کے ہوگئے ہو، اس عمر میں میری گود میں تمہیں آئے دو برس

ہوگئے تھے۔'' انہوں نے طنز کیا۔

''آپ کو ہی جلدی تھی گلے میں پھندا ڈالنے کی۔'' وہ اطمینان سے بولا۔

''اس بات کا مرحومہ کو بھی احساس تھا۔ تبھی تو اتنی جلدی آزاد کرگئی اس پھندے سے'' وہ اداس ہونے لگے۔

''اوفوہ! آپ پھر سے اپنی لو اسٹوری لے کے بیٹھ گئے۔ ہم کچھ اور باتیں کررہے تھے۔'' وہ جلدی سے ان کا دھیان بٹانے کو بولا۔

''ہاں.....تمہاری شادی کی۔''

''نہیں۔ خالہ ثریا کے برے پراٹھوں کی۔'' وہ مکر گیا۔

''بور مت کرو یار! کوئی رونق میلہ لگاؤ گھر میں۔ تمہارے دس بارہ بچے اس گھر میں اچھلیں کودیں میرا بھی دل بہلے۔'' وہ اس کے پکے یار تھے۔

''دس، بارہ بچے یعنی تین چار بیویاں؟'' اس نے بھنویں اچکائیں تو وہ ہنس پڑے۔

''یہ تم پر منحصر ہے، مجھے تو بس دس، بارہ بچے چاہئیں۔''

''یہ تو آپ نے اپنی مرتبہ سوچنا تھا سر! میں تو منصوبہ بندی والوں کے منصوبے فیل نہیں کرسکتا۔ وہ بھی اتنی بے جگری سے کہ اکٹھے دس، بارہ.....'' وہ بہت دنوں کے بعد ریلیکس موڈ میں تھا۔

''نہیں۔ کوئی ٹینشن نہیں۔ ایک ایک کرکے بھی دیں، بارہ جمع کرسکتے ہو تم۔'' انہوں نے اسے تسلی دی تھی۔

''ایک اور ایک بھی گیارہ ہوتے ہیں۔'' اس نے یاددہانی کرائی۔

''مگر درحقیقت فقط دو۔'' وہ بھی اس کے باپ تھے۔

''چلیں۔ آپ کی طرح دو کے بعد فل اسٹاپ تو نہیں ہوگا نا!'' وہ اب کی بار اپنی بات کہہ کر ہنسنے لگا تھا اور اتنے دنوں کے بعد یوں ہلکے پھلکے موڈ میں باتیں کرتا وہ انہیں بہت اچھا لگا۔

''تو پھر سارہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟'' انہوں نے سرسری انداز میں پوچھا۔ تو وہ بھی ان ہی کے انداز سے بولا تھا۔

''ہوں......اچھا ہے۔''

''یعنی کہ تم اس سے شادی کرسکتے ہو۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولے۔

''نہیں......اب اتنا بھی اچھا نہیں ہے کہ اس سے شادی ہی کرلی جائے۔''

www.urdunovelbank.com

''بات کو مذاق میں نہ ٹالو۔'' وہ خفا سے ہوگئے تھے اور عالیان سنجیدہ۔

''آپ جانتے ہیں میں مذاق نہیں کر رہا پاپا! ہم ایک بہت اچھی اور مطمئن زندگی گزار رہے ہیں۔''

''تمہارے خیال میں......'' انہوں نے اسے جتلایا تھا، وہ ٹھٹکا۔

''میرے خیال میں تو ہم دونوں ہی بہت اچھی زندگی گزار رہے ہیں پاپا!'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

''یہ نارمل انسانوں جیسی زندگی نہیں ہے عالی گھر سے آفس اور آفس سے گھر، بیچ میں ایک آدھ دوست سے ملاقات اور بس۔'' انہوں نے اسے جھڑکا۔

''ناراض نہ ہوں تو میں سیریسلی کہوں گا پاپا! مجھے رتی بھر بھی اعتراض نہیں ہے آپ چاہیں تو نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کر سکتے ہیں کوئی آپ کو دیکھ کے کہہ بھی نہیں سکتا کہ آپ ففٹی ایٹ ہیں۔'' وہ بڑی بے نیازی سے کہتا انہیں غصہ دلا گیا۔

''ہر بات مذاق نہیں ہوتی عالیان!''

''مذاق کون کر رہا ہے پاپا! میں بالکل سیریس ہوں اور جہاں تک بات ہے شادی کی تو وہ میں بھی نہیں کر رہا اور سارہ سے تو بالکل بھی نہیں۔'' وہ قطعیت سے کہہ رہا تھا۔ کئی لمحوں تک تو وہ سارے لفظ بھولے بے یقینی سے اسے دیکھتے رہے۔

''سارہ میں کیا برائی ہے؟''

''یہ میں نے کب کہا، مگر وہ مجھے سوٹ نہیں کرتی بہت بچکانہ پن ہے اس میں۔ مجھے میچور لڑکیاں بہتر لگتی ہیں۔'' وہ جیسے کسی پراڈکٹ کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔

''شادی کے بعد لڑکیاں میچور ہو ہی جاتی ہیں۔ ڈونٹ وری۔ انہوں نے اب کی بار اطمینان سے کہا۔''

''مگر میں فی الحال شادی نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ آہستہ آہستہ جھلانے لگا تھا۔

''تم مجھے کوئی خوشی نہیں دینا چاہتے'' وہ بگڑنے لگے۔

''یہ میں نے کب کہا؟''

''تو پھر جو میں کہہ رہا ہوں وہ خاموشی سے مان کیوں نہیں لیتے، فیضان کے بعد تو جیسے اس گھر سے خوشیاں روٹھ گئی ہیں۔ اسے دیکھو، ماں کا کتنا فرمانبردار تھا یا شاید تھوڑی عمر لکھوا کے لایا تھا، اسی لیے ساری خوشیاں دکھا گیا، ایک بار ہی اعتراض کیا ہوگا اس نے۔ ادھر پچیس کا ہوا ادھر اس کی ماں اپنی بہو کو بیاہ کے گھر

لے آئی۔ یہ گھر کیسے خوشیوں سے بھر گیا تھا۔ تم بھی تو کتنے خوش تھے۔" وہ بے حد جذباتی ہونے لگے تھے۔

اور عالیان سکندر، اس کی حالت عجیب سی ہونے لگی۔ وہ انہیں ماضی کے سمندر میں غوطہ لگانے سے روکنا چاہتا تھا، مگر ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

فیضان اس سے بڑا تھا، پورے دس برس، مگر اتنے وسیع فرق کے باوجود فیضان کو اور فیضان اسے بہت پیارا تھا۔ واقعی ابھی وہ تعلیم سے فارغ ہو کر آفس جانے ہی لگا تھا کہ ماں نے بیٹے کے پیروں پر کھڑے ہونے کی خوشی میں اس کی شادی بھی طے کردی اور وہ ماں کا اتنا فرمانبردار کہ ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ اعتراض نہیں کیا تب یہ گھر رونقوں سے بھر گیا تھا۔ عیمہ کیا اس گھر میں آئی جیسے گھر کا نقشہ ہی مکمل ہو گیا۔ اس نے آتے ہی اپنے حسن سلوک اور میٹھی عادات سے شوہر ہی کیا ساس، سسر اور دیور کا دل بھی مٹھی میں کر لیا۔

جتنی پیاری اس کی شکل تھی۔ اتنی ہی پیاری طبیعت۔

اور عالیان سکندر، بھائی کا تو لاڈلا تھا ہی بھابھی کو بھی پیارا ہو گیا اور عالیان، نیا نیا فرسٹ ایئر فول، اسے بھی خود سے پانچ سال بڑی بھابھی بہت اچھی لگتی تھی ناشتا کرانے، کھانا کھلانے کے لیے فکرمندی سے پیچھے بھاگتی۔ اور ایسے میں فیضان جیسے رومانٹک بندے کے ساتھ کئی ہلکے پھلکے سین، عالیان کی نظر میں آتے رہتے تھے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

فیضان کا بے خود ہو کر عیمہ کو تکنا، اس کی اچھی ڈریسنگ پر تعریفوں کے پل باندھنا اور ایسے میں عیمہ کا سرخ پڑتا چہرہ اور شرمو حیا......

"میں بھی ایسی ہی کسی لڑکی سے شادی کروں گا۔" عالیان نے بارہا سوچا تھا۔

اور ادھر فیضان شاید تھوڑی ہی عمر لکھوا کے لایا تھا۔ شادی کے محض چار برس بعد ابھی جبکہ عیمہ کی گود بھی ہری نہ ہوئی تھی محض انتیس برس کی عمر میں ان سب کو روتا چھوڑ گیا۔

رات کو اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے پھیرتے سو جانے والا جانے کب سانس کا بندھن توڑ گیا وہ اس کے بازو پہ سوتی رہ گئی۔

ایک قیامت تھی کہ جس کا سامنا تھا، موت تو موت ہی ہوتی ہے مگر اس قدر جوان موت کہ خوشیاں ابھی جس کی منتظر تھیں اور وہ نئے سفر پر نکل گیا اور محض تین ماہ کے بعد ماں بھی اس صدمے میں خدا کو پیاری ہوئی تو پیچھے رہ جانے والے تینوں نفوس گم صم سے خدا کی رضا کو سمجھتے رہ گئے۔

اور عالیان کو اچھی طرح یاد تھا وہ دن جب عیمہ نے پاپا سے واپس گھر جانے کی بات کی تھی۔ پاپا تو ساکت رہ گئے، مگر عالیان کو کیا ہوا تھا، ساڑھے انیس برس کا وہ لڑکا رو ئے چلا گیا۔

وہ خود بھی رونے لگی۔ تب وہ شانت ہوگیا، اسے لگا کہ اب وہ رک جائے گی، کبھی واپس نہیں جائے گی۔ اپنی ماں کے علاوہ اس نے عمیمہ ہی کو عورت کے روپ میں اس گھر کو سمیٹتے دیکھا تھا، اب وہ اسے کبھی کھونا نہیں چاہتا تھا مگر اسی احساس میں اسے پتا نہیں چلا کہ عمیمہ کے پیار کو وہ کس رخ پہ لے جا رہا ہے۔

وہ واپس نہیں گئی مگر پھر والدین کے مجبور کرنے پر وہ مان گئی تو سکندر عزیز بھی اس بار کچھ نہ بولے۔

کس رشتے، کس برتے پر اسے روکتے، جس سے محرم کا رشتہ تھا، وہ ہی نہ رہا تو نوجوان لڑکی کو کس رشتے سے روکے رکھتے۔ اس کے سامنے ابھی پوری زندگی پڑی تھی گزارنے کو، سو انہوں نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔

مگر عالیان نے جب سنا تو وہ ساکت رہ گیا۔ اور پھر جیسے پاگل ہوگیا۔ پاپا نے اسے بہت سمجھایا لوگوں کی سوچ بتائی مگر وہ سب کچھ سمجھ کر بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

''میں خود ان سے بات کرتا ہوں۔'' وہ نم آنکھیں لیے اس کے کمرے میں چلا آیا۔

وہ ابھی نہا کے نکلی تھی ڈرائیر سے بال خشک کر رہی تھی۔ بنا دوپٹے کے اپنے دھیان میں مگن تھی، تب ہی دروازہ کھلنے کی آواز نہیں آئی۔ آئینے میں عالیان کو دیکھا تو گڑبڑا کر ڈرائیر آف کر کے رکھا اور پلٹ کر جلدی سے بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر اوڑھا۔

اور وہ جو کہنے آیا تھا بھول کر یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

''دروازہ ناک کیے بغیر اندر آنا تہذیب کے خلاف ہے۔'' وہ تادیبی انداز میں بولی۔

''آپ جا رہی ہیں؟'' عالیان کسی خواب سے چونکا۔

''ہاں......'' وہ تکلیف دہ احساس میں گھری اپنے بالوں کو ربڑ بینڈ میں جکڑنے لگی۔

''آپ مت جائیں، یہیں رہیں ہمارے پاس۔'' وہ جذباتی ہونے لگا۔

''یہ ممکن نہیں ہے عالی! مجھے جانا ہی ہوگا، سوری، میں اس گھر میں تو نہیں رہ سکتی نا!''

وہ بمشکل خود پر قابو پائے ہوئے تھی۔ وہ بھی فیضان کی یادوں کو سینے سے لگائے بس یوں ہی زندگی گزارنے کا تہیہ کیے ہوئے تھی مگر اس کے والدین اس کی واپسی پر مصر تھے۔ اور وہ ان کا کہا ٹال نہیں سکتی تھی۔

''آپ انکار کر دیں اپنے امی ابو کو۔ ہم یہاں کتنے خوش ہیں۔''

''خوشی اب کہاں اب تو محض زندگی گزر رہی ہے اور زندگی تو کہیں بھی گزاری جا سکتی ہے۔'' وہ سوچ کے پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

''ہمیں آپ کی عادت ہوچکی ہے، ہم کیسے رہیں گے؟'' وہ برافروختہ ہونے لگا۔ عمیمہ کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

''عادتوں کو بدلا بھی جاسکتا ہے، عالیان! اور چند دنوں یا مہینوں کی بات ہے تم بھول بھی جاؤ گے۔'' وہ جان بوجھ کر ہنسی تھی۔

''نہیں......'' اس نے سختی سے کہتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''یہ کبھی نہیں ہوسکتا، میں آپ کو کبھی نہیں بھلا سکتا۔ آپ جانتی ہیں، آپ میری آئیڈیل ہیں۔''

''ہم رابطے میں رہیں گے عالی! فون، میسجز انٹرنیٹ اب تو دوری بھی دوری نہیں رہی۔'' وہ اسے تسلی دے رہی تھی۔

''نہیں......آپ یہاں سے کہیں نہیں جائیں گی۔'' وہ اٹل لہجے میں بولا۔

تو اس کے انداز عمیمہ کو الجھن میں مبتلا کرنے لگے۔ خود سے اس کے لگاؤ سے وہ اچھی طرح واقف تھی مگر وہ عمر کے اس حصے میں تو تھا ہی کہ اس کی مجبوری کو سمجھ سکتا۔

''مجھے جانا ہی ہے عالیان! اور یہ بات طے ہے۔'' اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں کی گرفت سے نکالتے ہوئے وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

بے حد سنجیدہ اور کچھ رکھائی سے کہے الفاظ نے عالیان کو دھچکا پہنچایا تھا۔

Visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''آپ یہاں خوش نہیں ہیں؟''

''میری خوشی فیضان تھا، عالی! تم لوگوں کے ساتھ میں رہ تو رہی ہوں مگر جو میری زندگی تھا وہ ہی نہیں رہا تو یہ کھوکھلے قہقہے درحقیقت خوشی نہیں کہلا سکتے۔'' وہ دکھ کی دھند میں گھرنے لگی۔

''اور میں......'' وہ بے تابی سے پوچھنے لگا۔

''تم......'' وہ ٹھٹکی۔

''کیا آپ میرے لیے یہاں نہیں ٹھہر سکتیں۔؟'' وہ پراعتماد تھا۔

''آئی لو یو......آپ جانتی ہیں۔''

''مجھے بھی تم بہت پیارے ہو عالیان! مگر......تم بات کو سمجھ نہیں رہے، بے وقوفی میں زندگی نہیں گزرتی، بہت سے مشکل فیصلے بھی کرنے پڑتے ہیں۔'' وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی، مگر وہ بھی اسی نکتے پر تھا۔

''میں واقعی میں آپ سے محبت کرتا ہوں عمیمہ!'' اب کی بار عمیمہ کو جھٹکا لگا تھا۔

وہ اسے بہت کم بھابھی کہہ کر بلاتا تھا۔ زیادہ تر آپ جناب ہی سے کام لیتا تھا۔ مگر اس طرح بدتمیزی سے اس کا نام نہیں لیتا تھا۔ وہ کھنکھاری اور بے حد سنجیدگی سے بولی۔

''تم نے خود ثبوت دے دیا کہ اب ہمارا رشتہ وہ نہیں رہا عالی! تم مجھے بھابھی بھی نہیں کہنا چاہتے''

''ہاں......نہیں کہنا چاہتا، مگر میں ہمیشہ کے لیے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں، اسی گھر میں۔'' وہ چیخا تھا۔

''شٹ اپ عالیان!'' وہ ناگواری سے بولی۔ اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہونے لگا تھا۔

''اب تم جاؤ، مجھے اپنی پیکنگ کرنی ہے، کل ابو مجھے لینے آ رہے ہیں پاپا سے اجازت میں لے چکی ہوں۔'' وہ ایک دم اجنبی سی بن گئی تھی۔

''امی بھی نہیں، آپ بھی نہیں ہوں گی تو ہمارا کیا ہوگا؟'' وہ حواس باختہ ہوگیا۔

عمیمہ کو اس پر ترس آنے لگا، اور پیار بھی۔ بھائی اور ماں کے مرنے کے بعد تو وہ بالکل ہی بچہ بن گیا تھا اور عمیمہ نے بھی اسے یوں ہی سمیٹا تھا کسی ننھے بچے کی طرح مگر اب زندگی ایک نئے رخ پر چل پڑی تھی جسے بدلنے سے وہ خود بھی قاصر تھی۔

اس کے ماں، باپ اسے یوں زندگی برباد کرنے کی اجازت دینے والے نہیں تھے۔ ہوسکتا ہے اگلے دو، چار برسوں میں وہ اسے پھر سے بیاہ دیتے۔ ابھی وہ محض پچیس برس کی تھی۔

''کچھ بھی نہیں ہوگا، چند دن مشکل ہوگی، پھر سب سیٹ ہو جائے گا۔ خالہ ثریا سرونٹ کوارٹر میں ہی آ گئی ہیں اپنی فیملی کے ساتھ۔ انہیں میں نے سب سمجھا دیا ہے۔'' وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولی تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

''آپ واقعی چلی جائیں گی؟''

''عالیان! مجھے تنگ مت کرو۔''

''پلیز......عمیمہ......پلیز'' وہ دفعتاً گڑگڑانے لگا۔

عمیمہ سرتاپا ان دیکھی آگ میں جل اٹھی۔

''شٹ اپ عالیان! خبردار جو تم نے میرا نام پکارا تو، جاؤ یہاں سے۔''

''نہیں......پہلے تم کہو کہ تم واپس گھر نہیں جاؤ گی۔'' وہ پاگل لگ رہا تھا۔ عمیمہ کے حواس باختہ ہو گئے۔

''عالی! یوں بات کرو گے مجھ سے۔'' وہ ایک دم سے ہار کر شکست خوردہ سا گھٹنوں کے بل اس کے

سامنے گر سا گیا۔

''آئی لو یو، میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں، تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا، مجھے چھوڑ کے مت جاؤ۔'' وہ اس کے لیے رویا، گڑگڑایا، اس کے پاؤں بھی پڑ گیا۔ مگر بدلے میں عمیمہ نے اسے کیا دیا۔

تھپڑ...... تین تھپڑ۔ جن کی جلن آج بھی وہ اچھی طرح محسوس کر سکتا تھا اور ایک طعنہ۔

''کل کو جب اپنی خوب صورت سی بیوی کے ساتھ زندگی گزارو گے تو یہ بے وقوفی یاد کر کے ہنسو گے۔''

اور پھر وہ تو چلی گئی مگر یہ طعنہ عالیان سکندر کے دل میں تیر بن کے پیوست ہو گیا۔

''وہ کیا سمجھتی تھی کہ میں اس سے محبت کا ناٹک کر رہا ہوں یا میری محبت میں کوئی کھوٹ ہے۔ میں اسے دکھادوں گا کہ میں پوری زندگی اس کے نام پہ بیٹھ سکتا ہوں۔ اس بے وقوفی پہ ہنسنے کی بجائے میں اسے پوری زندگی پہ محیط کرنا چاہتا ہوں۔ جو وہ تھی، وہ کوئی اور عورت نہیں ہو سکتی۔''

عالیان سکندر نے پتھریلے انداز میں سوچ لیا تھا۔

وہ چلی گئی تھی۔ مگر عورتوں کو اس کے لیے شجر ممنوعہ بنا گئی تھی۔ بیٹھے بیٹھے وہ جانے کتنے سالوں کا سفر کر آیا تھا۔

اور اب یہ سارہ زمان، اس نے دانت پیسے۔ اس کی اکلوتی پھوپھو کی نازوں پلی بیٹی اس کی جان ہی کو آ گئی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ سب کی خواہش تھی کہ وہ عالیان کی بیوی بن کر اس کے گھر میں آئے مگر اسے یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ عالیان ایسا نہیں چاہتا۔

visit for more novels: www.urdunovelbank.com

گزرے دس برسوں میں اس کے مزاج میں بہت بڑی تبدیلی آئی تھی۔ وہ خوابوں میں جینے والا رومانٹک سا لڑکا، ایک آئس برگ بن گیا تھا۔ ایک گلیشیر یا پھر تند مزاج، منٹوں میں بھڑنے والا۔

''اور اب یہ پاپا......'' اس نے گہری سانس بھر کے خود کو ریلیکس کیا۔

''میں ہمیشہ آپ کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں پاپا'' وہ نرمی سے بولا۔

''تو پھر تم سارہ سے شادی پہ راضی ہو؟'' وہ بے حد خوش ہو گئے تھے۔

''ہاں...... مگر میری ایک شرط ہے۔'' وہ کچھ سوچتے ہوئے مسکرایا۔

''ہر شرط منظور ہے لخت جگر!'' وہ شوخ ہوئے۔

''یہ شادی تب ہی ہو گی جب پہلے سارہ سے رضامندی لی جائے گی۔ اور آپ اس سے خود پوچھیں گے پاپا! پھوپھو نہیں۔''

وہ اس کی طبیعت اچھی طرح صاف کر چکا تھا۔ اور ساتھ ہی اس کے سامنے اپنی گم گشتہ محبت کا اعتراف بھی۔ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ نازوں پلی اس خاردار راہ پر قدم ڈالتی۔ سو وہ مطمئن تھا۔ اس لیے دفعتاً ہی اپنی رضامندی دے دی۔

''اوکے، میں خود پوچھوں گا سارہ سے، حالانکہ یہ سب کو پتا ہے کہ وہ تمہیں بہت پسند کرتی ہے۔'' وہ اب پرسکون تھے۔

''پسند کا کیا ہے پاپا! دنوں میں بدلتی ہے، ہوسکتا ہے وہ بھی کسی اور ہیرو کو پسند کرنے لگی ہو۔'' وہ ہنسا۔

ذہن ہلکا پھلکا ہو چکا تھا۔ اسے دھیان آیا ایک ہفتہ پہلے ہی تو اس نے اپنی راہ صاف کی تھی۔ اب تو وہ عالیان کے سائے کے پاس بھی نہ آتی۔

☆☆☆

پاپا آج پھوپھو کے گھر سے ہو کے آئے تھے۔ عالیان نے ان کے چہرے سے کچھ اندازہ لگانا چاہا مگر تب ہی ان کے موبائل پہ کال آ گئی۔ وہ اٹھ کر باہر نکل گئے۔

وہ اطمینان سے اسپورٹس چینل پہ کار ریس دیکھنے میں مگن ہوگیا۔ اگر کچھ زیادہ سیریس ہوتا تو وہ آتے ہی بات کرتے وہ کب آ کے اس کے پاس بیٹھے عالیان کو خبر بھی نہیں ہوئی۔

''کیا بور کر رہے ہو یار! نیوز لگاؤ۔'' انہوں نے کہا تو وہ چونک کر مسکرادیا اور ریموٹ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں نے تمہیں تو جانے کو نہیں کہا۔''

''نیند آ رہی ہے پاپا! صبح ویسے بھی اسلام آباد جانا ہے۔'' وہ سچ کہہ رہا تھا۔

''تھوڑی دیر بیٹھو، کچھ بات کرنی ہے۔'' وہ بولے تو ان کے تاثرات پر غور کرتا وہ بیٹھ گیا۔

کیا خبر سارہ نے پورا واقعہ بھی سنا دیا ہو۔ مع انکار کے۔

''آج میں سارہ سے ملنے گیا تھا۔'' وہ سنجیدہ تھے اور عالیان تھوڑا سا پریشان، ساری بات تو پاپا کو پتا نہیں چلنا چاہیے تھی۔ ہاں، بس وہ عالیان سے شادی سے انکار کر دیتی، اینڈ ڈیٹس آل۔

''جی پاپا!'' وہ سر جھکا کے بیٹھ گیا۔

''میں نے خود اس سے پوچھا تھا تم سے متعلق'' وہ بات کرتے کرتے رکے، پھر پوچھنے لگے۔

''تم دونوں کی کوئی لڑائی ہوئی ہے، وہ تمہیں بہت برا بھلا کہہ رہی تھی۔''

''نہیں تو......'' وہ مکر گیا۔ وہ بھی تو سب چھپا گئی تھی۔

''اچھا...... بہرحال وہ پورے دل سے راضی ہے، اس شادی پہ۔ اسے کوئی اعتراض نہیں۔''

وہ اطمینان سے کہتے اسے بھک سے اڑا گئے۔ منہ اٹھائے وہ بے وقوفوں کی طرح ان کا جملہ ڈی کوڈ کرتا رہ گیا۔

''کیا بات ہے یقین نہیں آ رہا؟'' وہ ہنسے۔

''آئی ڈونٹ بلیو دس۔'' وہ بڑبڑایا تھا۔

''اب اتنے برے بھی نہیں ہو یار!'' انہوں نے شانہ تھپکتے ہوئے گویا اسے حوصلہ دیا تھا۔ مگر وہ اتنی ٹینشن میں تھا کہ مسکرا بھی نہیں سکا۔

''آپ نے خود پوچھا تھا، یعنی اس نے خود آپ کو جواب دیا یا پھوپھو کے ذریعے کہلوایا ہے؟''

''کم آن عالی! کہہ تو رہا ہوں کہ میں نے آمنے سامنے بیٹھ کر اس سے پوچھا ہے اور اس نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ وہ اپنی ماں کی خوشی میں خوش ہے اور یہ بھی کہ اسے اس شادی پہ کوئی اعتراض نہیں۔'' وہ بے حد مطمئن تھے۔

بہت عرصے کے بعد اس گھر کی رونقیں لوٹنے والی تھیں۔ فیضان اور عمیمہ کے بعد تو یہ گھر ہنسی اور قہقہوں کو ترس گیا تھا۔ اور ان کی نصف بہتر جو داغ جدائی دے گئی تھی وہ تو کبھی مٹ ہی نہیں سکتا تھا، مگر اب تو ان ہی بچوں کی خوشیوں میں انہیں اپنی خوشیاں تلاشنی تھیں۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''مجھے نیند آ رہی ہے۔''

''اب یاد رکھنا، میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔ کل اسلام آباد سے ہو کے آؤ تو میں سفینہ سے شادی کی تاریخ مانگوں گا۔ منگنی ونگنی کا لمبا چکر نہیں رکھنا۔'' وہ سب طے کیے ہوئے تھے۔

اور وہ جو سوچ رہا تھا کہ فی الحال منگنی ہی کا چکر چلائے گا۔ شادی تک کے پیریڈ میں وہ سارہ سے کسی طریقے سے جان چھڑا سکتا تھا۔ مگر وہ تو اس کی ساری راہیں مسدود کیے دے رہے تھے۔ بہت برے موڈ کے ساتھ وہ اپنے کمرے میں آیا تو لحظہ بھر کو دونوں پسلیوں پہ ہاتھ جما کے وسط میں کھڑا رہا۔

جی چاہ رہا تھا کہ ہر شے کو ٹھوکروں پہ رکھ لے۔ تہس نہس کر ڈالے۔ دانتوں پہ دانت جمائے وہ بمشکل خود کو کنٹرول کر رہا تھا۔

''تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی سارہ زمان! مجھ سے پنگا لینے کی۔ لگتا ہے میں نے تمہیں جو ٹریلر دکھایا ہے وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔'' اسے درحقیقت سارہ سے دشمنی ہوگئی تھی۔

شروع ہی سے وہ عالیان کے لفٹ نہ کروانے پر بھی اس کے آگے پیچھے پھرتی رہتی تھی۔ وہ جس قدر جھنجھلاتا اتنا ہی وہ انجوائے کرتی تھی۔ مگر وہ یوں ساری عمر کے لیے سر منڈھ دی جائے گی یہ اس نے کبھی سوچا نہ تھا۔

اس کی زندگی میں سارہ تو کیا کسی بھی عورت کی کوئی جگہ نہیں تھی۔

☆☆☆

اس کے اسلام آباد سے لوٹتے ہی واقعی پاپا نے پھوپھو سے شادی کی تاریخ مانگ لی تھی۔

''فار گاڈ سیک پاپا! اتنی جلدی کیا ہے یہ پھندا ڈالنے کی۔'' وہ جھنجلا ہی تو گیا تھا۔

ایک وحشت لامحدود تھی جس کا وہ شکار تھا، مگر کوئی کیا سمجھتا۔

''تو زندگی کا کیا بھروسہ، سو جلدی جلدی خوشیاں دیکھ لینی چاہئیں۔'' وہ آرام سے بولے۔

''میں اتنی جلدی مرنے والا نہیں ہوں۔'' وہ غصے سے بولا مگر ان کی زرد پڑتی رنگت دیکھ کر فوراً ہی اس کا غصہ غائب ہوگیا۔

''سوری پاپا!''

''اگر تم شادی نہیں کرنا چاہتے ہو تو مت کرو، مگر آئندہ اس طرح کی فضول بات مت کرنا۔'' وہ زود رنج ہو رہے تھے۔ عالیان نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

''آئم رئیلی سوری پاپا!'' وہ نادم لہجے میں بولا تو وہ خوش ہوگئے۔

''ٹھیک ہے، بس اب تم شادی کی تیاریاں کرو، شاپنگ کرو اور اپنے تمام فرینڈز کو انوائٹ کرو، باقی سارے معاملات مجھ پر چھوڑ دو۔''

''اوکے......'' وہ ہار مان گیا تھا۔ مگر اس نے سارہ کو ایک کال ضرور کی تھی۔

''تم نے انکار کیوں نہیں کیا؟'' پھنکار کر پوچھا گیا۔ جواباً اس کا لہجہ اتنا ہی شانت تھا۔

''ہم مانگنے والوں کو خالی نہیں لوٹایا کرتے، ماموں جان تمہارے لیے مجھے مانگنے آئے تھے۔'' اس کے تلوؤں لگی سر پہ جا پھوٹی۔

''شٹ اپ سارہ زمان! لاتوں کی بھوت ہو تم میں تمہیں اچھی طرح سے سمجھاؤں گا اس زبردستی کا نتیجہ بہت برا ہوگا۔''

''مجھے دھمکیاں مت دو، اتنے ہی مرد تھے تو اپنے پاپا کو گھر ہی پر روکتے، نہ آنے دیتے ہمارے ہاں۔'' سارہ کے جواب نے اسے بھک سے اڑا دیا۔

اس قدر فضول بات، وہ کھول کر رہ گیا تھا۔

''تمہیں تو میں اچھی طرح بتاؤں گا کہ میں کتنا مرد ہوں سارہ زمان!'' دانت پیس کر کہا تو وہ قدرے تمسخر سے بولی۔

''اس گھر میں میرے ماموں بھی رہتے ہیں عالیان سکندر! وہ تمہیں اتنا بھی منہ زور نہیں ہونے دیں گے۔''

''اور تم ......کیا پاؤ گی اس شادی سے، عالیان سکندر کی نفرت۔'' وہ سفا کی سے اسے آئینہ دکھا رہا تھا۔

''تمہاری بیوی بن کے آؤں گی تو تم سے محبت بھی وصول کروں گی عالیان سکندر!'' وہ بڑی مطمئن تھی۔ پتا نہیں کون سی سردائی پی کے بیٹھی تھی۔ کھولتے ہوئے عالیان نے لائن ڈس کنیکٹ کر دی تھی۔

اس کے وجود میں خون کی جگہ جیسے لاوا دوڑ رہا تھا۔

☆☆☆

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے

بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی

اس شعر کے مصداق سارہ زمان بھی عالیان کو نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

ایک زمانہ جانتا تھا کہ عالیان کی شادی سارہ ہی سے ہونی ہے، پھر ایک دم اس رشتے سے انکار کرنا، وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

''سارہ! تم فقط بے وقوفی کر رہی ہو۔ ان تلوں میں تیل نہیں ہے، بھول جاؤ عالیان سکندر کو، دنیا بھری پڑی ہے ایسوں سے۔'' یہ اس کی عزیز جان دوست فائزہ تھی۔ شادی کے بعد جو کینیڈا چلی گئی تھی مگر اس نے سارہ سے مسلسل رابطہ رکھا تھا فون پر بھی اور انٹرنیٹ پر تو روز رات کو لمبی چیٹنگ ہوتی تھی، ابھی بھی وہ آن لائن تھی۔

''تم جانتی ہو میں نے اپنی آدھی زندگی عالیان سکندر کو سوچا ہے، اب دماغ کو کیسے سمجھاؤں؟'' سارہ نے لکھا تھا۔

''اور وہ جو دو تھپڑ مارے ہیں اس نے، ان سے دماغ ٹھکانے پر نہیں آیا۔'' وہ یقیناً غصے میں تھی۔

''اسے کسی سے بے وفائی ملی ہے جانو!'' سارہ نے اسے تسلی دی۔

''شٹ اپ سارہ! اپنی زندگی برباد مت کرو۔ پتا نہیں کسی کو کتنی شدت سے چاہ چکا ہے وہ بلکہ ابھی

بھی چاہتا ہے، تب ہی تو تمہیں لفٹ بھی نہیں کراتا۔“

”اٹس اوکے۔“ سارہ نے مختصراً کہا۔

”اٹس ناٹ اوکے سارہ! جذباتی فیصلہ مت کرو، اسے کسی سے بے وفائی ملی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تم سے بدلہ لے یا پھر ویسا ہی سلوک کرے جیسا اس نے عالیان کے ساتھ کیا تھا۔“

وہ درحقیقت سارہ کے اس فیصلے کے خلاف تھی اور پریشان بھی تھی۔ پاس ہوتی تو اسے کبھی بھی اس اندھی کھائی میں چھلانگ نہ لگانے دیتی۔

”اسے محبت کی ضرورت ہے فائزہ! اور تم جانتی ہو بلکہ وہ بھی جانتا ہے کہ میں اس سے کتنی محبت کرتی ہوں۔“

”تب ہی بہت زبردست جواب دیا ہے اس نے تمہاری محبت کا۔“ فائزہ کو غصہ آ گیا تھا۔

”سب اچھا ہی ہوگا یار! میں اسے سدھار لوں گی۔ تم مسکرادو اب۔“ سارہ نے لکھا تو جواباً اسے ہنسی کا سائن ریسیو ہوا، اور ساتھ تین الفاظ۔

”تمہاری حماقت پر“ سارہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

مگر وہ کیا کرتی، اس کے دل نے اس کے مدمقابل ڈٹ کر یہ بھاری ووٹ عالیان سکندر کے حق میں کرایا تھا۔

”اسے بے وفائی کسی سے ملی تھی وہ میری طرف منتقل کر گیا ہے۔“ سارہ نے لکھا تو جواب آیا۔

”اور وہ ساری زندگی یہی کرتا رہے گا۔“

”یہ تو طے ہی تھا کہ میری ساری زندگی اسی کے ساتھ گزرے گی ڈیئر! اور پھر جو اسے چھوڑ گئی ہے اس کا غم کیا لگانا خود کو۔“ سارہ مطمئن تھی مگر فائزہ نہیں۔

”ایک بار پھر سوچ لو سارہ! زندگی بچوں کا کھیل نہیں کہ بگاڑ کے پھر سے شروع کر لیا۔“

”ڈونٹ وری، جمع، تفریق، ضرب سب کچھ کر کے دیکھ چکی ہوں۔ جواب صرف ایک ہی آتا ہے۔ محبت۔“

”محبت نہیں، بے وقوفی تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی سارہ!“

”ہماری بج ہی جائے گی۔“

”ہاں، اگر اس کا ہاتھ ہوا اور تمہارا منہ تو بج ہی جائے گی۔“ فائزہ نے لکھا۔

مگر سارہ زمان کیا کرتی، جس کے دل میں بچپن ہی سے عالیان سکندر کی محبت نے گھر کر لیا تھا،

اب تو اسے سوچے بنا سانس لینا بھی دشوار لگتا تھا۔

☆☆☆

اور پھر وہ دن بھی آ ہی گیا کہ جب وہ بڑی شان و شوکت سے ساتھ اسے بیاہنے آ گیا۔

''توبہ ہے، پورے فنکشن میں عالیان سکندر جو ایک سیکنڈ کو بھی مسکرایا ہو۔'' یہ سارہ کی چچا زاد تھی۔

''وہ ایسا ہی ہے سنجیدہ مزاج۔'' سارہ کی بڑی بہن نے متانت سے کہا۔

''اور ادھر سارہ شوخ و چلبلی، جوڑی خوب جمے گی، دیکھو کون کس پہ اپنا رنگ چڑھاتا ہے۔'' اس کی کزن خاصی منہ پھٹ تھی۔

سارہ خاموشی سے سب کی سن رہی تھی۔ بڑی ڈھٹائی سے اپنے فیصلے پر ڈٹے رہنے کے بعد اب جبکہ وہ نکاح نامے پر سائن بھی کر چکی تھی تو دل جانے کیوں ڈوب ڈوب جا رہا تھا۔

عالیان کا گزشتہ رویہ یاد آتا تو لگتا غلطی کر لی۔ کبھی اس نے ہنس کے بات نہ کی تھی اور ادھر سارہ زمان نے ساری عمر کا ہنسنا رونا اس سے وابستہ کر لیا تھا۔

مگر پھر اپنی محبت کی جیت کا خیال آتا تو دل ٹھہرنے سا لگتا، کوشش کیے بغیر ناکام ہو جانا، شکست تسلیم کر لینا، ساری عمر کی خلش دے دیتا ہے۔

وہ مطمئن تھی کہ زندگی میں اپنی محبت تو پا لی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

☆☆☆

خوشبوؤں میں لپٹی عالیان سکندر کے لیے پور پور سجائے گلاب اور موتیے سے سجی سیج پر وہ بے ترتیبی سے دھڑکتا دل لیے ایک نئی اور خوب صورت زندگی کی شروعات کے لیے تیار تھی۔ نگاہ بار بار کلائی پر بندھی گھڑی کی سوئیوں سے الجھتی، جہاں رات کے دو بجنے کو تھے۔

تھکن اور نیند سے بوجھل آنکھوں سے اس نے وال کلاک پہ نگاہ ڈالی تو اعصاب کشیدہ ہونے لگے۔ کلائی پہ گھڑی غلط ٹائم نہیں بتا رہی تھی۔

اس سیج پر وہ ایک بجے سے بیٹھی ہوئی تھی ایک گھنٹہ ہونے کو تھا اور عالیان کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ آس امید چھوڑ دیتی دروازے پر کھٹکا ہوا اور کوئی اندر آیا۔

سارہ نے سنبھلتے ہوئے نگاہ جھکائی تھی۔ وہ عالیان ہی تھا۔

دروازہ بند کر کے دھڑا دھڑ کرتا کمرے کے وسط تک آیا۔ شیروانی اتار کے کرسی پہ پھینکی اور آگے بڑھ کے ہاتھ بڑھایا اور سائیڈ پر لٹکتی پھولوں کی لڑیوں کو کھینچ کو توڑ ڈالا۔

اس کے ہر ہر انداز سے درشتی جھلک رہی تھی۔ سارہ کا دل سہمنے لگا۔ ان دو تھپڑوں کی یاد سے گال سلگنے لگا تھا۔

''اگر یہ آج بھی اسی وحشیانہ پن پر اتر آئے تو؟ میں تو کسی کو آواز دینے جوگی بھی نہیں''

اس کی ریڑھ کی ہڈی میں اک سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ وہ بیڈ پہ ٹکا، جھک کر جوتے اتار رہا تھا۔ سلیپر پہنے پھر واش روم میں گھس گیا۔ وہ جو سانس بھی سہم کر لے رہی تھی گہری سانس بھرتی سیدھی ہو بیٹھی۔

پہلے ہی قدم پہ احساس ہونے لگا تھا کہ کسی پر مسلط ہونا اور اس کی سزا بھگتنا آسان کام نہیں۔

وہ نائٹ سوٹ پہنے تولیے سے چہرہ خشک کرتا باہر آیا۔ ادھر وہ ذلت کے احساس میں گھری اس کا انتظار کر رہی تھی۔ فقیروں کی طرح، کسی بھیک کا انتظار۔ تولیہ کرسی کی پشت پر پھیلا کر وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اندر تو جانے کیا غدر مچا ہوا تھا۔ مگر بظاہر بہت اطمینان سے بال برش کیے۔

وہ مخمصے میں تھی۔ اٹھ جانا چاہیے یا نہیں بے شرموں کی طرح بیٹھے رہنا چاہیے۔ عالیان کے رویے میں کوئی لچک نہیں تھی۔ وہ پلٹ کر بیڈ کی طرف آیا۔

سارہ نے بے ساختہ ہی نگاہ اٹھا کے دیکھا۔ وہ اسی طرف متوجہ تھا۔ ہمیشہ اس سے بہت بے تکلفی برتنے والی سارہ اس سے نگاہ چرا گئی۔ ایک تمسخرانہ مسکراہٹ نے عالیان کے ہونٹوں کو چھوا تھا۔

''اب تک تو تمہارا شوق پورا ہو جانا چاہئیے دلہن بن کے میری سیج پہ بیٹھنے کا۔'' الفاظ نوکیلے کانٹوں کی طرح سارا کو چبھے تھے۔ مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ بہت تحمل سے عالیان کو برداشت کرے گی۔

''اب تم یہاں سے اٹھ جاؤ، کیونکہ میں جلد سونے کا عادی ہوں۔'' وہ رکھائی سے کہہ رہا تھا۔

سارہ کو ذلت کا احساس ہوا، مگر یہ اس کا اپنا فیصلہ تھا تو اس کے فائدے اور نقصانات بھی اسی کے تھے۔

وہ انتظار میں کھڑا تھا کہ سارہ وہاں سے اٹھے تو وہ سونے کے لیے لیٹے۔

''اپنے رویے پر غور کرو عالیان! تمہاری بیوی ہوں، اب'' اس نے بہت نرمی سے کہا۔ تو اس کے تاثرات میں پتھریلا پن اترنے لگا۔

''تو......تو کیا کرنا چاہیے، مجھے دھوم دھام سے گولڈن نائٹ منانی چاہیے؟'' وہ طنز سے بھرپور انداز میں پوچھتا اسے شرمندہ کر گیا۔

وہ یقیناً اسے ذلیل کرنا چاہتا تھا، اس بات کا اندازہ ہوتے ہی وہ مزید کچھ کہے بغیر لہنگا سمیٹتی بیڈ سے اتر گئی۔

عالیان نے بستر پر سے پھولوں کی پتیاں جھاڑ دیں اور لیٹ گیا۔ سارہ بہت بجھے دل کے ساتھ اپنا نائٹ سوٹ اٹھا کر واش روم میں گھس گئی تھی۔

زیور اتار کر ٹشو پیپر میں لپیٹا اور کپڑے تبدیل کرتے ہوئے اس کا دل خون کے آنسو رو دیا۔ جس کے لیے وہ پور پور سجا کے تیار ہوئی تھی، اس نے ایک نگاہ غلط ڈالنا بھی گوارا نہ کیا تھا۔

وہ چینج کر کے نکلی تو اسے اور رونا آیا۔ کمرے کی لائٹ آف تھی صرف نائٹ بلب جل رہا تھا۔ بدقت تمام ڈریسنگ تک پہنچ کر اس نے زیورات دراز میں ڈالے اور برش لے کر بال کھولنے لگی آنکھیں بھر بھر آ رہی تھیں۔

کس قدر ٹوٹ کے روپ آیا تھا آج اس پر، سب ہی کہہ رہے تھے نظر نہ لگ جائے، آج تو عالیان فدا ہی ہو جائے گا اس پر۔ اور کسی کو کیا خبر تھی کہ نظر لگ بھی چکی۔

''تو آج سے ایک نئی زندگی، آزمائش کی صورت شروع ہوئی سارہ زمان!'' اس نے خود کو باور کراتے ہوئے بیڈ کے ایک کنارے پر اپنی جگہ بنائی اور لیٹ گئی۔

''آج پہلی رات تھی، اس لیے چھوٹ دے رہا ہوں مگر کل سے اپنے بستر کا کہیں اور بندوبست کرو، یہ میرا بستر ہے اور اس پر تمہاری جگہ نہیں ہے۔'' اندھیرے میں اس کی سرد سپاٹ آواز گونجی تو وہ ساکت سی رہ گئی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

دل میں کہیں بہت گہرائی سے درد اٹھا تھا۔

''جب تمہاری زندگی اور گھر میں میری جگہ بن چکی تو بیڈ پر کیوں نہیں؟'' وہ چیخی۔

''زندگی اور گھر میں تم اپنی مرضی سے آئی ہو، مگر میرے نکاح میں تم میری مرضی سے رہو گی اور پہلا سبق یہ کہ مجھے عورت کا فضول بحث کرنا بالکل بھی پسند نہیں۔'' وہ اسی سرد اور بے تاثر لہجے میں بولتا اسے خاموش کر گیا۔ آنے والے وقت کی بے ترتیب دستک اس کی ساعتوں نے ابھی سے سن لی تھی۔

☆☆☆

شادی کے فوراً بعد ہی خاندان میں دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور خاندان بھی اتنا بڑا کہ روزانہ بھی ایک دعوت نمٹاتے تو مہینہ بھر لگ ہی جاتا۔

''مجھے کسی دعوت پہ نہیں جانا۔'' عالیان نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا تو پاپا متفکر ہوئے۔

''نہ بیٹا جی! ایسے دلوں میں دوریاں پیدا ہوتی ہیں رشتے بہت مشکلوں سے بنتے ہیں۔ انہیں ٹوٹنے سے بچانا چاہیے۔''

''آئم سوری پاپا! مجھے پسند نہیں، اس لیے میں نے بتادیا۔'' وہ آرام سے ناشتہ کرتے ہوئے بولا۔

''ایسے نہیں بیٹا جی! یوں جھٹکا دے کر چھڑانے سے دامن پھٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے آرام سے، تسلی سے کوئی ریزن دے کے کسی سے معذرت کرتے ہیں۔'' وہ قدرے خفگی سے گویا ہوئے۔

''تو ریزن آپ تیار کرلیں نا! آپ کو میری طرف سے اجازت ہے میں آپ سے سو فیصد متفق ہوں گا۔'' وہ لاپروائی سے بولا، تو اپنے لیے چائے گرم کر کے لاتی سارہ کڑھی (سڑیل، بدمزاج اور بورنگ آدمی)

''اوکے میں کرتا ہوں کچھ، مگر بہرحال میں کسی سے یہ سننا نہیں چاہتا کہ دولت کے نشے میں چور ہم اپنے رشتے داروں کو کچھ نہیں سمجھتے ہیں۔''

انہوں نے بات ختم کردی تو عالیان نے یوں ہی اثبات میں سر ہلایا تو سارہ کو بولنا ہی پڑا۔

''مگر آپی کے گھر تو جانا ہی پڑے گا۔ انہیں کیا ریزن دے سکتے ہیں؟ اس نے اپنی بڑی شادی شدہ بہن کا ذکر کیا۔ اس سے پہلے کہ سکندر صاحب کچھ بولتے عالیان درشتی سے بولا۔

''بڑوں کی بات کا احترام کرنا سیکھو سارہ! جب پاپا نے ایک بات کہہ دی تو اسے احسن طریقے سے نبھاؤ۔''

اس کے انداز پر سارہ بے طرح شرمندہ ہوئی۔ ماموں کے سامنے بے عزتی کر کے رکھ دی تھی اس نے۔

''افوہ، یہ کیا بھئی، خبردار جو ہماری بیٹی کو یوں روکا ٹوکا، بولنے دو اسے، یہ مینا ہے ہماری'' انہوں نے تادیبی انداز میں عالیان سے کہا تو وہ لب بھینچ کے رہ گیا۔ پھر قدرے توقف سے بولا۔

''مگر پاپا! یہ بھی تو سوچیئے کہ اگر کسی ایک کے ہاں بھی دعوت پر گئے تو دوسرے رشتہ دار کو کتنی باتیں بنانے کا موقع ملے گا کہ جی ہمارے ہاں تو آئے نہیں۔''

''یہ تو ہے۔'' پاپا فی الفور بولے تو سارہ گہری سانس بھر کے چائے کی طرف متوجہ ہوگئی۔

اسے پتا چل رہا تھا کہ عالیان سکندر اب زندگی کے فیصلوں کی اختیار اپنے ہاتھ میں لے رہا ہے اور یہ بھی کہ اب وہ اسے ہر معاملے میں مات دینے کی کوشش کرنے والا تھا۔ سو اسے بھی اپنے مہرے احتیاط سے آگے بڑھانے تھے۔

مگر ایک ذات اوپر بھی تو ہے جو سب سے زبردست ہے۔ سب جس کے زیر دست ہیں خدا کی ذات جو کسی کو اس کی مرضی کے نہیں بلکہ اپنے بنائے ہوئے پلان سے زندگی گزارنے پر مجبور کردیتی ہے۔

تیسرے روز پاپا نے کھانے کی ٹیبل پر لندن کی دو ریٹرن ٹکٹس عالیان کے سامنے رکھ دیں۔

''تم لوگ کسی بھی رشتہ دار کے گھر دعوت پہ نہیں جاسکتے، کیونکہ تم ہنی مون پر جاچکے ہو۔'' وہ مزے سے بولے تو جہاں عالیان کو جھٹکا لگا وہیں سارہ کو ہنسی آگئی۔ ایک نظر ناگواری سے اسے دیکھنے کے بعد وہ پھر سے بولا۔

''مگر ہم تو یہیں ہیں پاپا!''

''یہ تو میں تمہارے جانے کے بعد سب کو بتاؤں گا۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنی پلیٹ میں سالن نکال کر ڈونگا سارہ کو تھمایا۔

''نو وے پاپا! آئم سوری میں یہاں سے بالکل بھی نکل نہیں سکتا۔ کئی اہم ڈیلنگز کرنا باقی ہیں'' وہ رکھائی سے بولا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا پھر بغور اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولے۔

''کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ عالی! اتنے سیریس تو تم کبھی بھی نہیں تھے جتنے شادی کے بعد ہوگئے ہو۔'' ان کے یوں نشاندہی کرنے پر وہ قدرے سنبھلا۔

''پوری لائف پڑی ہے گھومنے پھرنے کو، ویسٹ آف ٹائم ہے یہ فی الحال۔'' وہ جبراً مسکرادیا۔

''رشتہ داروں کی دعوتوں میں تم نہیں جانا چاہتے ہنی مون تمہیں ویسٹ آف ٹائم لگتا ہے۔ ان سب باتوں سے میں کیا سمجھوں؟''

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

انہیں شادی کے بعد سے دونوں کا خاموش اور لیا دیا سا رویہ کھٹک رہا تھا۔ نئے نویلے شادی شدہ جوڑوں والی شوخی، انداز اور بات چیت سب مفقود تھا۔

''کیا بات ہے سارہ! عالی سے لڑائی ہوئی ہے کیا؟'' انہوں نے سر جھکائے ناشتہ کرتی سارہ کی خاموشی کو حیرت سے دیکھا تھا۔

''نہیں تو ماموں جان! بس ایسے ہی، آپ کو پتا ہی ہے ان کے مزاج کا۔'' وہ بھرپور طریقے سے مسکراتے ہوئے اس کی ناکام وکالت کرنے لگی۔

وہ مطمئن ہوئے یا نہیں، الگ بات تھی مگر چند لمحے سارہ کو دیکھنے کے بعد وہ عالیان کی طرف متوجہ ہوئے اور قطعیت سے بولے۔

دس تاریخ کی سیٹس کنفرم ہیں تمہاری، کوئی بہانہ کوئی جواز نہیں یہاں کا ہر معاملہ مجھ پہ چھوڑ دو۔ تم سے پہلے بھی میں بہت اچھی طرح سنبھال لیتا تھا۔''

انہوں نے عالیان کے بولنے کی گنجائش ہی نہ چھوڑی تھی۔ سارہ کو اس کی شکل دیکھ کے ہنسی آئی۔

اپنی پلیٹ پہ جھک گئی، مگر عالیان اس کی بے ساختہ اور آنے والی مسکراہٹ اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔

کمرے میں جاتے ہی وہ پھٹ پڑا۔

''بہت شوق ہے، تمہیں ہنی مون پہ جانے کا؟''

''یہ میرا نہیں ماموں جان کا فیصلہ ہے۔'' تکیے کے کور ٹھیک کرتی سارہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

''تم کہتی کیوں نہیں کہ تم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں'' وہ زچ ہوا۔

''کیونکہ میں تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔'' وہ فوراً بولی تو اس نے قطعی لہجے میں کہا۔

''مگر میں تمہیں لے جانا نہیں چاہتا۔''

''تو جاؤ، اکیلے ہنی مون منا آؤ۔'' سارہ نے مسکراہٹ دبائی اور زمین پر بچھائے اپنے بستر پر تکیہ سیٹ کرکے دراز ہوگئی۔

''تم اگر سمجھتی ہو کہ اس طرح کی فضول حرکتوں سے میری زندگی میں ڈسٹربنس پیدا کردوگی تو یہ تمہاری بھول ہے۔'' وہ سلگا۔

''تم غلطی پر ہو عالیان! میں تمہاری زندگی کو ڈسٹرب کرنے نہیں بلکہ اسے سنوارنے اور متوازن کرنے آئی ہوں، محبت پر تمہارا اعتبار بحال کرنے۔'' وہ لیٹے لیٹے مسکرا کر بولی تو وہ مزید چڑا۔

''تم سے محبت کا سبق لوں گا، جسے میں آتے ہی اس کی اوقات بتا چکا ہوں۔'' اس کے انداز میں حقارت تھی۔ سارہ کو دلی اذیت پہنچی مگر اس نے اپنے تاثرات سے عالیان کو احساس نہیں ہونے دیا اور رسان سے بولی۔

''ضروری نہیں کہ ہر آدمی، ہر وقت صحیح ہی سوچتا ہو، ایک وقت آئے گا جب تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور میری محبت کا یقین۔''

''ہنہ...... دنیا دیکھے گی۔'' وہ استہزائیہ ہنسا اور چینج کرنے واش روم میں چلا گیا۔

سارہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اندر کے غبار کو کم کرنے کی کوشش کی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ عالیان کی سوچ کو کیسے بدلا جائے۔

وہ اس کی زندگی میں تو آگئی تھی مگر اپنا ایک مقام اور عزت بنانا یہ دونوں کام اسے جوئے شیر لانے کے مترادف لگ رہے تھے۔

☆☆☆

ایئرپورٹ پر اترتے ہی شدید دھند اور منجمد کردینے والی ٹھنڈ نے ان کا استقبال کیا۔ امیگریشن سے

فراغت پاکر ٹیکسی لے کر وہ آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد اپنے فلیٹ پہنچے۔ جو عالیان ہی نے خرید رکھا تھا مگر زیادہ تر وہ کرائے پر ہی رہتا۔

ابھی اتفاق ہی تھا کہ ان کا پروگرام بن گیا اور سابقہ کرائے دار ابھی پچھلے ہفتے ہی فلیٹ خالی کر کے گئے تھے۔

کبھی کبھار جو عالیان یا سکندر صاحب کا لندن کا چکر لگتا تو اسی فلیٹ کے ایک کمرے میں رہائش کا انتظام ہوتا جو گیسٹ روم کے طور پر بند رہتا تھا اور اسے کرائے داروں کے سپرد نہ کیا جاتا تھا۔ سارہ نے فلیٹ کو گھوم پھر کے دیکھا۔ گیسٹ روم سمیت دو بیڈ رومز، ایک ٹی وی لاؤنج کے ساتھ دو باتھ رومز اور کچن پر مشتمل تھا، خاصا روشن اور صاف ستھرا فلیٹ تھا۔

عالیان نے گیسٹ روم کا لاک کھول دیا تھا۔

''یہاں بستر اور کمبل وغیرہ پڑے ہیں سب دیکھ لینا۔'' وہ ریسیور اٹھا کر لینڈ لائن کنکشن چیک کر رہا تھا۔ ڈائری میں سے دیکھ کے اس نے کسی کمپنی کا نمبر ملایا اور ان سے رینٹ پر گاڑی بھیجنے کی استدعا کی۔ اتنی دیر میں سارہ نے نیا بستر نکال کر بیڈ پر بچھا دیا تھا۔

''ساری جھاڑ پونچھ کرلو، اور دیکھ لو یہاں سونا ہے یا گیسٹ روم میں، اپنی جگہ سلیکٹ کرلو۔'' وہ اجنبیت سے کہہ رہا تھا۔ سارہ نے نظر انداز کیا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''اور کچن کا سامان؟ فریج خالی ہے اور کچن کیبنٹ بھی۔''

''ابھی تو خیر میں ریسٹ کروں گا۔ اور ہم کون سا یہاں کچن چلانے آئے ہیں'' وہ بے اختیار بولا تو سارہ نے بھی برجستہ کہا۔

'ہنی مون منانے تو بھی نہیں آئے۔ چائے کافی تو خود ہی بنانا ہوگی یا پھر ناشتہ''

عالیان اسے بے زاری سے دیکھتا بالکنی میں نکل گیا تو وہ گہری سانس بھرتی اداس مسکراہٹ کے ساتھ بستر پر گر سی گئی۔

☆☆☆

وہ سارہ کے ساتھ آ تو گیا مگر جب وہ دونوں باہر نکلتے تو وہ یوں تصور کرتا جیسے تنہا ہی آیا ہو، ساتھ چلتی باتیں کرتی سارہ کوئی اجنبی تھی یا پھر خود سے باتیں کرنے کی شوقین، کوئی ذہنی مریضہ۔ تیسرے ہی دن سارہ کا دل گھبرا اٹھا۔

''حد ہوتی ہے اجنبیت کی عالیان سکندر!'' لفٹ میں داخل ہوتے ہی وہ پھٹ پڑی تھی۔ فورتھ فلور

کا بٹن دباتا وہ استفہامیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

''یہ ہم ہنی مون منا رہے ہیں؟ ایک مشرق میں تو دوسرا مغرب میں اور میں بکواس کرتی جا رہی ہوں مگر تم یوں کان بند کیے بیٹھے ہو جیسے کوئی لفظ سمجھ نہیں آ رہا۔'' اسے ساتھ ساتھ رونا بھی آیا۔

کس سنگدل سے دل لگا بیٹھی تھی اور طرّہ یہ کہ اس کی سنگدلی آزمانے بھی نکل پڑی۔

''میں تو ایسے ہی ہنی مون منانے آیا ہوں اور رہی بات کہ تم بکواس کرتی رہتی ہو اور میں کوئی جواب نہیں دیتا تو اٹس ویری سمپل مجھے بکواس کی سمجھ واقعی نہیں آتی۔'' وہ بڑی لاپروائی سے کہہ رہا تھا۔

سارہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ اسی کو دیکھ رہی تھی، اس کی بات سن کر ہنسی آ گئی۔

''بہت برے ہو عالیان سکندر! اگر مجھے تم سے محبت نہ ہوتی تو میں تمہارے اس رویے پر طوفان کھڑا کر دیتی اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ امی اور ماموں جان تمہارا کیا حشر کر دیتے۔'' وہ اس کی بارش میں بھیگتی ہنسی پر مسحور سا کھڑا تھا، نگاہ کو اس کے خوبصورت کٹاؤ والے لبوں نے جکڑا تو اسے لمحہ بھر کو احساس ہوا کہ وہ بہت خوبصورت تھی، خفیف سے جھٹکے سے لفٹ رکی تو اگلے ہی پل اس نے خود پر نفرین بھیجتے ہوئے لفٹ کے دروازے سے باہر قدم رکھ دیا۔

بالکل سامنے ہی ان کا فلیٹ تھا، وہ لاک کھولنے لگا۔

''یہ محبت کے لطیفے مجھے مت سنایا کرو'' اس نے درشت لہجے میں کہا تو وہ بے بسی سے بولی۔

''تم کچھ بھی کہو، مگر حقیقت جانتے ہو، یہ محبت ہی ہے جو مجھے تمہارے قدموں میں رول رہی ہے، ورنہ کیا مجھے کوئی اور رشتہ نہ ملتا، یا پھر میں کسی غریب گھرانے کی لڑکی تھی جس نے گھر اور گاڑی کے لالچ میں تم سے شادی کر لی؟''

''تو جو کرتا ہے وہ سہتا ہے، جو محبت کے چکر میں پڑتا ہے یوں ہی خوار ہوتا ہے۔'' وہ برجستگی سے کہتا ہوا لاؤنج میں پڑے کاؤچ پر بیٹھ گیا اور ٹی وی کا ریموٹ پکڑ لیا۔

''ضروری تو نہیں کہ محبت کرنے والے کو محبت کرنے کی سزا ہی دی جائے۔'' وہ یاسیت سے کہتی اس کے سامنے صوفے میں دھنس گئی۔

اسے خود اس سے محبت اور توجہ کی بھیک مانگنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ مگر اس رشتے کو ناکامی کے حوالے کرنا بھی اسے گوارا نہیں تھا۔ ایک بار اس کا دل و ذہن پلٹ جاتا تو وہ ہمیشہ اس کا ہو کر رہنے والا تھا۔

''یہ سزا تو میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دی تھی تم خود اپنے شوق سے اس دلدل میں اتریں۔'' ٹی وی آن کر کے چینل تبدیل کرتے ہوئے سرد مہری سے بولا۔

''تم ساری عمر یوں ہی تو نہیں رہ سکتے عالی! محبت کے سوگ میں۔'' وہ نرمی سے اسے سمجھانے لگی تھی کہ وہ اس کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں بولا۔

''رہ سکتا ہوں، اگر تمہارے ان چاہے ساتھ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تو یہ تو پھر میری اپنی محبت ہے۔''

''ایک بات جو ختم ہو چکی ہے اس کو تم اپنی پوری زندگی پر محیط کیے بیٹھے ہو۔''

''محبت ختم نہیں ہوتی۔''

''دوسری بات تو ہوسکتی ہے نا؟'' سارہ نے کہا تو وہ استہزائیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

''بس۔ابھی سے تھک گئیں؟ کہاں گئی تمہاری نام نہاد بہادری جس کے بل بوتے پر تم میری زندگی میں آئی تھیں؟''

''میری محبت تو یہ ہے عالیان! کہ میں یہ جانتے ہوئے بھی تمہاری زندگی میں چلی آئی کہ تم کسی اور سے محبت کر چکے ہو۔صرف اس آس میں کہ تم میری محبت کے جواب میں مجھ سے محبت کرنے لگو گے۔''

وہ بے بسی سے بولی تو وہ اطمینان سے گویا ہوا۔

''تو اب اپنی آس توڑ دو۔ کیونکہ مجھ سے محبت کی امید رکھنا تمہاری بیوقوفی ہے۔''وہ اس کا ضبط آزمانا چاہتا تھا۔

''وہ جو کوئی بھی تھی عالیان! وہ تم سے محبت نہیں کرتی تھی۔ اب تک تو وہ کسی اور سے شادی بھی کر چکی ہوگی اور تم...... بیوقوفی تو تم کر رہے ہو۔ محبت کے مزار کے مجاور بنے ہوئے ہو۔'' سارہ کو بھی غصہ آ گیا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''شٹ اپ...... بکواس بند کرو اپنی۔'' وہ چلایا۔

''چلانے سے حقیقت نہیں بدلتی عالی! سمجھنے کی کوشش کرو۔'' سارہ نے اس کی برین واشنگ جاری رکھتے ہوئے قدرے توقف سے کہا۔

''تم اس کی یادوں سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ مجھے کوئی پروا نہیں تم ساری عمر اسے یاد کرو۔اپنی محبت کے طور پر، اچھی یاد کے طور پر لیکن ہم دونوں بھی تو اچھے دوست بن سکتے ہیں ناں؟ جو رشتہ ہمارے بیچ ہے اسے اچھی طرح نبھا سکتے ہیں۔''

''یہ ایک کاغذی رشتہ ہے سارہ اور بس۔ میں تم پہ واضح کر چکا ہوں کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتا، اس کے باوجود تم میری زندگی میں گھس آئیں تو لازماً تم نے کچھ سوچ سمجھ لیا ہوگا لیکن آئم سوری۔ میں اپنی زندگی میں اپنی ترجیحات سیٹ کر چکا ہوں اور ان میں تم کہیں بھی نہیں ہو۔اور مجھے بار بار یاد دلانے کی کوشش

مت کیا کرو کہ ہمارے بیچ کیا رشتہ ہے کیونکہ تم لاکھ کوشش کرلو میں اس رشتے کو کیش نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے امید ہے تم میری بات کو سمجھ گئی ہوگی۔''

اس نے اس قدر سفاکی سے اپنی اور اس کی زندگی کو الگ کرکے آئندہ کی صورت حال کا نقشہ کھینچا کہ وہ ششدر رہ گئی تھی۔

رات گزارنے کے لیے سارہ نے بیڈروم کو چنا تو عالیان نے گیسٹ روم میں ڈیرہ ڈال لیا۔

وہ رات سارہ نے روتے ہوئے گزاری۔

زندگی اس کے سامنے ایک سوالیہ نشان کی مانند آن کھڑی ہوئی تھی۔

☆☆☆

مادام تساؤ کے میوزم میں کتنا ہی وقت گزار کے وہ دونوں یونہی اجنبی مسافروں کی طرح اپنے آپ میں مگن باہر نکلے تھے۔

کبھی کبھی تو سارہ جھنجلا ہی جاتی۔ لندن کا ایک اپنا ہی رومانٹک ماحول تھا۔ اوپر سے تفریح کے لیے آئے ہوئے نوجوان جوڑے...... اتنی بے باکی اور بے حجابی کے مناظر اس نے موویز میں نہ دیکھے ہوں گے جتنے کہ ان چند دنوں میں سڑکوں، کیفے، ہوٹلز میں اتنی قربت کے من چلوں کا فرق نہ ہوتا۔

ایسے میں وہ ساتھ چلتے عالیان پر ایک چور نگاہ ڈالتی تو وہ پرپتھر بنا ناک کی سیدھ میں چلے جاتا ایک مشینی انسان ہو۔

کتنی ہی بار اس کا جی چاہتا وہ چلتے چلتے عالیان کے سامنے آجائے شرارت میں اس سے ٹکرا جائے اور وہ اسے باہوں میں بھرلے تو وہ کھلکھلا کر ہنس دے۔

وائے حسرت...... اس نے گہری سانس بھری۔

پتہ نہیں اس سنگدل شخص کا لمس کیسا ہوگا، اس کے وجود میں سنسنی سی دوڑی تھی، مگر ساتھ ہی اس کے عطا کردہ تھپڑ یاد آئے تو گال بھی سنسنا اٹھا جسے پورا ہفتہ میک اپ کرکے اس کی سرخی چھپاتی رہی تھی۔

چلتے چلتے وہ اپنے خیالوں میں گم کسی سے زوردار طریقے سے ٹکرائی تو آنکھوں کے آگے ساری دنیا ہی گھوم گئی مگر ساتھ ہی کسی نے اسے شانوں سے تھام کر سنبھال لیا۔

''ہے میم...... ذرا سنبھل کے'' وہ ایک خوش شکل برٹش لڑکا تھا۔ سارہ کے حواس ابھی تک قابو میں نہ آئے تھے۔

''ایشین بیوٹی......'' وہ لڑکا اسے خوبصورت تنہا لڑکی سمجھ کر فری ہوا تو وہ کسمسا کر اس کی گرفت اپنے

شانوں سے ہٹا کر پیچھے ہوئی۔

''آئم فریڈی......الفریڈ......واٹس یور گڈ نیم؟''

وہ دوستانہ انداز میں بولا۔ تب ہی اس سے کچھ فاصلے پر خود میں گم چلتے ہوئے اس سے دور نکل جانے والے عالیان کی نگاہ اس منظر پر پڑ گئی تو وہ اڑتا ہوا ان تک پہنچا۔ اس نوجوان کا سوال بھی سن چکا تھا اس سے پہلے کہ سارہ رواداری نبھاتی اور تعارف کی رسم ادا کرتی وہ سرد لہجے میں بولا۔

''اب اتنا بھی گڈ نہیں کہ ہر ایک کو بتاتی پھرے۔''

الفریڈ نے استفہامیہ نظروں سے عالیان کو دیکھا پھر سارہ کو۔

''میں چلتے ہوئے بے دھیانی سے اس سے ٹکرا گئی تھی۔'' سارہ نے اردو میں عالیان کو بتایا۔

''تو یہ کہاں لکھا ہے کہ جس سے ٹکراؤ وہ گلے ہی پڑ جائے۔ چلو۔''

وہ اسی سرد مہری سے گویا ہوا تو وہ لب بھینچتی سیڑھیاں اترنے لگی۔

''ہے......'' الفریڈ کے دل و ذہن میں جانے کیا چل رہا تھا۔ وہ اس کے پیچھے لپکنے کو تھا جب عالیان نے اس کی کلائی اپنی مضبوط گرفت میں تھام لی اور حقارت سے بولا۔

''شی از مائی وائف......ڈیم فول۔''

اس کی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ سارہ کی سماعتوں تک پہنچ گئی۔ اس نے بے اختیار مڑ کر ان دونوں کی طرف دیکھا تو انہیں پرانے دشمنوں کی طرح آمنے سامنے کھڑا دیکھ کر گھبرا گئی اور زور سے عالیان کو پکارا۔

''خوامخواہ اس سے الجھنے کی کیا ضرورت تھی۔ بات بڑھ جاتی تو......''

سارہ اس سے الجھنے لگی تو وہ طنزیہ بولا۔

''بات بڑھ نہ جائے اسی لیے اسے اس کی اوقات یاد دلانے لگا تھا۔''

سارہ کا چہرہ کھل اٹھا۔

''وہ محض میرا نام پوچھ رہا تھا۔''

''ہر ٹکرانے والے سے تو نہیں پوچھتا ہوگا۔''

اس کا لہجہ ہنوز تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر بیٹھا تو سارہ نے اندر بیٹھ کر دروازہ زور سے بند کر کے اپنے غصے کا اظہار کیا۔

''جس طرح ہم دونوں یہاں اجنبیوں کی مانند پھرتے ہیں مجھے تو ہر کوئی تنہا ہی سمجھتا ہے۔ پھر ایسے واقعات پر اتنا غصہ کیوں؟''

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

''پہلی بات یہ کہ تم میری کزن ہو اور دوسری یہ کہ میرے نکاح میں ہو۔ ایسے میں کسی اور کا تم سے فری ہونا مجھے بالکل بھی پسند نہیں'' وہ بھی سلگ کر بولا۔

''اچھا کیا اسے بتادیا کہ میں تمہاری بیوی ہوں۔ ویسے تو کسی کو لگتا ہی نہیں۔'' وہ طنزیہ بولی۔

''جو چار دن رہ گئے ہیں وہ تمیز سے گزار اور گھر چلو۔ لندن دیکھنے کا شوق تو پورا ہوگیا ہوگا تمہارا۔

''بے اعتنائی کی حد تھی۔ سارہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں تو اس نے چہرہ پھیر لیا۔

☆☆☆

موسم کی شدت کا اثر تھا...... عالیان کا سردرد تیز بخار میں بدل گیا۔

''یا اللہ!''

وہ چکرا سی گئی۔ یہاں کے روٹس کا پتہ ہوتا تو اور بات تھی اسے تو یہاں کی ڈرائیونگ سینس بھی نہ تھی۔ کجا کسی ڈاکٹر کے پاس اسے لے جاتی۔

''میرے بیگ میں وائٹ باکس پڑا ہوگا۔ اس میں کچھ میڈیسن موجود ہیں وہ باکس نکال لاؤ۔''

عالیان کے کہنے پر وہ شکر ادا کرتی فوراً اٹھی جاکر اس کے بیگ میں سے وائٹ کلر کا باکس نکال لائی۔

''چائے بنا لاؤں۔ تمہارے لیے؟''

سارہ کو فکر ہورہی تھی۔ اثبات میں جواب پاکر وہ کچن میں آئی اور دو کپ چائے کے لیے پانی چولہے پر رکھا اس کے چائے لے کر آنے تک وہ دوائی کھا کر بے دم سا لیٹ چکا تھا۔

چائے سائیڈ پر رکھ کر وہ چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی...... وہ ستمگر تھا جسے جانے کتنے سالوں سے وہ چاہتی چلی آرہی تھی۔ پیشانی پہ بے ترتیب ہوئے بالوں اور مغرور نقوش کے ساتھ آنکھیں موندے...... سارہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

وہ آہستگی سے اس کے پاس بیٹھی اور نرمی سے اس کے بالوں کو پیشانی پر سے ہٹانے لگی۔ وہ بخار سے سلگ رہا تھا۔

سارہ نے نرم ہاتھوں سے اس کا سر دبانا شروع کردیا۔

''مجھے ماموں جان کو اطلاع کردینی چاہیے۔ ہم کچھ دن پہلے بھی تو واپس جاسکتے ہیں۔'' اس نے فکرمندی سے سوچا۔

یکدم وہ اپنے خیالات سے چونکی۔

اس کے ہاتھ پہ عالیان نے اپنا تپتا ہوا ہاتھ رکھ کے اسے روک دیا تھا۔

''ابھی سر کا مساج کروں گی تو بہت سکون ملے گا۔''

سارہ نے پیار سے کہا تو وہ نیند اور بخار کی حدت سے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا جیسے کچھ سمجھ نہ پا رہا ہو۔

''ایسے بستر پہ پڑے بالکل بھی اچھے نہیں لگ رہے۔تم تو اسی لڑتے جھگڑتے انداز میں اچھے لگتے ہو۔''

سارہ نے مسکرا کر ماحول خوشگوار کرنے کی سعی کی تھی اور دوسرے ہاتھ نرمی سے اس کے بالوں میں پھیرنے لگی

''تم جا کے سو جاؤ۔''

وہ جیسے اس کی قربت میں خود کو پا کر کمزور ہو کر گھبرا گیا۔مگر ظاہر کیے بغیر اس سے کہا تو وہ خفگی سے بولی۔

''تم یہاں بخار میں جھلس رہے ہو اور میں وہاں جا کر آرام کروں۔امپاسبل۔''

''مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔''

اس نے رکھائی سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پیچھے جھٹکا تو سارہ نے جھک کر اس کی پیشانی کو چھوا اور بے حد محبت سے بولی۔

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

''مگر مجھے تمہاری ضرورت ہے عالیان! تمہاری محبت کی ...... جو تم نے ایک محبت بھرے دل میں چھپا رکھی ہوئی ہے اور اسے رکھ کے بھول گئے ہو۔''

اس کی جسارت نے عالیان کو دنگ کر دیا۔

وہ وہیں اس کے پاس جگہ بناتے ہوئے ٹانگیں پسار کر بولی۔

''اور آج میں سوؤں گی بھی یہیں۔کیا خبر رات کو تمہیں پانی یا کسی اور شے کی ضرورت پڑ جائے۔''

وہ مسکرا رہی تھی۔

''شٹ اپ سارہ! جاؤ یہاں سے۔''

''کس سے ڈرتے ہو عالی، مجھ سے یا اپنے آپ سے؟''

''میں کسی سے نہیں ڈرتا،'' حسب توقع وہ بھڑکا۔مگر اس قدر شدید بخار نے اس کا دم خم نکال دیا تھا۔ورنہ ابھی تک اسے اٹھا کے گیسٹ روم میں پٹخ آیا ہوتا۔

"تو پھر سو جاؤ مجھے آج رات کے لیے اپنی نرس سمجھ لو اور بس۔"

سارہ نے اطمینان سے مشورہ دیا تو عالیان نے چڑ کر آنکھیں موند لیں۔ اس میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اس حالت میں اس سے لمبی چوڑی بحث کرتا۔

مگر رات کو جانے کون سا پل تھا۔ پیاس کی شدت سے اس کی آنکھ کھلی تو اس نے داہنی طرف کروٹ لی۔

وہ زور سے چونکا۔

ایک نرم گرم سا وجود اس کے بالکل پاس تھا۔

اس کے ذہن میں فوری طور پر کچھ نہ آیا کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔

عالیان نے شانے سے تھام کر اسے سیدھا کرنے کی سعی کی، ارادہ یہی تھا کہ نائٹ بلب کی روشنی میں کچھ جان سکے۔ مگر وہ نیند میں کسمسا کر اس کے بالکل قریب آ گئی عالیان نے سانس روک لی۔

"سارہ!"

اسے جھٹکا سا لگا۔ یہاں سو رہی ہے؟

عالیان نے آہستگی سے اسے پیچھے کرنا چاہا مگر وہ تو جیسے آکٹوپس کی طرح اس سے چمٹ گئی تھی۔

وہ اسے خود سے دور کرنا چاہتا تھا اسے دھتکار دینا چاہتا تھا مگر جانے یہ رات کے فسوں خیز پل تھے یا اس کی بشری کمزوری...... وہ کچھ بھی نہیں کر پایا اور جذبات کے سیل رواں میں بہتا چلا گیا۔

☆☆☆

اگلی صبح سارہ کے لیے پریشان کن تھی۔ وہ اٹھی تو عالیان کمرے میں نہیں تھا وہ فریش ہو کے واش روم سے نکلی تب بھی وہ دکھائی نہیں دیا۔ ڈرائیر سے بال خشک کرتی پونی ڈالتی وہ گیسٹ روم تک آئی۔ دروازہ کھول کے جھانکا تو خالی کمرہ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

وہ شانے اچکاتی ناشتہ بنانے کی غرض سے کچن میں چلی آئی۔ جہاں اسے عالیان کے قریب آنے کی خوشی ہو رہی تھی وہیں اس کا متوقع ردعمل سوچ کر وہ کچھ خائف بھی تھی۔ الٹے دماغ کا شخص جانے اب لفظوں کے کیسے تیر چلاتا۔

اپنا ناشتہ بنانے کے بعد اس نے موبائل سے عالیان کا نمبر ملایا۔ مگر وہ فی الحال بند مل رہا تھا۔ گہرا سانس بھرتی وہ ناشتہ کرنے لگی۔ یہاں آنے کے بعد یہ پہلا دن تھا کہ وہ یوں اس کے بغیر اور بنا بتائے گھر سے باہر گیا تھا۔

دوپہر کو بھی وہ نہیں لوٹا اور نہ ہی اس کا موبائل کوئی رسپانس دے رہا تھا۔ سارہ کا دل گھبرانے لگا

وہ ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی مگر دل کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

نگاہیں ٹی وی سکرین پر اور دماغ کہیں اور تھا۔ جب پریشانی حد سے بڑھی تو شام کے سائے بڑھتے دیکھ کر وہ دل مضبوط کرتی گھر سے باہر نکل آئی۔

''یونہی بس اگلے موڑ تک دیکھ کے آتی ہوں۔ شاید آتا ہی ہو۔'' اس نے شال لپیٹتے ہوئے خود کو تسلی دی۔

اگلے موڑ تک پہنچی اور پھر سامنے پارک کے دروازے کی طرف۔ پارک پیچھے رہ گیا اب وہ چرچ روڈ پر تھی۔ ہر چہرے کو کھوجتے وہ بیوقوفی میں فلیٹ سے کتنی دور آ گئی ہے یہ اسے اندازہ بھی نہیں تھا۔

''ہیلو بے بی! وہ تھرا سی گئی جب ایک سیاہ فام شخص دانت نکوستا ایک دم سے اس کے سامنے آ گیا''

اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی

''گھبراؤ مت ڈارلنگ! میرے پاس گھر تو نہیں مگر آج کل میں ایک پرانی ٹوٹی ہوئی لاوارث گاڑی میں رہ رہا ہوں۔مگر اس کی پچھلی نشست آرام کے لیے شاندار ہے''

وہ اپنے بھدے ہاتھ پھیلائے ٹیڑھے دانت نکوستا اسے اس اندھیرے میں ایک عفریت سا لگا۔

تب اسے احساس ہوا کہ وہ اپنی زندگی کی بڑی غلطی کر چکی ہے۔ اس پر کپکپی سی طارہ ہوگئی وہ الٹے قدموں بھاگی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اجنبی ملک میں یہ ایک عظیم غلطی تھی اور وہ اس کا خمیازہ بھگت رہی تھی۔

اپنے پیچھے بھاگتے قدموں کی آواز نے اسے تیز بھاگنے اور پھر چیخنے پر مجبور کر دیا۔

یوں اندھا دھند بھاگتے ہوئے وہ مین روڈ پہ نکل آئی جہاں روشنیوں کا راج اور ہنستے مسکراتے چہرے تھے رواں ٹریفک اور شور تھا۔ مگر وہ جانتی تھی کہ وہ بالکل تنہا ہے اور ایک سیاہ فام اس کا پیچھا کر رہا ہے۔

آنسوؤں نے اس کا دیکھنا محال کر دیا تب وہ زوردار ٹھوکر کھا کر منہ کے بل نیچے گری، اس نے بے اختیار بازو زمین پہ ٹکائے منہ تو بچ گیا مگر کہنیوں کی چوٹ نے اسے تڑپا ڈالا۔ اس پر مستزاد وہ شخص اس کے سر پر آ پہنچا۔

''یہ تم نے کیا کیا سویٹ ہارٹ! کھیل کھیل میں خود کو زخمی کر لیا۔ چلو اٹھو کہاں لے کے جانا چاہتی تھی مجھے۔ میں تیار ہوں۔ آج کی رات میری زندگی کی خوبصورت ترین رات ہوگی اور میں اسے مدتوں یاد رکھوں گا۔''

اس کے منہ سے بدبو کے بھبکے نکل رہے تھے۔ یقیناً نشے میں تھا اس لیے آس پاس گزرتے لوگوں

کی اسے کوئی پروانہ تھی۔ سارہ نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔

''اوہ میری سینڈریلا! میں تمہیں اٹھاتا ہوں اپنی بانہوں میں بھر کے۔''

وہ اپنے غلیظ ارادے کے ساتھ آگے بڑھا تو سارہ بے بس سی ہو کر مدد کے لیے چلانے لگی۔

اسی وقت شاید...... بلکہ یقیناً خدا نے اس کی دعا سن لی اور اس کی مدد کے لیے آنے والے نے اس سیاہ فام پر ٹھڈوں اور لاتوں کی بارش کر دی

وہ چوٹ کھائے کتے کی طرح بلبلاتا ہوا بھاگا اندھیری سڑک کا موڑ کاٹ گیا۔

وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے سر نیہواڑے گرد آلود سڑک پر بیٹھی رو رہی تھی۔

وہ اذیت کا شکار ہونے لگا۔ پنجوں کے بل اس کے پاس بیٹھا۔

''سارہ اٹھو۔ گھر چلیں۔''

اس نے سہارا دے کر سارہ کو کھڑا کیا۔ پھر جا کر تھوڑی دور کھڑی گاڑی تک اس کو لایا اور اسے بٹھا کر خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

وہ ابھی تک خوف کا شکار تھی۔

عالیان اسے لفٹ کے ذریعے فلیٹ تک لایا۔ اس کے آنسو بہے چلے جا رہے تھے۔

اندر آ کے وہ پھٹ پڑا جیسے جانے کتنا ضبط کر رکھا تھا۔

''ہو گیا تمہارا ایڈونچر کا شوق پورا۔ بیوقوفوں کی طرح منہ اٹھائے انجان ملک میں لور لور پھرنے والی عورتوں کو مفت کا مال ہی سمجھا جاتا ہے سارہ بی بی!''

بجائے وہ جواباً اس سے لڑتی۔ بے اختیار اسی سے لپٹ گئی۔

''میں ڈر گئی تھی عالی! تم مجھے اکیلی چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ میں خوفزدہ تھی۔ تمہارا موبائل آف تھا۔ میں نے بہت مرتبہ کال کی میں تمہیں ڈھونڈنے گئی تھی مگر وہ نیگرو۔'' وہ روتے ہوئے اسے بتا رہی تھی۔

مگر اس سیاہ فام کا ذکر آتے ہی اسے مارے دہشت کے جھرجھری سی آ گئی تھی۔ اس نے عالیان کو بھینچا تھا۔

وہ جو اس کی کلاس لینے والا تھا اس کی ذہنی حالت کا سوچ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

''یہ سب بہت خوفناک ہے عالی! مجھے لگ رہا ہے جیسے میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا اگر وہ مجھے پکڑ لیتا۔ زبردستی لے جاتا تو......''

''شٹ اپ۔ جتنی رفتار سے تم بھاگی ہو گی یقیناً نسیم حمید کا ریکارڈ توڑ دیا ہو گا۔''

اسے سامنے کرتے ہوئے عالیان نے لہجہ زبردستی بدلا اور اس کا جائزہ لیا۔

اس کے کپڑے گرد آلود تھے جس بری طرح سے وہ گری تھی اگر اس نے جیکٹ نہ پہنی ہوتی تو اس

کی کہنیاں چھل جاتیں۔ ابھی صرف اس کے گھٹنوں پر چوٹ آئی تھی۔ البتہ کہنیوں میں اٹھنے والی ٹیسیں شدید تھیں۔

''یہ سب تمہارا قصور ہے۔ تم مجھے ایسے چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ میں پریشان ہوگئی تھی پورا دن بنا رابطے کے۔'' وہ شکایتی انداز میں منہ بسور کر بولی تو اسے بالکل ٹھیک حالت میں پا کر عالیان کا غصہ بھی عود کر آیا۔

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم یوں بیوقوفوں کی طرح مجھے لندن کی سڑکوں پر ڈھونڈنے نکل گئیں بنا اس بات کی پروا کیے کہ تمہیں واپسی کا راستہ یاد رہتا ہے یا نہیں۔ اس پر مستزاد تمہارا موبائل بھی فلیٹ میں ہی تھا۔ اگر کچھ غلط ہو جاتا تو......''

''تو؟ تو پھر وعدہ کرو آئندہ مجھے ایسے اکیلے چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤ گے۔''

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تو عالیان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے نگاہ پھیری۔ اور اضطراری انداز میں پلٹ گیا۔ کیا کیا نہ یاد آ گیا تھا۔

گزری شب ان دونوں کے بیچ کے تمام فاصلے سمیٹ کے لیے گئی تھی۔ اور یہ بات عالیان کو سارا دن ملامت کرتی رہی تھی۔

''یہ کیا ہوا۔ کیوں ہوا؟'' میں جو خود کو اتنا مضبوط سمجھتا تھا اس قدر بودا نکلا۔

visit for more novels: www.urdunovelbank.com

اور ایک عورت کے ہاتھوں شکست۔ اس قدر جذبات کا غلام ہوں میں اور وہ جو عمیمہ نے طعنہ دیا تھا......وہ سچ ہونے جا رہا ہے۔ سارا دن وہ لندن کی سڑکوں پر بھٹکتا رہا تھا۔ مگر اندر سے اٹھتی آوازوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکا تھا۔

''عالیان! اتنے قریب آ کے پھر سے دور مت جاؤ پلیز'' وہ کچھ کچھ اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگاتی اس کی پشت سے آ لگی۔

اچانک سے پلٹتے ہوئے عالیان نے اسے جھٹک دیا۔

''اپنی حد میں رہو سارہ! تم جانتی ہو کہ میں بقائمی ہوش و حواس۔ تمہیں چھونے کا روادار بھی نہیں ہوں۔'' وہ تلخی سے بولا۔

''میں تمہاری بیوی ہوں عالی! فطری تعلق ہے ہمارا۔'' وہ رہ نہ سکی۔

''شٹ اپ۔ لمحوں کی کمزوری کو اپنی مرضی کا نام مت دو۔''

وہ بھڑکا اور صاف لفظوں میں جتایا کہ وہ وقتی جذباتیت کا شکار ہوا تھا اور بس......

سارہ کو اپنی توہین محسوس ہوئی تھی۔ یہ تو وقت بتائے گا عالیان کہ تمہارا اور میرا رشتہ کتنا مضبوط ہے۔

تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ کہتی وہ جا کر صوفے میں دھنس گئی۔

عالیان نے سلگتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو زیاں کا احساس اندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔

☆☆☆

دو دن کے بعد وہ پاکستان واپس آ گئے۔ اور ان دو دنوں میں عالیان نے بھولے سے بھی اسے مخاطب نہ کیا تھا۔

سکندر صاحب نے ڈرائیور سمیت گاڑی ایئر پورٹ پر بھجوادی تھی جہاز کے سفر اور ایک لمبی تھکا دینے والی ڈرائیو کے بعد وہ گھر پہنچے تو یوں جیسے دو اجنبی مسافر ایک ہی سواری میں بیٹھ گئے ہوں۔

وہ دونوں نیچے اترے ڈرائیور مستعدی سے دروازے کھولنے کے بعد ڈکی میں سے سامان نکالنے لگا۔

پاپا لاؤنج میں ہنستے ہوئے مل گئے۔

''سفر کیسا رہا؟''

''فائن پاپا''

وہ ان کی پرشفقت بانہوں کے گھیرے میں تھا۔

سارہ سے بھی وہ بہت محبت سے ملے اور پھر باتوں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا بیچ میں سارہ کی امی کا ذکر بھی آیا تو انہوں نے سارہ کے ساتھ ساتھ عالیان سے بھی بات کی۔

رات کا کھانا دونوں نے ہی گول کیا تھا کہ جہاز میں کھانا کھا چکے تھے۔

''کل سے ٹھیک روٹین شروع ہوگی۔ ابھی تو ٹائم کے مطابق حواس چل رہے ہیں۔''

سارہ نے چائے میں ان کا ساتھ ضرور دیا تھا مگر اسے نیند آ رہی تھی تو وہ معذرت کرتی کمرے کی طرف گئی جبکہ عالیان اور پاپا اب بزنس ڈسکس کرنے لگے تھے۔

وہ کمرے میں آیا تو اسے بیڈ کے بیچوں بیچ محو استراحت پا کر سلگا۔

حالانکہ وہ اول روز سے اسے بتا چکا تھا کہ بیڈ پر اس کی جگہ نہیں ہے۔ اور وہ نیچے بستر بچھا کے سوتی رہی تھی پھر اب......

''یہ مجھے کیا جتانا چاہتی ہے؟''

عالیان ٹھٹک سا گیا۔ گزرے ہوئے کئی پل بھی نگاہوں میں پھر گئے جو اسے کمزور بنا گئے تھے۔

''غلطی ایک بار ہوتی ہے سارہ بیگم! بار بار نہیں۔'' وہ استہزائیہ انداز میں سوچتا کپڑے تبدیل کرنے کے لیے واش روم میں چلا گیا۔

اپنی اس بشری کمزوری پر وہ اس قدر ڈسٹرب رہا تھا۔ اس روز وہ واقعی سارہ کو چھوڑ کے کہیں بھاگ جانا چاہتا تھا وہ واپس آیا اور چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر جھک کر اس کو بازو سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

اس افتاد پر وہ ہڑبڑا اٹھی۔

''کیا ہوا؟''

اس کی آنکھوں میں کچی نیند کا گلابی پن بھرا ہوا تھا۔ عالیان نے بے اختیار خود کو کمزور پڑتا محسوس کیا

''میں نے سونا ہے۔''

وہ اکھڑے لہجے میں بولا تو اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

''تو سو جاؤ میں نے کب منع کیا ہے۔''

''یہ میرا بستر ہے۔''

وہ جتانے والے انداز میں بولا تو سارہ نے بھی اسی کے انداز میں گویا اسے یاد دلایا۔

''اور میں تمہاری بیوی ہوں۔''

''زبردستی کے رشتوں کو میں نہیں مانتا۔''

اس نے بے رخی سے کہا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''کیوں اپنی زندگی برباد کر رہے ہو عالی! خوامخواہ کا روگ لگا کے بیٹھے ہو کسی ایسی لڑکی کے لیے جو اپنی زندگی میں کسی کے ساتھ خوش اور مطمئن ہو گی۔''

سارہ نے بڑے ضبط کے ساتھ اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ بھڑک اٹھا۔

''وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتی۔ سمجھیں تم۔ وہ تمام عمر ایسے ہی گزار دے گی اور پھر وہ آئے گی یہ دیکھنے کہ میں اپنی محبت میں کتنا سچا تھا۔

تم کیا جانو کہ وہ میرے بھائی سے کتنی محبت کرتی تھی وہ تو اس کے نام پہ ساری زندگی گزار دے گی مگر کسی دوسرے سے محبت نہ کر پائے گی۔''

''اور میں......'' میں نے جو محبت کی ہے تم سے اس کا کیا؟

''وہ تمہارا سر درد ہے۔ میں نے تمہیں اس کا انجام پہلے ہی بتا دیا تھا۔ مگر تم خود ہی تھپڑ کھانے کے شوق میں یہاں چلی آئیں۔''

وہ تمسخرانہ انداز میں بولا تو وہ تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اگر تم نے واقعی میں کسی سے محبت کی ہوتی تو ٹھکرائے جانے کی اذیت سے بھی واقف ہوتے۔

تمہیں تو قدر ہی نہیں ہے محبت کی عالیان! تم کیا کسی سے محبت کرو۔ تمہارا جذبہ صرف وقتی کشش ہوگا۔ اسی لیے تو اس پہ اثر نہیں ہوا۔''

''تو تمہاری محبت نے کون سا مجھ پر اثر کرلیا؟''اس کشش کا دورانیہ کیا ہے؟

''یہ تو تمہیں وقت ہی بتائے گا عالیان! میری محبت تو تمہارے تھپڑ کھانے کے بعد بھی کم نہیں ہوئی تھی۔''اس نے بڑے حوصلے سے کہا۔

''تم نے صرف اپنے دل کی خواہش کو پورا کیا ہے اور بس''

وہ تنفر سے پر لہجے میں بولا تو چند ثانیے تاسف سے اسے دیکھنے کے بعد سارہ نے کروٹ بدل لی۔

عالیان نے لب بھینچے۔

اب وہ اسے اٹھا کے نیچے تو پھینک نہیں سکتا تھا بے زار کن سوچلیں لیے وہ لائٹ آف کر کے زیرو بلب جلا کر اپنی جگہ پر آلیٹا۔

☆☆☆

اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ آفس سے گھر پہنچے گا تو اس ہستی کو اپنے سامنے پائے گا۔

پاپا اس سے پہلے گھر آتے تھے اور وہ ان ہی کے ساتھ بیٹھی گپیں لڑا رہی تھی۔

''عمیمہ''وہ ساکت ہی تو رہ گیا تھا۔

(تو یہ ذلت بھی ہو کر ہی رہنی تھی)

''یہ لو عالیان بھی آ گیا......''

پاپا نے اسے لاؤنج کے سرے پر جما کھڑا دیکھ کر اونچی آواز میں اسے مطلع کیا تو وہ تیزی سے کھڑے ہوتے ہوئے پلٹی اور پھر کھل کے مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھی۔

''ہیلو ینگ مین!''اس نے عالیان کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

وہ جانتی نہیں تھی اور جان بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ ٹوٹ پھوٹ کے کس عمل سے گزر رہا ہے۔

ٹرانس کی سی کیفیت میں اس نے عمیمہ سے ہاتھ ملایا۔

وہ کیا کہہ رہی تھی۔ کیا بتا رہی تھی اس کی ساعتیں کچھ بھی سن نہ پا رہی تھیں۔ وہ محض اس کے ہلتے لبوں کو دیکھ رہا تھا۔

گزرے سالوں میں وہ ڈھلنے کے بجائے مزید فریش اور خوبصورت ہوگئی تھی یوں جیسے کسی بھی غم نے اسے چھوا ہی نہ ہوا ہو۔

(یا شاید غم ہی نے اسے چھو کر کندن کر دیا ہے)

وہ پتہ نہیں کیا کیا سوچ رہا تھا اور اس دوران وہ قطعاً نہیں جان پایا کہ سائیڈ والے صوفے پر بیٹھی سارہ کیا کیا اندازے لگا رہی ہے۔

اور یہ پہلے ہی دن کی جھجک تھی۔

عمیمہ کے انداز بے تکلفانہ اور اپنائیت بھرے تھے کہ عالیان کا خود پر چڑھایا خشک و بدمزاجی کا خول خود بخود چیخ گیا۔ اور اندر سے نکلنے والا عالیان اصل عالیان سکندر تھا۔

خوش مزاج، برجستہ گفتگو کرنے والا اور......

اور عمیمہ سے محبت کا دعویدار۔

☆☆☆

اس نے عمیمہ سے ایک لفظ نہ پوچھا تھا کہ وہ کہاں رہی تھی کیا کرتی رہی۔ اسے خوشی تھی تو فقط یہ کہ وہ اسے کے پاس لوٹ آئی تھی اور بس....

''بالآخر اسے میری محبت کھینچ ہی لائی۔'' وہ خوش ہو کے سوچتا مگر جب سارہ کو دیکھتا تو اسے ملال گھیرنے لگتا کہ اسے اتنی آسانی سے اس شادی کے لیے ہار نہیں ماننا چاہیے تھی۔

آج کل اس کا سارا وقت عمیمہ کے لیے تھا اور بس۔ اور سارہ بچی نہیں تھی کے عالیان کے انداز نہ پہچانتی۔ یہ تو محبت کرنے والوں کے انداز ہوتے ہیں جو عالیان کے عمیمہ کے لیے تھے۔

visit for more novels: www.urdunovelbank.com

وہ بے اختیار اس کی طرف دیکھتا اس کی باتوں پر ہنستا اور ہر بات پر اس کی رضا کو ترجیح دیتا تھا۔

سارہ ششدر ہی تو رہ گئی تھی۔ وہ کبھی خواب میں بھی نہ سوچ سکتی تھی کہ عالیان کی محبت عمیمہ ہوگی۔

''اور اب یہ واپس آ گئی ہے...... یہ تو عالیان کو ٹھکرا گئی تھی پھر اب؟ اس گھر سے بھلا اس کا کیا رشتہ باقی رہ گیا تھا۔ مرنے والا مر گیا۔ اور عالیان سے اس کا کوئی ایسا ویسا تعلق نہ تھا تو پھر اب اتنے سالوں کے بعد؟''

وہ دونوں صبح واک کے لیے جاتے۔ واک اکٹھے کرتے، تفریح کے پروگرامز بنتے حالانکہ سارہ بھی ہوتی مگر نہ ہونے کے برابر۔

''اتنا بولتے ہو عالی! اسے بولنا نہیں سکھایا بہت باتونی ہوا کرتی تھی۔''

عمیمہ اسے ٹوکتی مگر وہ ہنس کے یوں ٹالتا جیسے اس کی کوئی اہمیت نہ ہو۔

اور اسے چاہنے والی۔ بہت کانفیڈنٹ اور بولڈ سارہ اس مقام پہ آ کے ایک خوفزدہ سی لڑکی بن گئی تھی، بالکل ڈرپوک۔

(تو کیا اب یہ مجھے چھوڑنے والا ہے؟)

وہ عمیمہ کے انداز اور رویے کا بھی باریکی سے جائزہ لیتی کہیں اسے تو عالیان کی محبت نہیں گھیر لائی۔
وہ بھی تو عالیان کو بہت چاہتی تھی۔ ایک دیور کے رشتے سے سہی مگر ماضی میں وہ اس کے بہت نخرے اٹھایا کرتی تھی اور وہی محبت اس کے انداز سے اب بھی جھلک رہی تھی۔
سارہ کا دل ڈوب ڈوب گیا۔

☆☆☆

الحمرا میں نیو ٹیلنٹ کی پینٹنگز کی نمائش تھی۔
''سارہ بھی ہمارے ساتھ چلے گی۔'' عمیمہ نے سنتے ہی کہا۔
پاپا ابھی آفس کے لیے نکلے تھے۔
سارہ کچھ کہے بنا خاموشی سے برتن اکٹھے کرنے لگی۔
''یہ کیا کرے گی وہاں جاکر۔ اسے تو تجریدی آرٹ کی ذرا بھی شد بد نہیں۔ تصویر الٹی بھی لگا دو تو اسے پتہ نہیں چلے گا۔'' وہ مذاق اڑانے لگا۔
''کم آن عالی! میں دیکھ رہی ہوں تم سارہ پر بڑا رعب ڈالتے ہو اور جہاں تک سارہ کو میں جانتی ہوں وہ پیار اور لحاظ میں برداشت کرجاتی ہے ورنہ وہ بولڈ اور حساس طبیعت کی لڑکی ہے یہ تمہیں بھی پتہ ہے۔
''

عمیمہ نے سنجیدگی سے اسے جھڑکا۔
''تو نہ کرے برداشت۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' وہ لاپروائی سے بولا۔
عمیمہ نے بغور اسے دیکھا۔ اس کی گفتگو سے لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ ابھی ابھی ہنی مون سے لوٹا ہے بلکہ سارہ اور اس کے سرد مہر سے تعلقات اسے کئی دنوں سے کھٹک رہے تھے۔ ان کی آپس میں بات چیت نہ ہونے کے برابر تھی۔
''فرق پڑنا چاہیے عالیان! وہ تمہاری بیوی ہے۔'' عمیمہ نے اسے ٹوک دیا۔
''اوفوہ۔ آپ اپنی بات کریں چل رہی ہیں شام کو؟'' وہ ٹال گیا۔
''ہوں۔'' عمیمہ کی پیشانی شکن آلود تھی۔ اسے بہت کچھ غلط ہونے کا احساس ہونے لگا تھا۔

☆☆☆

اس نے پہلی فرصت میں سارہ کو پکڑا۔
''تم نے عالیان کو اتنی چھوٹ کیوں دے رکھی ہے؟''
''جس نے باگیں تڑوانی ہوں تڑوالیتا ہے، چھوٹ دینے نہ دینے سے فرق نہیں پڑتا۔''

سارہ کا لہجہ اس کی طرح ہلکا پھلکا نہیں تھا۔ اس نے گہری سانس بھری۔

''اگر ایسی بات تھی تو شادی کیوں کی تم دونوں نے؟''

''ہم دونوں ہی مجبور تھے۔''

وہ قدرے توقف کے بعد بولی تو سارہ کی نگاہوں میں تحیر اتر آیا۔

''کیسی مجبوری؟''

''میں اپنے دل کے ہاتھوں اور وہ شاید ماموں جان کے......'' سارہ شکست خوردہ آواز میں بولی۔

''اوہ۔''

عمیمہ نے ہمدردی سے اسے دیکھا۔

''عالیان تو بہت محبت کرنے والا لڑکا ہے تم نے اسے بدل کیوں نہ دیا۔ بہت قدر کرے گا تمہاری۔''

عمیمہ نے کہا تو وہ اسے عجیب سے نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''پہلے تو شاید تبدیل ہو ہی جاتا مگر اب مجھے توقع نہیں رہی۔''

''کیوں اب کیا ہے؟''

عمیمہ نے پوچھا تو وہ اندر سلگی۔ اسے عمیمہ کی لاعلمی، ایکٹنگ لگ رہی تھی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کسی سے محبت کرتا تھا۔'' سارہ نے ایک دم سے حملہ کیا تو وہ لحظہ بھر کو چپ رہ گئی۔ پھر محتاط انداز میں بولی۔

''کرتا تھا ماضی کی باتوں کو ماضی کے ساتھ دفنا دینا چاہیے۔'' ''مگر وہ اب بھی اس محبت کو اپنے جذبوں کا پانی دیئے جا رہا ہے۔ سارہ نے دھماکہ ہی کر دیا۔

''جیسے اس کی محبت نے اس کے منہ پر تھپڑ مارے ویسے ہی وہ میری محبت کے منہ پر بھی مارنا چاہتا ہے اور جیسے وہ اسے چھوڑ گئی شاید ویسے ہی وہ مجھے بھی......'' وہ دکھ کے مارے سسک اٹھی۔

''نہیں...... بالکل نہیں۔ وہ ایسا نہیں کرے گا۔'' عمیمہ نے اضطرابی انداز میں کہا۔

''آپ...... وہ آپ ہی ہیں نا؟''

سارہ نے آنسوؤں بھری آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے اسے سن کر ڈالا تھا۔

عمیمہ کو اپنا آپ صلیب پہ لٹکا ہوا محسوس ہوا۔

''آپ کیوں آئی ہیں یہاں پر، اسے مجھ سے چھیننے؟'' وہ بدگمانی کی انتہاء پر تھی۔

''سارہ......'' وہ بے اختیار بلند لہجے میں اسے ٹوک گئی مگر وہ خود پر مزید قابو نہیں رکھ سکتی تھی۔

''آپ تو چلی گئی تھیں اسے چھوڑ کے تو اب پھر سے کیوں آ گئی ہیں۔ اس کے سامنے۔ وہ ٹھہرا ہونے والا تھا مگر آپ کی وجہ سے ہم پھر سے میلوں کے فاصلے پر آ گئے ہیں۔''

''اوہ مائی گاڈ!'' عمیمہ کو غصہ آنے لگا۔

''وہ اگر بیوقوف ہے تو تم اس سے زیادہ بیوقوف ہو۔'' اب کی بار اس نے بھی تیز آواز میں کہا تو سارہ نے سر جھٹکا۔

''دیکھو! بچہ اگر جلتے کوئلے کو پکڑنے کی ضد کرے تو اسے پورا نہیں کیا جا سکتا۔ بچہ چاہے کتنا ہی لاڈلا کیوں نہ ہو۔ عالیان کا بھی وہی حال ہے، مگر وہ وقت تو بیت گیا۔ اور یقین کرو میں نے تو اس کی بیوقوفی کو یاد تک نہیں رکھا۔ وگرنہ اک بار جانے کے بعد یہاں کبھی نہ آتی۔''

عمیمہ کو یوں صفائیاں پیش کرنے کی عادت نہ تھی۔ اسے عجیب تو لگ رہا تھا مگر ان حالات میں اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

''مگر آپ کے یوں چلے آنے سے وہ پھر اسی وقت میں لوٹ گیا ہے۔ آپ کو محسوس نہیں ہوتے اس کے بے اختیار انداز۔ اس کے وہ قہقہے جو پچھلے کئی برسوں سے ہم نے سنے نہیں تھے وہ ان چند دنوں میں سن لیے۔''

وہ سخت برگشتہ تھی۔ اس سے خفا تھی۔

اور ادھر عمیمہ کو پہلی بار اپنی یہاں آمد پر افسوس ہوا۔ ورنہ اتنے دنوں سے وہ بہت خوش تھی۔ اپنے پرانے کمرے میں سوتی۔

پاپا کے ساتھ گپیں لڑاتی۔ عالیان کے ساتھ سیر و تفریح کے پروگرامز میں شریک ہوتی۔ وہ اپنا ہر دکھ ہر تکلیف جیسے کہیں پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

مگر آگے جو مسئلہ کھڑا ہو گیا، وہ بہت گنجلک تھا۔

وہ قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی قصوروار ٹھہرائی جا رہی تھی۔ اس پر مستزاد اپنی صفائیاں پیش کرنے کا مطلب تھا مخالف کو مزید شیر کرنا۔ اس کے اندر کی عمیمہ پورے طمطراق سے جاگی۔

''تم جو کچھ سوچتی ہو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں سارہ! اور میں تم سے مزید کوئی بحث نہیں کرنا چاہتی کیونکہ میں جان گئی ہوں یہاں محض لفظوں سے بات بننے والی نہیں۔'' وہ اس سے محض اتنا کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے اپنے پیچھے سارہ کے چلانے کی آواز سنی۔

''آپ کیوں نہیں چلی جاتیں۔ اسے چھوڑ کر۔ میں جلد یا بدیر اسے اپنا لوں گی۔ مگر آپ اس کے دل سے اپنا سایہ ہٹائیں بھی تو......''

وہ ایک کرب کے عالم میں جا کر اپنے کمرے میں سوگئی۔

☆☆☆

''عمیمہ کہاں ہیں؟'' عالیان نے آتے ہی پوچھا۔

''آج میں نے ایک نئی تھائی ڈش ٹرائی کی ہے عالیان! تمہیں پسند ہے نا''

وہ اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔ تو وہ اسے گھورتے ہوئے کمرے کی طرف پلٹ آیا۔

سارہ تیز قدموں سے اس کے پیچھے آئی۔ وہ اپنا کوٹ اتار رہا تھا۔

''لاؤ میں ہینگ کردوں۔'' وہ آگے بڑھی۔

''اپنی حد میں رہو سارہ! میں تمہیں بتادوں۔'' وہ سرد مہری سے اسے وہیں روک گیا۔

''میاں بیوی کے تعلق کی کوئی حد نہیں ہوتی عالیان! خدا کے بنائے رشتے پر اپنی حدود لاگو مت کرو۔''

وہ نرمی سے بولی۔ وہ اس کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ خود اپنا کوٹ الماری میں ہینگ کر چکا تھا۔

''عمیمہ کہاں ہیں؟'' اس نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔ سارہ نے بمشکل اپنی ناگواری پر قابو پاتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''میں کون سا ان کی سیکرٹری ہوں۔'' یہیں کہیں ہونگی۔

''واٹ؟'' وہ جیسے اچھل ہی پڑا۔

''یہ سلوک ہے تمہارا گھر آئے مہمان کیساتھ۔''

سارہ سلگ اٹھی۔

''مہمان کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی فکر ہے تمہیں۔ کیا اللہ کے ہاں، بیوی کے ساتھ کیے سلوک کا نہیں پوچھا جائے گا؟''

وہ طنزیہ بولی تو وہ اسے گھورنے لگا۔

وہ ایک دم سے غصہ بھول کر مسکرانے لگی۔

''اچھی لگ رہی ہوں نا! بلیو کلر تمہارا پسندیدہ ہے۔''

اور وہ واقعی بلیو کلر کے جدید تراش کی لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں اچھی لگ رہی تھی۔

عالیان کی نگاہ بے اختیار ہی بھٹکی۔

سارہ کے لیے اس کی اتنی ہی نرمی بہت تھی۔ فوراً اس کے قریب آ گئی۔

اس کے وجود سے اٹھنے والی تیز مگر دلکش سی خوشبو نے عالیان کا گھیراؤ کرلیا۔

یہ خوشبو۔ یہ لمس۔ یہ گداز سراپا......

عالیان کو لندن کی رات یاد آئی۔

وہ بہتا گنگناتا جھرنا نہیں۔ شوریدہ سر تند و تیز ندی تھی۔

پاس آتی تو ایسے ہی اسے بہالے جاتی۔ خس و خاشاک کی مانند۔ درحقیقت وہ سارہ کو ناپسند نہیں کرتا تھا۔ وہ خوبصورت تھی اس سے محبت کرتی تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اس کی منکوحہ بیوی تھی۔

تو پھر عمیمہ؟ وہ کون تھی اس کی۔ وہ کیوں ٹھکراتا تھا سارہ کو۔ کیا صرف اس لیے کہ عمیمہ کا تجزیہ درست ثابت نہ ہو جائے۔ یا پھر اس بچکانہ محبت کے سچے پن کو ثابت کرنے کیلئے؟

اسی وقت اس کا موبائل بج اٹھا تو وہ چونک کر حواس میں لوٹا سارہ کو پیچھے ہٹاتے ہوئے اس نے موبائل کان سے لگایا۔

''وعلیکم السلام! میں گھر آ چکا ہوں۔ آپ کہاں ہیں دکھائی نہیں دیں۔''

وہ یقیناً عمیمہ ہی سے محوِ گفتگو تھا سارہ کا تن بدن ان دیکھی آگ میں جل اٹھا۔

بات کرتے کرتے وہ اسے یکسر نظر انداز کرتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ کچھ خیال آنے پر سارہ اس کے پیچھے لپکی۔

وہ عمیمہ کے کمرے میں دستک دے کر داخل ہو رہا تھا۔

اسے اپنا سوٹ کیس پیک کرتے دیکھ کر نا سمجھی سے دیکھنے لگا۔

''میں نے سوچا بہت ہوگئی سیر و تفریح اب لوٹنا چاہیے۔'' وہ لہجے میں بشاشت بھرتے ہوئے بولی۔

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔ ابھی تو بہت سے پروگرامز باقی ہیں۔'' وہ بے یقینی سے بولا۔

''پھر سہی۔ یار زندہ صحبت باقی۔'' لاپروائی سے کہتے ہوئے عمیمہ نے قمیص تہہ کر کے سلیقے سے سوٹ کیس میں جمائی۔

''آپ مت جائیں۔ یہیں رہ جائیں ہمارے پاس۔''

عالیان نے کہا تو بے اختیار عمیمہ کو بیس برس کی عمر کا وہ لڑکا یاد آنے لگا۔ اس سے بیوقوفانہ محبت کا دعویدار۔ وہ ہنس دی۔

''نہ بابا! میں کچھ دن اور یہاں رہی تو نظر لگ جائے گی تم دونوں کی جوڑی کو۔ اتنے خوبصورت لگتے ہو ماشاءاللہ۔'' عالیان نے اس کے چہرے پر تمسخر اور طنز کھوجنا چاہا۔ مگر وہاں ایسا کچھ نہیں تھا۔

''یہ شادی میری مجبوری تھی عمیمہ! اگر آپ میرے کانٹیکٹ میں ہوتیں تو میں کبھی بھی یہ شادی نہ کرتا۔ میں آپ کو یہ کہنے کا موقع کبھی نہ دیتا کہ دیکھا مجھ سے محبت کرنے کا دعوے دار اب اپنی بیوی کے ساتھ کتنا خوش ہے۔'' وہ جذباتی ہوا۔

عمیمہ ہنسی اور ہنستی چلی گئی۔ پھر ہتھیلیوں سے آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی۔

''تم ابھی اتنے ہی بیوقوف ہو عالی! میں کیوں کہوں گی بھلا ایسا۔ اور میں تو جب سے اس گھر میں بیاہ کے آئی تھی تب سے سارہ کا اور تمہارا نام اکٹھے سنا تھا پھر مجھے کوئی ابہام کیسے ہوتا؟''

''فیضان بھائی کو آپ سے محبت تھی اور مجھے فیضان بھائی سے۔ میں آپ کو یہاں سے روتے ہوئے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں روک لینا چاہتا تھا آپ کو کیسے بھی سہی۔'' وہ بے بسی سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے بولا۔

''اور اس کا تمہیں وہ بیوقوفانہ طریقہ ہی ملا۔ مجھے پروپوز کرنے کا اور میں نے کتنا شاندار جواب دیا تھا تمہیں۔'' وہ زور سے ہنسی۔

''میں اب بھی آپ سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا تو وہ سنجیدہ ہوگئی۔

''اور سارہ! ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کے بتاؤ۔'' اس کی کیا جگہ ہے تمہاری زندگی میں؟

اور باہر کان لگائے کھڑی سارہ کا رواں رواں جیسے کان بن گیا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

عالیان سے نگاہ ملانی مشکل ہوئی۔

مگر وہ عمیمہ سے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔

''اس کی میری زندگی میں اہمیت مسلم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ آہستہ آہستہ میرے دل و دماغ پر قابض ہو رہی ہے مگر میں آپ سے......''

''مجھ سے کیا؟ مجھ سے بھی شادی کرو گے؟'' وہ پھر سے ہنسی جیسے اسکا مذاق اڑایا ہو۔

''اسٹوپڈ۔ یہاں سے جانے کے سال بھر بعد ہی پاپا نے میری شادی کردی تھی۔''

اس نے انتہائی اطمینان سے دھماکہ کیا تو وہ انتہائی بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

عمیمہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''اور ابھی میں اس سے لڑ کے یہاں آئی ہوں۔ پاپا کے پاس جاتی تو وہ سیدھا مجھے وہیں بھیج دیتے۔ اب ذرا موصوف ناک رگڑنے پر آمادہ ہوئے ہیں تو میں نے سوچا کہ اس سے زیادہ کیا ستانا۔''

''آپ......آپ نے شادی کرلی تھی؟''

وہ متحیر بلکہ بے یقینی کے عالم میں تھا۔

''زندگی محض کسی کی یادوں کے سہارے گزاری نہیں جاسکتی عالیان! والدین ساری عمر تو میرے ساتھ نہ رہتے۔''

وہ پریکٹیکل ہونے کا مظاہرہ کررہی تھی۔

عالیان کے ذہن کی گرہ یکلخت کھلی۔

یہ تو بہت عام سی لڑکی نکلی۔ یہ وہ عمیمہ تو نہ تھی جو سارا دن فیضان کی تصویر سے باتیں کرتے وقت گزار دیتی تھی۔ اس کے کپڑوں کو استری کر کر کے خوامخواہ الماری میں لٹکاتی اور کبھی تہہ کر کے رکھتی۔ اس کے جوتے پالش کرتے۔ جیسے وہ زندہ ہو اور کسی بھی وقت لوٹ آئے گا۔

یہی سب تھا جس نے عالیان سکندر کو باندھ دیا اسے فیضان اور عمیمہ کے رشتے بلکہ ان کی محبت کے انداز سے محبت ہوگئی تھی۔

اور اب......

''ابھی تم مجھے ایئر پورٹ پر چھوڑ کے آؤ گے فوراً اس نے میری سیٹ کنفرم کرادی ہے۔ اور میں اس کو خفا نہیں کرنا چاہتی۔''

تحکمانہ انداز میں بولتی عالیان کو کہیں سے بھی خاص عمیمہ نہیں لگی جس کے سحر میں وہ برسوں سے جکڑا ہوا تھا۔

اس کے عام پن نے ایک لمحہ لگایا تھا ان زنجیروں کو توڑنے میں۔

''او کے۔ میں فریش ہو کے آتا ہوں۔'' وہ بیزار انداز میں کہتا واپس پلٹا۔ سارہ بجلی کی سی تیزی سے وہاں سے ہٹ گئی۔

☆☆☆

وہ اسے ایئر پورٹ چھوڑنے آیا تھا۔ مسافر جانے لگے۔ اندر جانے سے پہلے وہ لمحہ بھر کے لیے رکی۔

''آئم سوری عالیان! مگر میری کسی بات سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو۔ میں اپنی زندگی میں بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ کم از کم آج تک کل کا پتہ نہیں۔ سارہ بہت اچھی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم سے محبت کرتی ہے اس کی قدر کرو۔ اسے بکھرنے مت دینا۔ اور میرے لیے دعا کرنا۔''

اس کے لب کپکپا اٹھے تو آنکھوں کی نمی چھپانے کے لیے اس نے تیزی سے سن گلاسز لگائے اور خدا حافظ کہتی اپنا سوٹ کیس دھکیلتی اندر چلی گئی۔

عالیان کتنی ہی دیر خالی الذہنی کیفیت میں کھڑا رہ جانے والے راستے کو دیکھتا رہا۔

☆☆☆

پاپا نے آتے ہی عمیمہ کا پوچھا اور پھر خفا ہونے لگے۔

”بہت بے وفا لڑکی ہے مجھ سے مل کے تو جاتی۔ خیر فون پر خبر لوں گا اس کی۔“

”وہ کہہ رہی تھیں جانا بہت ضروری ہے ان کے شوہر نے شاید سیٹ کنفرم کرادی تھی۔“ سارہ بے حد مطمئن اور شاد تھی۔

عمیمہ کے معلق اس کے خدشات بے جا نکلے تھے۔

پاپا ٹھٹکے۔ ”کس کے شوہر نے؟“

”عمیمہ بھابھی کے“

وہ ان کا کوٹ لے کر اپنے بازو پہ ڈالتے ہوئے مسکرائی۔

”بیوقوف۔ فیضان کے بعد تو اس نے شادی کی ہی نہیں۔ دس سال ہوگئے ہیں اسے فیضان کے نام پہ بیٹھے۔“ وہ دکھ بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولے تو سارہ ششدر رہ گئی۔

”وہ......وہ تو کہہ رہی تھیں کہ ناراض ہو کے یہاں۔“

وہ الفاظ بھولنے لگے۔

”ہاں ناراض ہو کے ہی آئی تھی اپنے باپ سے وہ لوگ اس پہ دوسری شادی کرنے کے لیے زور دے رہے ہیں، مگر وہ فیضان کو بھول نہیں پارہی بات بڑھی تو وہ بھاگ کے یہاں آ گئی۔ اب شاید وہ اس کی بات مان گئے ہوں۔“

وہ کہہ رہے تھے اور سارہ کی پیشانی عرق آلود ہو رہی تھی۔

(تو وہ سب عالیان کو خود سے متنفر کرنے کے لیے اور میں نے کیا کیا نہیں کہہ دیا ان سے......)

وہ ان کا کوٹ بیڈ پہ ڈالتی خود کو جیسے گھسیٹتی ہوئی باہر لے آئی۔

”آئم سوری عمیمہ! میں آپ کو اتنا غلط سمجھی۔“

آنکھوں میں آئی نمی کے ساتھ اس نے اپنا پیغام ہواؤں کے سپرد کیا تھا۔

عالیان تو بے حد نارمل تھا۔

سارہ نے اس کے چہرے پر کچھ کھوجنا چاہا۔

”کیا دیکھ رہی ہو؟“

اس نے ایک دم سے اس کی چوری پکڑی تو وہ خفیف سی ہوگئی۔

”عمیمہ چلی گئیں؟“

visit for more novels: www.urdunovelbank.com

''ہاں۔''اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے سارہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے مقابل کیا۔

''آئم سوری سارہ!''

سارہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ یہ عالیان سکندر ہی تھا۔

''بعض اوقات زندگی میں کچھ ایسے لوگ ملتے ہیں جن کے چہروں پر اچھائی اور عظمت کے اتنے خوبصورت نقاب ہوتے ہیں کہ ہم بے اختیار ان سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ انہیں اپنا آئیڈیل ماننے لگتے ہیں مگر جب وہ نقاب سرکتا ہے تو آئیڈیلزم کا بھوت دم دبا کے بھاگ جاتا ہے......بس یہی سمجھ لو۔ اک ذرا الفت سی ہوگئی تھی اور بس......'' وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔

سارہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ (آپ ہمیشہ یاد رہیں گی عمیمہ!)

''میں نے تمہیں تھپڑ مارے تھے۔ وہ یاد آگئے ہوں گے؟ وہ ایک دم سے بولا تو اسے بے اختیار ہنسی آگئی۔''

''یہاں......اور یہاں''

وہ اس کی طرف جھکا تو سارہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

''بس اتنی ہی ہمت تھی۔ میرے میدان میں آتے ہی بھاگ اٹھیں'' وہ مسکرا رہا تھا۔

سارہ مسکراتی ہوئی اس کے شانے سے آلگی۔

''مجھے عمیمہ بہت یاد آئیں گی۔ شاید تمام عمر......'' وہ اداسی سے بولی۔

''وہ کیوں؟'' وہ حیران ہوا۔

''بس یونہی۔ ان سے الفت سی ہوگئی ہے۔''

سارہ کا دل عمیمہ کی حقیقی خوشیوں کے لیے دعا گو تھا۔

☆............☆............☆

میرے ہمدم میرے دوست

''آخر تم بولتی کیوں نہیں اپنے باپ سے کہ تمہیں اس شادی پہ اعتراض ہے۔''

ماما بھی اسی پہ چڑھ دوڑی تھیں اور وہ بلک کے رودی۔ باپ کی لاڈلی تھی، پر منہ پھٹ نہیں تھی اور نہ ہی اتنی بے دید و بدلحاظ کہ ان کے سامنے جا کھڑی ہوتی۔ البتہ ماما سے کہہ دیا کہ اس کا اعتراض پاپا تک پہنچادیں۔ اور اسی رات پاپا کے حضور جواب طلبی بھی ہوگئی۔

وہ بہت اعتماد کے ساتھ ان کے کمرے میں گئی۔ ماما ایک طرف منہ پھلائے بیٹھی تھیں۔ یقیناً وہ پاپا کے ساتھ لاحاصل بحث کر کے منہ کی کھاچکی تھیں۔ ہانیہ کا دل ڈوب سا گیا۔

پاپا نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے اپنے سامنے بیڈ پر بیٹھنے کا کہا تو وہ ایک نظر ماما کے خفگی سے پر چہرے کو دیکھنے کے بعد پاپا کے سامنے بیٹھ گئی۔

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

''اسٹڈیز کیسی جارہی ہیں تمہاری؟'' یہ تمہید تھی ہانیہ نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''ٹھیک پاپا......''

''اور......آگے کا کیا سوچا تم نے۔ آئی مین ماسٹر کے بعد؟'' انہوں نے بات جاری رکھی۔ ہانیہ نے محتاط لفظوں کا سہارا لیا۔

''میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں پاپا!'' اس نے امید بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔ پھر ایک نظر ماما پر ڈالی تو انہوں نے ہلکے سے اثبات میں سر ہلا کر گویا اسی لائن کو آگے بڑھانے کا اشارہ کیا۔

''اور پاپا! آپ نے میری ہر بات مانی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی خواہش بھی نہیں ٹالی۔ میری ہی نہیں، زونیہ اور سعدیہ آپی کی بھی۔ آئی ہوپ! آپ مجھے میرے فیوچر کا فیصلہ کرنے کا حق بھی دیں گے۔'' اس نے ذو معنی بات کی۔ نہ کہتے ہوئے بھی سب کہہ گئی۔

پاپا خاموش ہوگئے۔ ہانیہ کا دل کانوں میں دھڑکنے لگا۔ اس نے دزدیدہ نظروں سے پاپا کو دیکھا۔

وہ جیسے کسی سوچ میں گم تھے، پھر گہری سانس بھر کے مسکرائے۔

''اوکے......تم جتنا جی چاہے پڑھو۔ چاہے تو جاب بھی کر لینا۔ میں تمہیں کبھی نہیں روکوں گا مگر اس کے بدلے آج پہلی بار تم سے ایک فرمائش کرنا چاہتا ہوں، تو کیا میری بیٹی وہ فرمائش پوری کرے گی؟''

''اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور پاپا......'' وہ برافروختہ سی ہونے لگی۔ پاپا نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ ملائمت سے اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھاما اور ہونٹوں سے چھولیا۔ ہانیہ کا دل موم ہونے لگا۔

''میری عزت، میرا وقار میری زبان سب تم ہی سے ہے ہانی!'' پاپا نے بات کیا شروع کی اپنی عزت کا سارا بار ہی اس کے سر پر رکھ دیا۔

''اسے ایموشنلی بلیک میل مت کرو وقار'' ماما نے تیز لہجے میں کہا۔

''تم چپ رہو ثمینہ! جیسے میں سعدیہ اور زونیہ کی مرتبہ چپ رہا تھا۔'' پاپا نے سرد انداز میں انہیں خاموش کروا دیا اور ہانیہ کو لگ رہا تھا کہ وہ کسی شکنجے میں پھنسنے والی ہے اور اس سوچ کے ساتھ ہی اس کی سانس رکنے لگی۔

''میں چاہتا ہوں کہ تمہاری میرڈ لائف بہت اچھی اور کامیاب ہو ہانی! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ سعدیہ اور زونیہ کے رشتوں پر میں دل سے راضی نہیں تھا مگر تمہاری ماں اور بہنوں کی بے جا ضد کے آگے میں ہار مان گیا۔''

''تو کیا غلط ضد کی تھی ہم نے؟ عیش کر رہی ہے سعدیہ اور زونیہ کے سسرال والوں کا بھی شہر میں اونچا نام ہے۔'' ماما پھر سے ضبط کھو بیٹھیں۔

''اگر تم خاموش نہیں رہ سکتیں تو دوسرے کمرے میں چلی جاؤ۔ میں ہانیہ سے ضروری بات کر رہا ہوں۔''

پاپا کا انداز ماما کے لیے کافی عرصے سے سرد ہی تھا۔ جب سے سعدیہ آپی کی شادی ہوئی تھی یا پھر بعد میں جب زونیہ نے ضد کی کہ وہ علی ہی سے شادی کرے گی اور ماما نے بیٹیوں کا پورا پورا ساتھ دیا۔ پہلے سعدیہ آپی نے سلیپنگ پلز تک کھالیں معیز بھائی کے پیچھے اور زونیہ نے محض دھمکی ہی دی تھی کہ پاپا مان گئے مگر اس دن کے بعد پاپا اور ماما کے مابین محسوس کن سرد مہری آ گئی تھی۔

ماما منہ دوسری طرف کر کے بیٹھ گئیں۔ ہانیہ کی رنگت زرد تھی۔ اس کی دنیا میں روشنیوں سے پہلے ہی اندھیرا ہونے والا تھا۔ یہ وہ اچھی طرح جان چکی تھی وہ کبھی بھی اپنے پیارے پاپا کو نیند کی گولیاں کھا لینے اور ایزد کے بغیر مر جانے کی دھمکی نہیں دے سکتی تھی۔ وہ سب سے چھوٹی تھی۔ پاپا کی لاڈلی، پاپا کے رنگ میں رنگی۔

''میں نرگس کی طرف جاتا ہوں، بلکہ پچھلے دو سالوں سے جا رہا ہوں، تمہیں پتا ہے نا؟'' پاپا نے اکلوتی بہن کا ذکر کرتے ہوئے ہانیہ کو متوجہ کیا تو اس نے مرے مرے انداز میں سر ہلایا۔

''بہت اچھا ماحول ہے ان کا۔ سادگی اور اپنائیت سے بھرا۔'' پاپا بہت جذب سے بول رہے تھے۔ خوشی ان کے چہرے پر چمک رہی تھی اور ہانیہ کا دل ڈوب ڈوب کر ابھر رہا تھا۔

وہ اس سے کیا مانگنے والے تھے۔ وہ جانتی تھی۔

''کہنے کو تو گاؤں ہے، مگر اب تو وہاں ہر کوئی پڑھ رہا ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے شہر آ رہا ہے۔ نرگس کے سارے بچے بھی بڑے اچھے سکولز اور کالجز میں پڑھے ہیں میں تو حیران رہ گیا تھا دیکھ کر۔''

''خدا کے لیے وقار! بند کرو یہ نرگس نامہ۔ یہ اس آزمائش کے قابل نہیں ہے۔ میں نے اپنی بیٹیوں کی ایسی تربیت نہیں کی کہ وہ لاہور جیسے شہر سے اٹھ کے کسی چک میں بیاہ کے چلی جائیں۔'' ماما تنفر سے بولیں۔ اب کی بار پاپا نے انہیں نظر انداز کرتے ہوئے سیدھے سبھاؤ ہانیہ سے پوچھا۔

''میری خواہش تھی اللہ مجھے ایک بیٹا دیتا ہانیہ! سعدیہ اور زونیہ کی مرتبہ بھی یہ خواہش تھی مگر تمہاری دفعہ تو میں نے خدا سے بہت گڑگڑا کے دعائیں مانگیں۔ تب تم پیدا ہوئیں تو میں نے تم سے نفرت نہیں کی بلکہ یہ سوچ کر اللہ نے یقیناً میرے حق میں بہترین فیصلہ کیا ہے میں نے سب سے زیادہ محبت تمہیں دی۔ تم سعدیہ اور زونیہ سے بہت الگ ہو اور میں جانتا ہوں کہ تم ان کی دنیا میں خوش رہ بھی نہیں سکتیں۔ اسی لیے میں نے نرگس سے خود بات کی ہے تمہارے اور عباد کے رشتے کی۔ اب تم بتاؤ کیا میرا تم پر اتنا بھی حق نہیں؟''

visit for more novels: urdunovelbank.com

ہانیہ سمجھ گئی۔ پاپا اس کے ہاتھ سے ایزدلے کے عباد تھمانا چاہ رہے تھے۔ تھے تو دونوں کھلونے۔ پر ایک ہانیہ کی مرضی کا تھا اور دوسرا پاپا کی مرضی کا۔ تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔

''پاپا...... میں کیسے اجنبی لوگوں میں۔ آئی مین! ایک گاؤں میں کیسے رہ سکتی ہوں؟'' اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔

''وہ تمہاری پھپھو کا گھر ہے بیٹا! وہاں کوئی بھی تمہارے لیے اجنبی نہیں ہے۔ عباد ہے، اس سے چھوٹی کرن اور پھر سعد، سب دوستوں کی طرح ہیں۔ بلکہ جتنی محبت اور اپنائیت میں نے اس گھر میں دیکھی ہے ویسی ان شہروں میں کہیں نہیں دیکھی۔'' وہ اس کے ہر اعتراض کا منہ بند کر رہے تھے۔

''اور رہنا گاؤں یا شہر میں نہیں ہوتا ہانیہ! بلکہ لوگوں کیساتھ ہوتا ہے۔ شہر کے لوگ بدترین ہوں تو ان کے ساتھ رہا جا سکتا ہے کیا؟ ساری بات انسانیت کی ہے۔ وہ چاہے شہریوں میں ہو یا دیہاتوں میں۔'' وہ نرمی سے بول رہے تھے۔ ہانیہ کا دل پگھل کر آنکھوں کے رستے بہنے لگا۔

''پاپا...... میں نے کبھی اپنے فیوچر کے متعلق اس طرح نہیں سوچا۔''

''تو اب سوچ لو ہانی...... ٹیک یور ٹائم بیٹا! کوئی زبردستی نہیں تم پر۔ صرف میری خوشی اور مان ہے۔'' پاپا کو شاید اس کے بہتے آنسو نظر ہی نہیں آ رہے تھے۔ یا شاید وہ ماما کے مقابلے میں اس بار اپنی ضد منوانے کی خاطر اتنے سخت دل ہو گئے تھے۔

انکار کے تند و تیز الفاظ ہانیہ کے ہونٹوں تک آ کر لوٹ رہے تھے۔

''جلدی بالکل بھی نہیں ہے۔ تم اچھی طرح سے سوچ لو۔ میں تمہیں نرگس کے گھر لے کے جاؤں گا۔ تم خود عباد سے ملنا۔ وہ بالکل میری طرح ہے۔'' پاپا کے انداز میں محبت بول رہی تھی۔

ہانیہ چپ چاپ اٹھ کے آ گئی۔ پاپا کے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے پاپا کا تیز لہجہ اور پھر ماما کے چیخنے چلانے کی آوازیں اپنے کمرے تک آتے ہوئے سنیں مگر وہ جیسے ایک عالم دکھ میں تھی۔ یا شاید عالم بے خودی میں۔ اس کا دوپٹا زمین پہ رلتا ہوا آ رہا تھا۔

لاؤنج میں ٹی وی دیکھتی زونیہ نے ٹی وی کی آواز کم کرتے ہوئے اس سے کچھ پوچھا مگر ہانیہ کو کچھ سنائی ہی نہیں دیا۔ پاپا کی باتیں اس کی سماعتوں کو پر کر چکی تھیں۔ ان کی عزت اور مان کا بوجھ ہانیہ کی گردن جھکائے ہوئے تھا۔ اتنا کہ وہ زونیہ کو دیکھ نہیں پائی تھی۔ یوں ہی پاؤں گھسیٹتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

رات وہ بہت روئی۔ دل و دماغ نے ایک ہی فیصلہ کیا کہ وہ ایزد کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ فقط پاپا کی خوشی کی خاطر وہ اپنی ساری زندگی کی خوشیاں داؤ پر نہیں لگا سکتی۔

اس نے سوچ لیا کہ وہ بس ایک بار پاپا کی نافرمانی کرے گی اور اس کے بعد ساری عمر ان کی فرمانبردار بن کے رہے گی مگر بس یہ ایک فیصلہ وہ اپنی مرضی سے کرنا چاہتی تھی۔

''صبح میں پاپا کو صاف انکار کر دوں گی۔ مجھے عباد سے شادی نہیں کرنی۔'' اس نے قطعی فیصلہ کرتے ہوئے منہ پہ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے اور تولیے سے منہ پونچھتی بیڈ پہ آ بیٹھی۔

''میں پاپا کو منا لوں گی۔'' اس نے ذہن کو مطمئن کیا۔ اب وہ قدرے بہتر محسوس کر رہی تھی۔

''پاپا نے کہا ہے مجھ پر کوئی زبردستی نہیں۔ میں جو چاہے فیصلہ کر سکتی ہوں''

وہ بیڈ پر لیٹتے ہوئے ان کی بات دوہرا کر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر ٹیبل لیمپ بھی آف کر دیا۔ اس نے اپنی زندگی کی اچھی طرح پلاننگ کر لی تھی۔

مگر ہوتا تو وہی ہے جو خدائے بزرگ و برتر کی پلاننگ ہے۔

☆☆☆

آدھی رات کو زونیہ نے آکر اسے جھنجھوڑا اور بتایا کہ پاپا کو ہارٹ اٹیک ہوگیا ہے۔ وہ بے اختیا ررونے لگی۔ نیند سے یوں ایک دم اٹھائے جانے اور اتنی بری خبر نے اس کے اعصاب پر شدید اثر کیا تھا۔ زونیہ نے اسے سختی سے ہلایا۔

''جلدی کرو، ماما کے ساتھ جانا ہے۔ ڈرائیور اور چوکیدار......کو بلوایا ہے ماما نے ...... پاپا کو اسپتال لے جانے ے لیے۔'' زونیہ اس سے زیادہ مضبوط اعصاب کی مالک تھی یا شاید ماما کی طرح قدرے بے حس۔

اور وہ اعصابی مریضہ کی طرح لرزتی کانپتی زونیہ اور ماما کے ساتھ پاپا کو لیے شہر کے بہترین اسپتال چلی آئی۔

پاپا آئی سی یو میں تھے۔ اس نے پاپا کے لیے ڈھیروں دعائیں کرڈالیں اور اس دوران اس نے ماما کے چہرے پر سختی ہی دیکھی۔

چٹانوں کی سی سختی۔

ہانیہ کا رونے سے برا حال تھا اور زونیہ موبائل سے نمبرز ملاتی جانے کس کس کو اطلاع کرتی رہی۔ اگر وہ پریشان بھی تھی تو کم از کم ہانیہ کی طرح کھلی کتاب بن کے نہیں پھر رہی تھی۔

''سعدیہ آپی تو فیملی کے ساتھ بھوربن گئی ہوئی ہیں۔'' زونیہ نے اطلاع دی۔

''اٹس اوکے۔'' ماما کے انداز میں لاتعلقی سی تھی۔ پھر انہوں نے بدحال سی ہانیہ کو تیز نظروں سے دیکھا۔

''تم اپنی حالت درست کرو۔ اب ٹھیک ہیں ہے۔ ابھی آدھے گھنٹے تک روم میں شفت کردیں گے اسے۔'' ہانیہ نے شاکی نظروں سے ماں کو دیکھا۔

''میرے باپ ہیں وہ۔ فطری پریشانی ہے میری۔'' اس کے آنسو پھر سے ابل آئے۔ زونیہ کو کوفت نے گھیرا۔

''تو رونے سے کیا مصیبت ٹل جاتی ہے۔''

''رات تو بالکل ٹھیک تھے پاپا۔ اتنی باتیں کیں مجھ سے ......پھر اچانک......ہانیہ کو ماں سے پوچھتے پوچھتے اچانک ان کے کمرے سے اٹھنے والا شور شرابا یاد آنے لگا تو وہ ان کا منہ دیکھنے لگی۔''

''تو کون سا پہلا ہارٹ اٹیک ہے تمہارے باپ کا اور ویسے بھی انسان کسی بات پر اتنا ہی زور اور ضد لگائے جتنا کہ وہ برداشت کرسکتا ہو۔'' ماما بہت سفاک تھیں۔ یہ ہانیہ کو اس لمحے ہسپتال کے اس کوریڈور

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

میں علم ہوا۔

''اور تم ...... دفعتاً انہوں نے دانت پیسے۔''

''خبردار! جو تم اس کی بلیک میلنگ کا شکار ہوئیں بے وقوفوں کی طرح ہر فیصلے پر سر جھکا دینا محبت کی نہیں جہالت اور بے وقوفی کی نشانی ہے۔ سعدیہ اور زونیہ کو دیکھو۔ ہاتھ بڑھا کے ستارے توڑ لیے ہیں انہوں نے۔ تم کیوں باپ کی فرمائش پہ اپنے ہاتھ باندھ رہی ہو؟ یہ ایک فصلہ ہے جس پر تمہاری اگلی ساری زندگی ڈیپنڈ کرتی ہے ہانیہ، اس کا اختیار اپنے ہی ہاتھ میں رکھو۔''

''مگر پاپا......'' ہانیہ کی آنکھوں سے گرم پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔

''شٹ اپ ہانی!'' وہ سختی بلکہ سخت دلی سے بولیں۔

''زندگی اور موت کے دن مقرر ہیں کسی کی باتوں سے انسان کی زندگی بڑھتی یا کم نہیں ہوتی۔ تمہارے انکار سے اس کی زندگی کم نہیں ہو جائے گی اور نہ ہی اقرار سے سو سال بڑھ جائے گی۔ وہی فیصلہ کرو جو تمہاری مرضی ہے۔ ہاتھ بڑھاؤ اور ایک ستارہ تم بھی توڑ لو۔''

ہانیہ کو ان کی بہت سے باتوں پر اعتراض تھا مگر ان سب سے ایک طرف ماما کی اس قدر سخت دلی پر۔

ڈاکٹرز نے پاپا کو کمرے میں شفٹ کر دیا۔ ابھی وہ دواؤں کے زیر اثر سو رہے تھے۔

''میں پاپا کے پاس رکتی ہوں اب تو صبح ہو ہی چکی۔ آپ تھوڑے ریسٹ کے بعد آ جایئے گا۔'' ہانیہ نے ماما اور زونیہ سے کہا تو وہ مان گئیں۔

''ویسے تو ڈرائیور موجود ہے یہاں۔ تم بھی چلی چلو۔ ابھی کون سا وقار کو ہوش آیا ہے۔'' ماما نے کہا تو ہانیہ کا دل برا ہونے لگا۔ وہ ان سنی کرتے ہوئے پاپا کے کمرے میں چلی آئی۔

''ڈرائیور کے ہاتھ ناشتہ اور تمہارا بیگ بھجوا دوں گی میں۔'' زونیہ نے کمرے میں جھانک کر اسے تسلی دی تو وہ سر ہلاتی پاپا کے بستر کے پاس رکھی کرسی پر ٹک گئی۔

ماما اور ونیہ چلی گئیں۔ ہانیہ نے خود کو تھوڑا آرام دہ محسوس کیا۔

پاپا کے چہرے پر نظر رکی تو اسے رونا آنے لگا۔ کل رات یہ چہرہ خاموشی سے چمک رہا تھا۔ اس نے ان کے چہرے پر چھائی زردی دیکھ کر دل میں سخت تکلیف محسوس کی اور ان بند لبوں نے رات میرا ہاتھ کتنی محبت سے چوما تھا۔ کیا دنیا میں اور کوئی شخص مجھ سے اتنی محبت کر سکتا ہے؟

''کبھی نہیں۔'' اس کے ذہن و دل کی رائے مستند تھی۔

''میں پاپا سے ایزد کا ساتھ مانگتی رہوں ضد کروں لیکن اس کے بجائے وہ مجھے عباد کا ہاتھ تھما دیں تو کیا میں پاپا سے اتنا ہی پیار کر پاؤں گی جتنا ابھی کرتی ہوں؟'' یا میں عباد سے کبھی محبت کر پاؤں گی۔

''بالکل نہیں''

''اور پاپا...... پاپا جیسا ظرف کہاں سے لاؤں۔ بیٹا مانگتے ہوئے جنہیں بیٹی ملی تو بہتر کے بدلے بہترین کا سوچ کر مجھ سے بیٹے سے بڑھ کے محبت کی۔''

پاپا کا سرد ہاتھ تھامے اس کے آنسو بہو چلے جا رہے تھے۔ یونہی الٹی سیدھی سوچیں اور عجیب سے وسوسے۔

ماما نے ڈرائیور کے ہاتھ اس کا ناشتہ بھجوا دیا تھا۔ دل نہ چاہنے کے باوجود اس نے چائے کے ایک کپ کے ساتھ دو تین بسکٹ کھا لیے۔

ماما اور زونیہ دوپہر کو آئیں تو ان کے ساتھ سعدیہ آپی اور معیز بھائی بھی تھے۔

اس وقت پاپا ہوش میں تھے اور ہانیہ ان سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہی تھی اور وہ اب قدرے بہتر محسوس کر رہے تھے۔

''زونی نے تو ڈرا کے رکھ دیا ہمیں۔ سارا پروگرام چھوڑ کے آنا پڑا۔''

''کیسے ہیں آپ پاپا......'' سعدیہ آپی بولتے ہوئے سوچنے کی زحمت کم ہی کیا کرتی تھیں۔

ہانیہ نے بے اختیار پاپا کو دیکھا۔ وہ ہلکے سے مسکرائے اور سعدیہ آپی کے قریب آنے پر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''ٹھیک ہوں میں......''

معیز بھائی بھی ''کیسی طبیعت ہے اب انکل؟'' کہہ کر ماما سے گفتگو میں مصروف تھے۔ ان کے اور پاپا کے سفارتی تعلقات بھی سرد مہری کا شکار تھے جانے کیوں پاپا کو وہ داماد کے روپ میں قبول نہ تھے دوسری طرف معیز بھائی بھی پاپا سے لیے دیے ہی رہتے تھے۔

سعدیہ آپی جتنی دیر وہاں رہیں، انہیں اپنا پروگرام ملتوی کر کے بھوربن کی تفریح چھوڑ کے آنے کا غم ستا رہا۔ پاپا تو اچھے بھلے ہوش وحواس میں تھے۔ ان کی باتیں سن سن کر ہانیہ خوامخواہ پاپا کے سامنے چور سی بن رہی تھی۔ حالانکہ پاپا تو یوں ظاہر کر رہے تھے جیسے انہوں نے سعدیہ آپی کی کوئی بات بھی سنی ہی نہ ہو۔

سعدیہ آپی اور معیز بھائی تھوڑی دیر ہی ٹھہرے۔ پاپا ابھی دو دن تک اسپتال میں تھے۔ ہانیہ نے خود فیصلہ کر لیا کہ اسے پاپا کے پاس ہی ٹھہرنا ہے۔ ماما کو شوہر کے بغیر تو نیند آ جاتی مگر اپنے بستر اور اپنے تکیے کے

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

بغیر سونا محال تھا تو زونیہ کو ہسپتال کی فضا اور دوائیوں کی بو سے نفرت تھی۔ سو شام کے بعد وہ دونوں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ہانی بیٹا! آپ بھی جاؤ۔ ریسٹ کرو جا کر۔'' پاپا نے پیار سے کہا۔

''کم آن پاپا! اتنا اچھا موقع ملا ہے باتیں کرنے کا آپ ایسے مشورے دے رہے ہیں۔ اور ریسٹ تو اس بیڈ پر بھی ہو جائے گا۔'' ہانیہ نے مصنوعی خفگی سے کہا اور کمرے میں موجود دوسرے بیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

''میں نے تو کہا ہے اسے کہاں عادت ہے رات بھر جاگ کے خدمتیں کرنے کی۔ اور پھر یہاں نرسز ہیں، ڈاکٹرز ہیں کوئی مسئلہ نہیں پیشنٹ کو اکیلے رہنے میں۔''

ماما کی لاتعلقی کبھی کبھار سنگ دلی کی حد تک پہنچتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

''اوکے ماما! آپ دونوں جائیں میں پاپا کے پاس ہی رہوں گی اور پاپا کو لے کر ہی گھر آؤں گی۔

''ہانیہ جلدی سے آگے بڑھ کے ماں کو پیار کرتے ہوئے بات بدل گئی۔ پھر زونیہ سے کہا۔

''اور زونی! تم جاتے ہوئے ڈاکٹر سے پاپا کے کھانے کے متعلق پوچھ لیا۔ اور پھر گھر سے بھجوا دینا۔

''

''اوکے......'' وہ دونوں بائے کہہ کے چلتی بنیں

ہانیہ کو جانے کیا ہوا، یکدم رونا سا آ گیا۔

''کیا ہوا؟'' پاپا اسے آنکھیں مسلتے دیکھ کر حیران ہوئے۔

''پاپا! پتا نہیں کبھی کبھار ماما مجھے آپ کی سوتیلی بیوی لگتی ہیں۔'' اور پاپا کو اس کی بات پر زور سے ہنسی آئی۔

''سوتیلی بیوی۔ یہ صحیح کہا تم نے۔ ''

''آئی مین۔ ایک عمر ساتھ گزارنے کے بعد بھی وہ پل کے اس پار ہیں اور آپ اس پار۔'' ہانیہ کو ماما کا انداز اور باتیں تکلیف دے رہی تھیں۔

''جس کے ساتھ قلبی و روحانی تعلق ہو پاپا! اس کے تو اندر تک اتر جانا چاہیے۔ بن کہے گا س کی خوشی اس کے غم کو محسوس کرنا چاہیے۔ میاں بیوی کے رشتے سے زیادہ قریب کوئی رشتہ بنایا ہی نہیں گیا اس دنیا میں۔ اور اسی میں اتنی دوری......ساری عمر اک عذاب میں کاٹنے کے مترادف ہے۔'' ہانیہ نے جھرجھری سی لی تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دیے۔

''اب تو عمر گزر گئی بیٹا جان !اور پھر اولاد ماں باپ کی بہت سی کمیوں پر پردے ڈال دیتی ہے۔ بیلنس ہو ہی جاتا ہے کچھ نہ کچھ۔''

ہانیہ کو سعدیہ آپی اور زونیہ کے لاتعلق سے انداز یاد آئے۔ پیار تو وہ بھی پاپا سے کرتی ہی ہوں گی مگر انہیں دنیاداری بھی بہت عزیز تھی۔

مگر ہانیہ کو تو دنیا بھر سے زیادہ اپنے پاپا عزیز تھے۔

''موبائل ہے تمہارے پاس؟''

''جی پاپا!زونیہ میرا کچھ سامان لائی تو ہے اسی میں ہوگا۔'' وہ دوسرے بیڈ پر پڑا بیگ چیک کرنے لگی تو پاکٹ میں سے اپنا سیل فون بھی مل گیا۔

''ذرا اپنی پھپھو کو فون کرو بیٹا!'' پاپا نے کہا۔

''وہ......میرے پاس تو نمبر نہیں ہے ان کا'' ہانیہ مدھم پڑی۔ جو کچھ وہ صبح سے بھولی ہوئی تھی، وہ یاد آنے لگا۔

ان چاہا رشتہ، ان چاہا بندھن۔

پاپا نے اسے نمبر بتایا۔

''یہ عباد کا نمبر ہے، اسے میری بیماری کا بتادو اور ہسپتال کا نام اور روم نمبر بھی۔'' پاپا نے بستر پہ دراز ہوتے ہوئے کمزور لہجے میں کہا تو وہ ہچکچا سی گئی۔ مگر مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اس نے کال ملا ہی لی۔ چند لمحوں کے بعد شاید عباد لائن پر تھا۔

''ہیلو......'' اجنبی نمبر کی وجہ سے اس کی ہیلو سوالیہ تھی۔ ہانیہ نے کھنکھار کے گلا صاف کیا۔

''میں ہانیہ بات کر رہی ہوں۔''

''جی! کس سے بات کرنی ہے آپ کو؟'' وہی لاتعلق سا انداز۔

''عباد صاحب سے بات کرنی ہے۔'' وہ قدرے چڑ کر بولی۔

''جی۔ میں عباد صاحب ہی بول رہا ہوں آپ کون ہیں؟'' وہ حیران سا پوچھ رہا تھا۔ ہانیہ سلگ کر رہ گئی۔

''پاپا سے بات کرلیں آپ۔'' اس نے فون پاپا کی طرف بڑھادیا۔

''شاید آپ کو پہچان لیں۔ میں ذرا ڈاکٹرز کے پاس ہو کے آتی ہوں۔'' وہ کہہ کر کمرے سے نکل آئی۔

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

اسے درحقیقت غصہ آ رہا تھا۔ یہ وہ شخص تھا، جس سے پاپا اپنے تئیں اس کا رشتہ طے کیے بیٹھے تھے اور وہ اس کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔

''میں پاپا کو صاف لفظوں میں انکار کردوں گی مجھے پاپا اور ماما جیسی لائف نہیں گزارنی۔''

وہ جب تک ڈاکٹرز سے پاپا کی صحت یابی کے بارے میں گفتگو کر کے آئی، پاپا نیم غنودہ کیفیت میں تھے۔ نرس ان کے پاس ہی تھی۔

''میڈیسن لے لی ہے انہوں نے۔ اب انہیں ریسٹ کرنے دیں۔ فی الحال زیادہ باتیں نہ کرنے دیں۔'' نرس نے مسکراتے ہوئے پاپا کے پاس پڑے موبائل کی طرف اشارہ کیا تو اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہانیہ نے اپنا موبائل اٹھالیا۔

نرس کے جانے کے بعد وہ تھوڑی دیر تک کرسی قریب کیے پاپا کا ہاتھ تھامے سہلاتی رہی۔ وہ سو رہے تھے۔

ہانیہ نے ان کا زرد پڑتا ہاتھ چوم لیا ہانیہ کو یقین تھا پاپا بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔

اس نے موبائل پہ ٹائم دیکھا۔ آٹھ بجنے والے تھے۔ ابھی نیند کا نام ونشان بھی نہ تھا، سو وہ اسپتال کا ایک چکر لگانے نکل پڑی۔

پرائیویٹ کمروں میں بے پناہ خاموشی تھی البتہ وارڈ میں مریضوں اور انکے اہل وعیال کی چہل پہل ،نرسز کی آمدورفت جاری تھی۔ یا پھر کاؤنٹر پہ کھڑی گہری لپ سٹک لگائے گپیں لگاتی نرسیں۔

وہ کاریڈور کا دروازہ کھول کر باہر لان میں نکلی۔ وہاں بھی کافی ملاقاتی ادھر ادھر بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اپنے دھیان میں برآمدے کی سیڑھیاں اتر رہی تھی کہ ناکافی روشنی میں پاؤں ٹھیک سے نہیں پڑا اور وہ دوسری سیڑھی سے نیچے آ رہی۔ وہ اتنی اچانک گری کہ سامنے سے آنے والا بھی اسے بچا نہیں پایا۔ ہانیہ کا پاؤں بری طرح مڑا تھا۔ تکلیف کی شدت سے اس کے منہ سے کراہ نکل گئی تو اس شخص نے بیٹھتے ہوئے ہانیہ کا پاؤں جلدی سے سیدھا کر کے تیزی سے مساج کیا۔

''فوراً! یہ مساج نہیں کریں گی تو تکلیف بڑھ جائے گی۔''

گرنے کی شرمندگی اور پاؤں کی تکلیف دونوں ہی زیادہ تھیں ہانیہ کو رونا آنے لگا۔

''اٹھنے کی کوشش کریں تاکہ اندازہ ہو، چل سکتی ہیں آپ یا نہیں۔'' وہ مشورہ دے رہا تھا۔

''آپ دومنٹ خاموش نہیں رہ سکتے۔'' وہ چڑ کر بولی تو مقابل نے تحیر سے اسے دیکھا۔

''سبحان اللہ۔ محترمہ کیا یہاں استراحت فرما کر غور وفکر کرنا چاہ رہی ہیں؟'' اس کے انداز میں طنز

تھا۔

''آپ کو کیا......آپ جہاں جارہے ہیں وہاں جائیں۔''ہانیہ نے ہاتھوں کی پشت سے آنکھیں رگڑیں۔

''یہ شاید ......بلکہ یقیناً آپ ہی کا ہے۔''اس نے پاس پڑا موبائل فون اٹھا کر ہانیہ کی طرف بڑھایا۔

ایک اور احسان۔

ہانیہ نے دیکھا۔اتنی زور سے گرنے کے بعد بھی وہ ٹھیک حالت میں تھا۔

''اگر آپ نے اندر جانا ہے تو میں آپ کی مدد کرسکتا ہوں۔''

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ہانیہ جواب دیے بغیر اٹھی مگر دو قدم چلنے پر ہی اسے احساس ہوگیا کہ وہ پاؤں پر زیادہ بوجھ نہیں ڈال سکتی۔

''میں بھی اندر ہی جارہا ہوں اور بھروسا رکھیے،شریف آدمی ہوں چاہے تو نرسوں سے مار پڑوا لیجیے گا اگر کچھ شک ہوا تو۔''دوستانہ انداز میں ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا تو ہانیہ کو مجبوراً اس کا بازو تھامنا پڑا۔ہاتھ نہیں تھاما کہ کچھ عجیب سا لگا تھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

بمشکل سیڑھیاں چڑھ کے وہ اس کے ساتھ ہسپتال کی عمارت میں داخل ہوئی۔اس شخص نے کاؤنٹر پہ موجود نرس کو ہانیہ کی کنڈیشن بتا کر ٹیبلٹ لے کر دی اور ساتھ میں مساج کے لیے کریم۔

''تھینکس''ہانیہ اس کی مشکور ہوئی۔کھلتے نقوش والا اونچا لمبا سا وہ شخص ہانیہ کو اچھا لگا۔

''تھینکس ٹو یو......مجھ پر اعتبار کرنے کے لیے''اس کی مسکراہٹ بہت دلکش تھی۔دوستانہ سی۔نہ کوئی نظر بازوں والا انداز اور نہ خوامخواہ کی بے تکلفی۔

وہ اپنے موبائل پر کوئی نمبر ملا رہا تھا۔نرس ہانیہ کے پاؤں پر کریم سے مساج کر رہی تھی۔ہانیہ کے ہاتھ میں دبا موبائل بول اٹھا۔سکرین پہ آنے والا نمبر عباد رضا کا تھا۔

ہانیہ کی تیوری پر بل پڑے۔نرس کو روک کر اس نے پاؤں جوتے میں ڈالا۔اس نے چند گز کے فاصلے پر موجود اجنبی کو دیکھا،جو اس کی طرف پشت کیے شاید فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

ہانیہ اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی......وہاں سے پرائیویٹ رومز کی طرف چل پڑی۔اس کا اس اجنبی سے مزید گفتگو کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔اس کے ہاتھ میں دبا فون اب خاموش ہوچکا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو پاپا سو رہے تھے۔وہ بھی آکر اپنے کاؤچ نما بستر پر بیٹھ گئی۔پیروں کو

جوتوں کی گرفت سے آزاد کر کے بستر پر رکھا اور مضروب پاؤں کا ہلکے ہاتھ سے مساج کرنے لگی۔ اسی وقت دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

ہانیہ چونکی ڈاکٹر یا نرس دستک دے کر نہیں آتے تھے۔

''میں......'' الجھ کر اس نے قدرے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ آہستہ سے کھلا۔ سامنے موجود شخص کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔ ادھر بھی یہی صورت حال تھی۔

''ارے آپ......آپ تو وہاں سے ایسے بھاگیں کہ میں......'' وہ خوشگوار سی حیرت کے ساتھ بولتا ہوا اندر داخل ہوا، پھر بستر پر سوئے وقار صاحب کو دیکھ کر نا صرف اس کے الفاظ گم ہوئے بلکہ چہرے کے تاثرات بھی سنجیدگی اتر آئی۔ وہ جا کر وقار صاحب کے پاس کھڑا ہو گیا۔

''یہ میرے پاپا ہیں۔'' ہانیہ نے جلدی سے تعارف کرایا۔

''اور میرے ماموں جان'' قدرے توقف کے بعد صاف آواز میں کہتے ہوئے اس نے جھک کر وقار صاحب کے سینے پر رکھے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

ہانیہ حیران رہ گئی۔

''عبادرضا......''

وہ چند لمحوں کے بعد اس کی طرف پلٹا، جو صاف سلیٹ ذہن لے کر منہ اٹھائے اسی طرح دیکھ رہی تھی۔

''اب کیسی طبیعت ہے ان کی؟'' وہ بڑی اجنبیت سے پوچھ رہا تھا۔ ہانیہ گڑبڑا کر حواس میں لوٹی۔

''ہاں......اب تو بہت بہتر ہیں۔''

''آپ میرے خیال میں اب گھر چلی جائیں میں ان کے پاس ہی رکوں گا۔'' وہ اتنے تحکمانہ انداز میں بولا کہ ہانیہ کو غصہ آنے لگا۔

''جی نہیں! میں پاپا کے پاس ہی رہوں گی۔''

''ڈرائیور ہے تو اسے فون کرلیں۔ صبح آسکتی ہیں آپ۔'' وہ جیسے اس کی بات سن ہی نہ رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے لان میں جو نرمی اور دوستانہ پن اس کے لہجے سے جھلک رہا تھا اب ناپید تھا۔

''یہ میرے پاپا ہیں۔'' ہانیہ نے احتجاج کیا۔

''تو میں کون سا اپنے نام لگوانے لگا ہوں'' وہ بھی قدرے جھنجلا گیا پھر مصالحانہ انداز میں بولا۔

''اور میں خود نہیں آیا یہاں پر۔ ماموں جان نے بلایا تھا مجھے۔ اب یہاں ایک وقت میں ایک ہی

اٹینڈنٹ رہ سکتا ہے۔''

ہانیہ کو ناگوار تو لگا مگر فی الحال کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ رات اسی کمرے میں رہنے والا تھا تو واقعی ہانیہ کا یہاں رہنا مشکل تھا۔ وہ غصہ ضبط کرتی ماما کو فون کرنے لگی۔

ڈرائیور کو بھیجنے کا سن کر وہ چونکیں۔

''خیریت ہی ہے۔ بس پاپا کے کچھ خاص تیماردار آگئے ہیں اس لیے میں گھر آنا چاہ رہی ہوں۔''

''تمہاری پھپھو......'' ماما فوراً نتیجے کے قریب ترین پہنچیں۔

''ان کے صاحبزادے۔'' ہانیہ نے بھرپور طنز کیا۔ وقار صاحب کے نزدیک کرسی پر بیٹھا عباد یقیناً اس کی بصیرت افروز گفتگو سے اچھی طرح بہرہ ور ہو رہا تھا

''اسے دفع کردو وہاں سے۔ تم کیوں بھاگ رہی ہو۔'' ماما کو غصہ آیا۔

''شوق سے نہیں بھاگ رہی۔ اب اس کی موجودگی میں میں تو رات رہ نہیں سکتی یہاں۔'' ہانیہ کو تو پہلے ہی غصہ آرہا تھا۔ وہ مزید چڑ گئی۔

''بھیجتی ہوں میں ڈرائیو کو۔ اور اس لونڈے سے تو میں آکے نمٹوں گی صبح۔'' غصے میں ان کا لہجہ یوں ہی پٹڑی سے اتر جایا کرتا تھا۔ فون بند کرکے وہ عباد رضا کی پشت کو گھورنے لگی۔ ابھی پاپا جاگ رہے ہوتے تو وہ اس شخص کو وہاں سے نکلوا کر ہی دم لیتی۔

Visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اور ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس نے ایک دم عباد رضا کو اٹھ کر پاپا پر جھکتے دیکھا۔

ہانیہ کا دل اچھل کر حلق میں آن ٹکا۔ وہ اپنے پاؤں کی تکلیف بھول کر تیزی سے بستر سے اتر کر پاپا کی طرف بڑھی۔

''کیسے ہیں ماموں جان؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔ پاپا جاگ چکے تھے۔

ہانیہ کے حلق سے بے اختیار گہری سانس خارج ہوئی پاپا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

''اکیلے آئے ہو؟''

''میں لاہور ہی آیا ہوا تھا۔ چاولوں کی سپلائی کے سلسلے میں۔ امی کو تو میں نے بتایا ہی نہیں۔ صبح انفارم کروں گا۔'' وہ ہلکے سے مسکرا کر بولا۔

''اچھا کیا۔'' پاپا نے کہا پھر ہانیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

''عباد سے ملیں تم؟'' ہانیہ خاموش کھڑی رہی تو وہ عباد سے کہنے لگے۔

''یہ ہانیہ ہے ہانیہ وقار۔'' پاپا کے لہجے میں موجود پیار نے ہانیہ کی ساری تلخی بھلادی۔ اس کی طرح عباد بھی خاموش رہا۔

''ڈرائیور کو فون کر کے بلوالو ہانی! اب عباد ہے میرے پاس۔ فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ویسے بھی کل شام تک شاید میں ڈسچارج ہوجاؤں۔'' پاپا نے بھی اسے رخصت کرنا چاہا تو خفگی سے بولی۔

''میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی پاپا! مگراب آپ نے کہا ہے تو رکوں بھی نہیں۔''

وہ حد درجہ بے زار تھی۔ عباد نے اس پر سرسری نگاہ ڈال کر ہٹالی۔

ڈرائیور کا انتظار کرنے تک وہ پاپا سے بھی ناراض ہوچکی تھی۔ جو عباد سے باتوں میں مگن ہو کر اسے بھی بھلائے ہوئے تھے جیسے وہی ان کا سگا اور اکلوتا بیٹا ہو۔

☆☆☆

ماما تو گھر میں بھوکی شیرنی کی مانند پھر رہی تھیں۔

''مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شخص کو عقل کس عمر میں آئے گی۔ نہ دوست کی پہچان اور نہ دشمن کی۔'' ہانیہ کو دیکھتے ہی وہ پھٹ پڑی۔

پاپا کے متعلق ان کے الفاظ ہانیہ کو اچھے تو نہیں لگے مگر اس وقت مما کے سامنے اعتراض کرنا اپنی شامت بلوانے کے مترادف تھا۔ سو وہ تھکے انداز میں زونیہ کیساتھ ہی صوفے میں دھنس گئی۔

وہ دونوں دس بجے تک ہانیہ کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔

''شرم نہیں آئی اسے ہسپتال میں بیٹی کا بردکھوا کرتے ہوئے'' وہ ان کے الفاظ پر سیدھی ہو بیٹھی۔

''ماما پلیز! وہ پاپا کی عیادت کے لیے آیا ہے مجھے دیکھنے نہیں۔'' اس نے برا مانتے ہوئے کہا تو انہوں نے جاہل عورتوں کی طرح ہاتھ جھٹکا۔

''ارے چھوڑو۔ میں کیا جانتی نہیں ہوں وقار احمد کو اپنی ضد پوری کرنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جاسکتا ہے۔'' وہ شدید غصے میں تھیں۔

''غضب خدا کا۔ بیٹی سے منہ دیکھے کی محبت جتا رہا ہے سگی بہن بھی ہوتی تب بھی کوئی بات تھی۔ سوتیلی بہن اور وہ بھی سالوں بعد کا ملاپ۔ ایسے فدا ہوئے یہ تو بہن اور بھائیوں پر کہ حد نہیں۔''

''تم نے پاپا سے بات نہیں کی؟'' زونیہ نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''کل انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ ابھی وہ اسپتال کے بیڈ پہ ہیں اور میں ان سے ایسی فضول باتیں کرنا شروع کردیتی۔'' ہانیہ نے تاسف سے جواب دیا۔

''تم اپنی زندگی برباد کرلوگی باپ کا سوچ سوچ کر۔'' ماما نے غصے سے کہا۔

''ارے! میں تو کل رات کسی ٹھکانے لگا ہی دیتی بات کو۔ اگر اس کی طبیعت نہ بگڑ جاتی تو......'' وہ غصے کے عالم میں اپنا ہی پول کھول گئیں۔ ہانیہ نے دکھ اور بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

''اختلاف کرنے کا بھی کوئی طریقہ ہوتا ہے ماما! یہ کیا کہ ایک بندے کو موت کے منہ تک پہنچا دیا جائے۔''

''تو اگلا بندہ بھی اتنی ہی ضد لگائے جتنی کہ برداشت کرسکتا ہو۔ اینی وے۔ بات یہیں ختم ہوئی کہ اقرار یا انکار کا حق تمہارے پاس ہے۔'' وہ سرد مہری سے بتا رہی تھیں۔

''اور میں انکار ہی کروں گی۔'' ہانیہ نے بے اختیار کہا تو اس کا لہجہ کمزور نہ تھا۔ ماما کو کچھ اطمینان ہوا۔

''سعدیہ یہ تو ضد لگا کے بیٹھی ہے کہ تمہاری شادی ایزد سے ہی ہو۔ بہن ہے تمہاری، بہترین ہی سوچے گی تمہارے لیے۔'' اب کی بار ماما نے نرمی سے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرادی۔

''ویسے وہ عباد ہے کیسا؟ تم تو ملی ہو اس سے'' زونیہ نے تجسس سے پوچھا تو ہانیہ نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

''دیکھنے میں تو بہت اُچھا ہے۔''

''علی سے بھی؟'' زونیہ کو علی کی وجاہت کا بہت زعم تھا۔

''آئی ایم سوری! بٹ یس'' ہانیہ شانے اچکا کے کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا یہ صاف گویانہ انداز زونیہ سے ہضم نہیں ہوا تو چیخ کر بولی۔

''تو پھر کیوں انکار کر رہی ہو۔ علی سے اچھا ہے تو پھر ایزد سے بھی اچھا ہی ہوگا۔''

''زونی! بی ہیو یور سیلف'' ماما نے اسے جھڑکا پھر ہانیہ سے بولیں۔

''تم جاؤ۔ فریش ہو جاؤ۔ میں ہاجرہ سے کہہ کے چائے بنواتی ہوں۔''

ہانیہ فوراً اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہ واقعی بے حد تھکاوٹ محسوس کر رہی تھی۔ وہ تھکاوٹ دور کرنے کے لیے شاور لینے گھس گئی۔ باہر نکلی تو اس کا موبائل بج رہا تھا۔

ایزد کا نام اسکرین پہ جگمگاتے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر دلفریب سی مسکراہٹ کھیل گئی۔ اس نے جلدی سے موبائل آن کر کے کان سے لگایا۔

''کہاں تھیں یار! اتنی دیر سے کال کر رہا ہوں۔ گھر آ گئی ہو؟'' وہ جھنجھلایا ہوا تھا۔ ہانیہ آہستہ سے ہنس دی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''فون پر بڑی بے قراری دکھا رہے ہیں۔ ہسپتال میں آنا تو دور کی بات ایک فون کال تک نہیں کی۔''

''میں بزی تھا یار!'' وہ لاپروائی سے بولا۔

''پاپا خوش ہو جاتے ایزد' ہانیہ نے آہستہ سے اسے احساس دلایا۔

''اب تمہارے پاپا کو خوش کرنے کے لیے پچیس لاکھ کا نقصان کر لیتا۔ ملائیشیا سے ایک ڈیلی گیشن آیا ہوا تھا۔ امپورٹنٹ ڈیلنگ تھی ان کے ساتھ'' وہ الٹا اس پر خفا ہونے لگا تو ہانیہ کی جان پہ بن آئی۔

''اوکے......اوکے مان لیا جناب!'' وہ تو مان گئی مگر ایزد ابھی بھی وہیں اٹکا ہوا تھا۔

''اور تمہارے پاپا تو سنا ہے ویسے ہی میرے کافی خلاف ہو رہے ہیں۔''

''ایکچوئیلی میری پھپھو نے اپنے بیٹے کا پروپوزل دیا ہے میرے لیے۔ اس لیے پاپا ذرا جذباتی ہو رہے ہیں۔ ورنہ وہ تو بہت سوفٹ نیچر کے انسان ہیں۔'' وہ پاپا کی صفائی پیش کرنے لگی۔

''خیر! دفع کرو۔ تم یہ بتاؤ کل فارغ ہو۔ ایک پارٹی ہے بہت زبردست سی فرینڈ کی طرف سے۔'' وہ فوراً بات بدلتے ہوئے لہجہ بھی بدل گیا۔ وہ جو اسے دفع کرو۔ کہنے پر ٹوکنے والی تھی۔ فوراً انکار کر گئی۔

''کل تو نہیں ایزد! پاپا ہسپتال میں ہیں۔ کل شام تک شاید گھر آ جائیں''

''پارٹی تو رات کو ہے یار! تم نے کون سا پاپا کے گھٹنے سے لگ کے بیٹھے رہنا ہے۔'' ایزد خفا ہونے لگا۔

''کیسی باتیں کر رہے ہیں ایزد!'' ہی از مائی فادر۔ ابھی ہارٹ اٹیک سے گزرے ہیں اور میں پارٹیز اٹینڈ کرتی پھروں۔ واٹ اے جوک؟ ہانیہ نے اسے احساس دلایا

''اوکے! ایک تو تم لڑکیاں فوراً جذباتی ڈراموں پہ اتر آتی ہو۔ دنیا کے کام رک تو نہیں سکتے نہیں۔ بیماری ہو یا موت۔'' وہ اکھڑے ہوئے لہجے میں کہتا ہانیہ کا دل دہلا گیا۔

''کیا آپ نے یہی فضول باتیں کرنے کے لیے فون کیا تھا؟''

''جس بات کے لیے کیا تھا اس سے تو تم انکار کر چکیں۔''

''تو کون سا آپ کے فرینڈ کی لاسٹ پارٹی تھی یہ۔'' ہانیہ نے اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا۔

''تمہارے ساتھ تو پہلی ہوتی۔ سب اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ آئیں گے۔'' وہ بدمزا تھا۔

''میں آپ کی گرل فرینڈ نہیں ہوں۔'' ہانیہ کو یہ لفظ کبھی بھی اچھا نہیں لگا تھا ابھی بھی بے اختیار ہی اسے ٹوک گئی تو اس نے گہری سانس بھری۔

''میں نے اپنی نہیں دوستوں کی گرل فرینڈ کہا ہے۔''

''او کے!''

''او کے۔ پھر بات کریں گے۔ بلکہ اب جب ملیں گے تو بات کریں گے۔''

''ایزد نے فوراً ہی بات سمیٹتے ہوئے فون بند کر دیا تو ہانیہ نے بد دل ہو کر موبائل بستر پر ڈالا اور سر پر لپیٹا تولیہ کھول کر بال خشک کرنے لگی۔

کبھی کبھار ایزد کا رویہ بہت بے اعتنا سا ہو جاتا تھا۔ جیسے فقط خود کو اہمیت دینے والا یا صرف ہانیہ کو۔ اس سے منسلک رشتوں کو شاید وہ کچھ سمجھتا ہی نہ تھا۔''

''خدا کرے یہ میرا وہم ہی ہو۔'' ہانیہ نے دعا کی تھی۔

☆☆☆

اگلے روز ماما اور زونیہ اسپتال گئیں۔ ہانیہ نے بہت زور لگایا مگر ماما اسے لے جانے کو راضی نہ تھیں۔

''اب تک وقار نے اپنی بہن کی پوری فیملی بلوالی ہوگی گاؤں سے۔ تمہارا نہ جانا ہی بہتر ہے۔ ویسے بھی آج ڈسچارج ہو کر تمہارے پاپا آ ہی جائیں شاید۔''

وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ دل ہی دل میں اپنی سوتیلی پھپھو کو بھی کوسا جن کی محبت پاپا کے دل میں اچانک ہی امڈ آئی تھی۔

Visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

پھر اسے عباد یاد آیا۔

اگر ایزد والا معاملہ نہ ہوتا تو یقیناً وہ عباد کو اس لحاظ سے بہت پسند کرتی مگر اب تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

دوپہر کو ماما اور زونیہ واپس آ گئیں۔

''پاپا کی طبیعت کیسی ہے؟'' اس نے ان کے اندر آتے ہی پوچھا۔

''ٹھیک کیوں نہ ہوگی۔ وہاں اسپتال میں مجمع لگائے بیٹھے ہیں اپنے سوتیلوں کا۔'' ماما جلی بھنی آئی تھیں۔ لوگوں سے سگی نندیں برداشت نہیں ہوتیں یہ تو پھر سوتیلی نند تھی۔

''اور آپ انہیں ان کے ساتھ اکیلا چھوڑ کے آ گئیں؟'' وہ پریشان ہوئی۔

''تو اور کیا وہاں بیٹھ کے ان پینڈوؤں کے افکار سنتی رہتی۔ میرے تو سر میں درد ہو گیا۔ باتیں، باتیں باتیں۔ تمہارا باپ تو کہیں سے دل کا مریض لگ ہی نہیں رہا تھا۔'' ماما میں سفا کی انتہا درجہ تھی۔ خاص

طور پر تب جب ان کی انا اور عزت نفس پر بات آن پڑتی۔

''خیر بات چیت اور انداز سے تو کوئی بھی پینڈو نہیں لگ رہا تھا۔ سوائے پاپا کی بہن محترمہ کے'' زونیہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''پاپا بتا رہے تھے بچے سب ہی اچھے سکولز میں پڑھے ہیں۔'' ہانیہ نے بتایا۔

''دفعہ۔ ہمیں کیا کرنے ہیں اتنے مطلبی رشتہ دار۔ شوہر تو کب کا مرگیا نرگس کا۔ پتا نہیں کیسے خیرات زکوٰۃ سے بچے پڑھا لکھا لیے اور اب تمہارے باپ کے کاروبار پر نظر جما کے بیٹھ گئی ہے۔ تب ہی تو بنا دیکھے تمہارا رشتہ قبول کر رہی ہے۔''

ماما کے دل میں ان سب کے لیے ڈھیروں نفرت تھی۔ حالانکہ پاپا اور نرگس پھپھو کی شادی ایک ہی تاریخ کو ہوئی تھی مگر ماما اپنے شوہر کو لے کر ایسی الگ بسیں کہ پھر پاپا کی نرگس پھپھو سے ماں باپ کی فوتگیوں پر ہی ملاقات ہوسکی۔ اس کے بعد کس کے کیا حالات رہے، کوئی نہیں جانتا۔ اور ماما تو ویسے بھی پھپھو سے دو چار بار ہی ملی ہوں گی اور وہ بھی مختصر دورانیے کے لیے۔

وہ تو سالوں بعد جانے کیسے پاپا کی پھپھو اور عباد سے ملاقات ہوگئی تو پاپا سوتیلی ہی سہی مگر بہن کو سامنے پا کر پگھل گئے۔ ماما کی اکھڑ اور تسلط پسند طبیعت پاپا کو بے زار کر چکی تھی، سو وہ بہت شرمسار اور کھلے دل سے اپنے پرانے رشتوں میں لوٹے اور ان کا بھی کھلی بانہوں سے استقبال کیا گیا۔ اور نتیجہ اب عباد رضا کے پروپوزل کی صورت میں سامنے تھا۔

''واقعی مجھ سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے انہیں۔ نہ دیکھا نہ بھالا'' ہانیہ کو بھی ماما کی دولت ہڑپنے والی بات میں دم نظر آیا۔

شام کو پاپا ڈسچارج ہوکر آئے تو پھپھو کی پوری فیملی ان کے ساتھ تھی۔ معہ عباد رضا۔

''دیکھ لیا دیر کرنے کا نتیجہ۔ پہلی بار میں ہی صاف لفظوں میں انکار کردیتیں تو یہ سب نہ ہوتا۔''

بظاہر ماما سب سے بہت محبت سے مل رہی تھیں۔

نرگس پھپھو ہانی اور زونیہ بڑے پرتپاک سے ملیں مگر ہانیہ کو بطور خاص پیشانی چوم کر دعا بھی دی۔

کرن اس کی ہم عمر بھی۔ سادہ دل اور بات بات پہ ہنسنے والی اور اس سے ڈیڑھ سال ہی چھوٹا معد تھا۔ باتوں کی پھلجھڑیاں چھوڑنے والا۔

ذرا سی دیر میں چائے کی میز پر بڑا اچھا سا ماحول بن گیا تھا۔

''اچھا ہے۔ میں خود نرگس کو انکار کردوں گی۔ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔'' ماما نے پکا ارادہ کرلیا تھا۔

نرگس پھپھو کم گو اور سنجیدہ سی خاتون تھیں کھانے کے بعد ماما اور نرگس پھپھو کے ساتھ صرف عباد ہی پاپا کے کمرے میں تھا۔ تب ہی نرگس پھوپھو نے باضابطہ طور پر عباد اور ہانیہ کے رشتے کی بات کی۔ اب تفصیل تو کسی کو پتا نہ تھی کہ آگے کیا ہوا مگر ماما اس کمرے سے روتی ہوئی نکلی تھیں۔

''ماما کیا ہوا؟''

ہانیہ اور زونیہ کرن اور سعد کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھیں ماما کو دیکھ کر افتاں و خیزاں پیچھے لپکیں۔

''جا کے اپنے باپ سے پوچھو۔ بستر پہ پڑ کے بھی جسے چین نہیں اور نہ ہی وہ مجھے چین سے رہنے دینا چاہتا ہے۔'' اچھی خاصی پڑھی لکھی ماما اس وقت جاہل لگ رہی تھیں۔ ہانیہ کو کوفت نے گھیرا ان کی آواز ٹی وی لاؤنج تک آسانی سے جا رہی تھی۔

''ہوا کیا ہے ماما! کم از کم پاپا کے متعلق بات کرتے ہوئے دھیان رکھا کریں۔'' ہانیہ نے دبے لفظوں میں انہیں احساس دلایا تو وہ اسی پر چڑھ دوڑیں۔

''تم ہی کو سولی پر چڑھا رہا ہے وہ شخص۔ ایک لفظ جو میرے اعتراض کا سنا ہو۔ ایسا عشق چڑھا ہے اس کے سر پر بہن اور بھانجے کا۔ میں صاف کہہ رہی ہوں ہانی! تم نے اگر اپنے باپ کے سامنے اس رشتے سے انکار نہیں کیا تو کل کو رونے کے لیے میرا کندھا مت ڈھونڈنا۔''

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

ماما سخت بدلحاظ ہو رہی تھیں مگر وہ تو اس پر اطلاع ہی برافروختہ ہوگئی۔ ماما کا لب ولہجہ کہاں یاد رہتا۔ فوراً پاپا کے حضور اس کی پیشی ہوگئی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو پاپا کے بستر پر پیروں کی طرف نرگس پھپھو بیٹھی تھیں جبکہ عباد پاپا کے بستر پر ان کے بائیں طرف بیٹھا تھا پاپا کا ہاتھ اس کی ہاتھ میں تھا۔

ہانیہ کو وہ دونوں ماں بیٹا بہت برے لگے جنھوں نے پاپا کے ذہن کو اپنی ہی لائن پہ لگا دیا تھا اسے دیکھ کر پاپا نرمی سے مسکرا دیے۔

ہانیہ کی آنکھوں میں نمی سی دوڑ گئی۔ وہ اپنے پاپا کو کبھی دکھی نہیں دیکھ سکتی۔ کبھی رلا نہیں سکتی۔ یہ اس پل پاپا کی وہ نرم وشفیق سی مسکراہٹ دیکھ کے اسے شدت سے احساس ہوا تھا۔

پاپا نے اسے اپنے پاس بڑی کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔

''تمہاری ماما نے تم سے کچھ بات کی؟'' پاپا بہت پرسکون تھے جیسے کہ وہ جانتے ہوں ہانیہ وقار انہیں مایوس نہیں کرے گی۔

ہانیہ کا دل تھم سا گیا۔

''جی پاپا......'' مدھم لہجے میں کہہ کر سر جھکائے وہ اپنی ہمت مجتمع کرنے لگی۔ ایزد سکندر کا خیال اسے توانائی بخشنے لگا۔

''نرگس! یہ میری بہت پیاری اور سب سے اچھی بیٹی ہے۔ میرے دل کے سب سے زیادہ قریب۔'' وہ پھپھو کو بتا رہے تھے۔ ہانیہ کا دل پاپا کی محبت سے لبریز ہوگیا۔ وہ اکثر اس کا ایسے ہی تعارف کراتے تھے جس پر زونیہ خاص طور پر ناک بھوں چڑاتی۔

''تم بتاؤ ہانی! میری خواہش ہے کہ تم اپنی زندگی کا باقی ماندہ سفر عباد کے ساتھ طے کرو۔ تم کیا کہتی ہو؟'' پاپا کہہ رہے تھے۔ ہانیہ کی سانس تھمنے لگی۔

کیا وہ انکار کر پائے گی؟

''جب سے میں نے تمہارے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے، میں خود کو بہت خوش اور مطمئن محسوس کر رہا ہوں ہانی!'' پاپا کے لب و لہجے سے ہی ان کی خوشی جھلک رہی تھی اور وہ ان سے یہ خوشی نہیں چھین سکتی تھی۔

''میں جانتا ہوں، تم سعدیہ اور زونیہ سے بالکل ڈفرنٹ ہو۔ تم نے ہمیشہ میرا سر بلند کیا ہے۔'' وہ فخر سے کہہ رہے تھے۔

جھکے سر کے ساتھ ہانیہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ وہ ان کا سر کبھی نیچا نہیں کر سکتی تھی۔

''عباد کہہ رہا تھا کہ ایک بار تم سے تمہارے رائے لے لی جائے اس کے بعد ہی یہ رشتہ طے ہوگا۔''

ہوا کا ایک تازہ جھونکا ہانیہ کے چہرے سے ٹکرایا۔ آزادی کا ایک روزن کھلا تھا شاید۔

''میں تمہارا جواب اچھی طرح جانتا ہوں مگر عباد کی تسلی کے لیے میں چاہتا ہوں کہ اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو کہہ دو۔''

کھٹ، کھٹ کھٹ......تمام روزن بند ہو چکے تھے۔

پاپا تمام بار اس کے نازک شانوں پہ ڈال کر اب منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ہانیہ نے اپنی ہمت اکٹھی کرنا چاہی۔

ایک نام ہی تو ہے دو لفظی ایزد سکندر۔

ایک بار منہ سے نکالنے کی دیر ہے۔ کیا عباد پھر ساری عمر اس کا نام بھی سننا پسند کرے گا۔

''بولو ہانی! کیا تمہیں میرا فیصلہ غلط لگتا ہے۔ اپنی ماما کی طرح؟'' پاپا بڑی آس لیے اس سے پوچھ رہے تھے۔

مگر نہیں۔

ہانیہ کو شدت سے احساس ہوا۔

یہ آس نہیں وہ مان تھا جو ہمیشہ سے پاپا کو ہانیہ پر رہا تھا۔ اس کے لب کسی انجانی بات کے بوجھ سے کئی بار لرزے مگر وہ ایک بار بھی پاپا کا مان توڑنے کی ہمت نہیں کر پائی۔

اسے پاپا کے بائیں طرف بیٹھے شخص سے نفرت محسوس ہوئی، جس نے جان بوجھ کر اسے اس مقام پر لا کھڑا کیا تھا جو شاید اس کے کندھوں پر رکھ کے بندوق چلانا چاہتا تھا۔

''جی پاپا! جیسے آپ کی خوشی۔'' وہ رو رہی تھی۔ اپنی بزدلی پہ۔ اپنی کم ہمتی پر۔ وہ زندگی سے اپنا حق، اپنی خوشیاں چھین نہ پائی تھی۔

پاپا نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا کر اس کے ہاتھ کو چوم لیا تو وہ بے اختیار روئے چلی گئی۔ پاپا خوش تھے بے حد و بے حساب

☆☆☆

ماما سے جتنا ہو سکا انہوں نے ہانیہ کو برا بھلا کہہ دیا اس پر چیخ چلا لیا۔ صرف گالیاں دینے کی کسر بچی تھی انہوں نے وہ عباد اور اس کے گھر والوں کو دے کر پوری کر لی۔

''بس کر دیں ماما! جاہل گنوار لگ رہی ہیں ایسے۔'' زونیہ اکتا گئی تھی اس جذباتی ڈرامے سے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''بکواس بند کرو تم۔'' ماما اس پر اٹھیں۔

''جو ہونا تھا، وہ تو ہو چکا۔ آپ کیوں اپنا بی پی بڑھا رہی ہیں۔ آگے جس کی زندگی برباد ہو رہی ہے وہ جانے اور اس کا کام۔''

''ارے ٹٹ پونجیوں میں کھپا دیا میری بیٹی کو جو خود دانے دانے کو ترسے ہوئے ہیں وہ میری آسائشوں میں پلی بیٹی کو کیا کھلائیں گے۔ کیا پہنائیں گے۔'' ماما نے ہاتھ ملے۔

ہانیہ دم سادھے رہی۔ ماما کا صدمہ حد سے زیادہ تھا۔ انہوں نے یہ سب کرتے قطعاً خیال نہ کیا تھا کہ عباد اور اس کی فیملی اندر پاپا کے کمرے میں موجود تھی اور وہ کمرا ساؤنڈ پروف تو کبھی بھی نہ رہا تھا۔

''پتا نہیں کس لالچ میں چلے آئے یہاں۔ ارے سوتیلوں کا بھلا کیا حق بنتا ہے زمین و جائیداد پر۔''

زونیہ بور ہو کر وہاں سے اٹھ گئی اور اپنے کمرے میں چلی گئی مگر ہانیہ کو ابھی ماما کی مزید لعن طعن سننے کے لیے یہیں بیٹھنا تھا۔ حالانکہ اس کا شدت سے جی چاہ رہا تھا کہ اپنے بیڈ روم میں بند ہو کے خوب روئے چیخے چلائے۔ ایزد سکندر کی یاد کا ماتم کرے کہ آئندہ اس کی اجازت نہیں ملنے والی تھی۔

☆☆☆

ہانیہ اور زونیہ کی شادی ایک ہی روز طے ہوئی تھی۔

سعدیہ آپی کو پتا چلا تو انہوں نے بھی کم و بیش، ماما ہی جیسا ہنگامہ کیا۔ ہانیہ کے تو انہوں نے ماما اور زونیہ کے سامنے ہی وہ لتے لیے کہ وہ گنگ سی بس سنتی رہ گئی۔

''کیا جواب دوں گی میں ایزد کو......اور معیز کیا کچھ نہیں سنائے گا مجھے۔ اتنی ہمت نہیں تھی تو یاری لگانے کی ضروری ہی کیا تھی۔ بیچ راہ میں لا کے ایسے پلٹی ہو کہ اس کا احساس بھی نہیں کہ میں کیا منہ دکھاؤں گی اسے۔ معیز تو میری جان کو آ جائے گا۔'' سعدیہ آپی! جانے کیوں رونے والی ہو رہی تھیں۔

''ہم نے تو پکا ارادہ کر لیا تھا ہانیہ اور ایزد کی شادی کا۔ ایزد بھی کتنا پسند کرتا ہے اسے۔ معیز کا بزنس ماما'' ہانیہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس کس بات کو رو رہی ہیں۔ مگر ماما خود ان تین چار روز میں اس معاملے پر اتنا ماتم کر چکی تھیں کہ اب بور سی ہو گئی تھیں بے زاری سے بولیں۔

''اب کیا ہو سکتا ہے زبردستی تو ایزد سے نکاح پڑھوانے سے رہے۔ جیسا چل رہا ہے چلنے دو۔ یہ جانے اور اس کا باپ''

مگر سعدیہ آپی تو ہانیہ سے تمام رشتے ختم کرنی آئی تھیں۔ ہانیہ ضبط کرتی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

''اب بس کرو۔ جسے خود اپنی بربادی کا احساس نہ ہو، اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہ ہانیہ کا اپنا فیصلہ ہے۔'' ماما سعدیہ آپی سے کہہ رہی تھیں۔

اور وہ بند کمرے میں ایزد سکندر کی یادوں کا سوگ منا رہی تھی۔

☆☆☆

زونیہ اور علی نے اپنی شادی کی تمام شاپنگ اکٹھے کی۔ شاپنگ سے آ کر زونیہ نے بطور خاص تمام چیزیں ماما کو دکھائیں۔

''ہر چیز میں نے علی کی پسند سے لی ہے۔ بھئی! جس کے لیے پہننا ہے ہر شے اسی کی پسند سے ہونی چاہیے۔'' وہ اترا اترا کر کہہ رہی تھی۔ ہانیہ بے تاثر بیٹھی سنتی رہی۔

''تمہاری سسرال سے کوئی فون نہیں آیا۔'' دن ہی کتنے باقی ہیں شادی میں ایک چھلے تک کی توفیق نہیں ہوئی ان لوگوں کو۔ زونیہ سے اس کی خاموشی برداشت نہ ہو پائی تھی۔ طنز سے کہا۔ ہانیہ گویا وہاں موجود ہی نہ تھی نظر گھما کے ٹی وی دیکھنے لگی۔

''آیا تھا اس کی سو کالڈ نند کا فون۔ اس کی پسند کے کلر پوچھ لیے اور بس۔ فارمیلٹی پوری ہو گئی۔'' ماما

نے حقارت سے جواب دیا۔

''ہونہہ...... پینڈو لوگ ہیں ماما! دیکھنا بری لے کر آئیں گے اور ان کی رنگ برنگی عورتیں میرج ہاج میں اسٹیج پہ چڑھ کے کپڑے جوتے دکھائیں گی۔'' زونیہ بھی ماما ہی کا دوسرا روپ تھی۔

''حق ہا۔ اپنی رضی سے کنویں میں گری ہے یہ۔ کوئی ایک بھی ہاتھ تھام لیتی تو ہم بچا لیتے اسے۔ مگر اسے تو کنویں کی تہہ میں باپ کا چہرہ نظر آ رہا تھا ہر طرف سے آنکھیں بند کرکے چھلانگ لگائی ہے۔''

ماما کے پچھتاوے ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہے تھے مگر ہانیہ کی برداشت شاید آج جواب دے گئی۔

''اپنی مرضی سے کنواں چنا ہے میں نے تو مرا ہوا سمجھ کر اب بخش دیں مجھے۔ مت دوہرائیں بار بار میرے زخموں کو کرید نے کا عمل۔'' زونیہ نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے شاپنگ بیگ اٹھانے شروع کر دیے۔

''خدا خیر ہی کرے۔ ہروقت کا رونا اور نحوست۔ مجھے اپنی شادی کی تاریخ آگے پیچھے کروالینی چاہیے تھی۔'' وہ سارا سامان اپنے کمرے میں اٹھا لے گئی۔

''یوں روتے روتے مرجاؤ گی تم۔ ابھی بھی وقت ہے کون سا نکاح پڑھوالیا ہے۔ تم نے۔ باپ کو صاف انکار کردو۔ ایزد منتیں کر رہا ہے سعدیہ کی۔ ہر حال میں تمہیں اپنانے کو تیار ہے۔ سعدیہ اور معیز تمہارا پورا ساتھ دیں گے۔ معیز تو کہہ رہا تھا کہ کوٹ میں جا کر تم دونوں کی شادی کروادے گا۔''

شیطان کا کوئی ایک روپ نہیں ہوتا۔ وہ یونہی رنگ بدل بدل کر سامنے آتا اور بہکاتا ہے۔ ماما کی زبانی یہ سب سن کر ہانیہ کی منزل بالکل سامنے اور بہت آسان دکھائی دینے لگی۔

visit for more novels: www.urdunovelbank.com

کیسا خوش رنگ خواب تھا۔ ہانیہ وقار اور ایزد سکندر۔ زندگی کی شاہراہ پہ ہم قدم تو راستے پھول اور خوشیاں تتلیاں۔

اسی وقت پاپا کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے سے ہانیہ کے نام کی اونچی پکار سنائی دی تو وہ ہڑبڑا کر کسی خواب سے جاگی اور جوتوں میں پاؤں پھنساتی تیزی سے ان کے کمرے کی طرف بھاگی۔

''یا اللہ! یہ شخص لے ڈوبے گا اسے۔'' وہ اپنا ہپناٹزم بیکار جاتا دیکھ کر غصے سے بولیں۔

☆☆☆

یہ بھی صد شکر کہ ایزد نے اس سے کوئی رابطہ نہ کیا تھا۔ ورنہ وہ خود کو سنبھال نہ سکتی اور شاید اس کے لیے اپنے فیصلے پر قائم رہنا بھی دشوار ہو جاتا۔ ہاں مگر سعدیہ آپی نے اس سے تمام تر ناراضی کے باوجود اس تک پیغام ضرور پہنچایا تھا۔

''ایزد تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ تمہارا اٹھایا ہمت کا ایک قدم تمہیں ایزد کی طرف لے آئے گا، ہانیہ!

ایزد کو کھو کر تم سوچ نہیں سکتیں، کیا کچھ کھو رہی ہو۔ بربادی چن لی ہے تم نے۔" وہ خاموشی سے سنتی رہی اور دل خون کے آنسو بہاتا رہا۔

"میری ہمت نہیں پڑتی آپی! میری انگلی تھام کر جس شخص نے مجھے قدم اٹھانا سکھایا، آج اس کی مخالفت میں قدم اٹھالوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔" بہت کچھ سننے کے بعد بالآخر اس نے کہا تو سعدیہ آپی نے غصے سے فون بند کر دیا۔

ایزد سکندر کو خود سے دور جاتا پا کر ہانیہ نے اپنے دل میں عباد کے لیے سخت نفرت محسوس کی تھی۔

☆☆☆

پاپا اس سے بے حد خوش تھے۔ اس کی شادی تک وہ یوں بھلے چنگے ہوگئے جیسے کبھی بیمار ہوئے ہی نہ تھے۔

"ڈراما تھا یہ سب۔ تمہیں بلیک میل کرنے کے لیے۔" ماما تنفر سے کہتیں۔

"ماما! فار گاڈ سیک۔ کچھ تو آسان کریں اس قیامت کو میرے لیے۔ بار بار ان چاہی زندگی گزارنے کے طعنے مت دیں آپ تو میرے لیے یونہی خوش رہیں جیسے زونیہ کے لیے خوش ہورہی ہیں۔" ماما تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"اس شخص کو اپنے قریب بھی مت آنے دینا اس کے کندھے پہ رکھ کے بندوق چلاؤ۔ دیکھنا وہ تم سے متنفر ہوجائے گا۔ جب فیصلہ اس کی طرف سے ہوگا تو پاپا کی نظروں میں تم مجرم نہیں ہوگی تھوڑی سی ہمت کرنا ہانی! ایزد تمہارا انتظار کرے گا۔"

سعدیہ آپی نے برائیڈل روم میں آکر ایک اور شیطانی سوچ اسے تھمائی تھی۔ جس پر عمل کرنا اسے بہت آسان لگا تھا۔

واقعی۔ پاپا کا حق تو ادا کر دیا اس نے۔ اس شخص کا بھلا اس پر کیا احسان تھا کہ جا کر اس کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دیتی وہ اسی لائن پہ سوچنے لگی۔

☆☆☆

دونوں باراتیں اپنے مقررہ وقت پر آئیں۔ زونیہ کی بارات تو ظاہر ہے اس جیسے الٹرا ماڈرن کھاتے پیتے قیمتی لباسوں والے لوگوں پر مشتمل تھی۔ خود بھی شیفون کی خوبصورت قیمتی ساڑھی پہنے ہوئے تھیں۔ مختصر سے بلاؤز کی آستینیں غائب تھیں۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد ہانیہ کی بارات بھی آگئی۔

سعدیہ آپی بطور خاص برائیڈل روم میں ہانیہ اور زونیہ کے پاس آئیں۔ زونیہ کے سسرال والوں

کی تعریفوں کے پل باندھ دیے۔

''ہانی کے سسرال والے بھی تو آ گئے ہیں'' زونیہ نے ایک ترچھی نگاہ ساکت مجسمے کی مانند بیٹھی ہانیہ پر ڈالی جو اس روپ میں خوبصورت مورت لگ رہی تھی۔

''ہاں! آ گئے ہیں ایک سے بڑھ کر ایک پینڈو اٹھا کے لائے ہیں۔ ہمارے مردوں نے گھر میں کبھی شلوار قمیص نہیں پہنی اور وہ لوگ بارات کے ساتھ یہ ڈریس پہن کے آئے ہیں'' سعدیہ آپی نے حقارت سے کہا اوپر سے زونیہ کی مذاق اڑاتی ہنسی۔ ہانیہ کا دل متلانے لگا۔

نکاح کے وقت قاضی صاحب اور گواہان کے ساتھ پاپا اندر آئے تھے۔ زونیہ کا نکاح پہلے پڑھایا گیا تو حق مہر سوا لاکھ روپے لکھا گیا۔ ہانیہ کے نکاح کی سنت ادا کی گئی تو حق مہر بیس ہزار سکہ رائج الوقت تھا۔ جو موقع پر ہی ہانیہ کو ادا کر دیا گیا ہانیہ کے دل نے ہمک ہمک کر زونیہ کی خوش قسمتی پر رشک کیا مگر سب کے باہر جاتے ہی پاپا نے پہلے زونیہ کو پیار کیا اور اس کے بعد ہانیہ کی پیشانی چوم کر سینے سے لگایا تو اس کی منجمد حسیات پگھلنے لگیں۔

''آئم پراؤڈ آف یو ہانی! تم میری بہترین بیٹی ہو۔'' پاپا بہت خوش مگر کمزور اور تھکے ہوئے سے لگے۔ ہانیہ کا دل ٹھہر سا گیا۔

اس کی یہ قربانی اس کے کسی بہت پیارے کے لیے خوشی اور سکون کا باعث تھی یہ اطمینان اسے بہلا گیا۔

Visit for more novels
www.urdunovelbank.com

دونوں بہنوں کی رخصتی اکٹھی ہوئی تو دونوں کی سجی ہوئی گاڑیاں مخالف سمتوں کی طرف رواں دواں ہوگئیں۔

نرگس پھپھو اور کرن کے درمیان وہ خود کو پھنسا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر سعد اور فرنٹ سیٹ پر عباد تھا۔ کرن سارے راستے مسلسل دونوں بھائیوں سے ہنسی مذاق کرتی رہی۔ سعد اس کی باتوں کے جواب ایسی پھلجھڑیوں کی صورت دیتا کہ کوئی اور موقع ہوتا تو ہانیہ کی ہنسی نہ رکتی مگر اس وقت تو وہ ساری صورتحال اسے اپنا مذاق اڑاتی محسوس ہو رہی تھی۔

اس کا سر دکھنے کو آ گیا۔ اسے لگا جیسے وہ لوگ اپنی کامیابی پر نازاں و مسرور ہوں کہ اس کے قابل نہ ہوتے ہوئے بھی اسے بیاہ لے جا رہے ہیں۔

ان کی ہنسی مذاق کے درمیان عباد محض ایک آدھ فقرہ ہی بول رہا تھا۔ وہ اور نرگس پھپھو چپ ہی رہے مگر سعد اور کرن کو جانے کون سی ایسی خوشی مل گئی تھی کہ چپ ہی نہیں ہو رہے تھے۔ قریب تھا کہ وہ غصے

کے مارے چیخ اٹھتی۔ اسی وقت مختلف موڑ مڑتی، دھچکے کھاتی گاڑی آہستہ آہستہ ہوتے ہوئے رک ہی گئی۔

اس نے سنا تھا گاؤں کی زندگی شہر سے مختلف ہوتی ہے۔

''چہ چہ۔ نو بجے سونے والے لوگ۔'' سعدیہ آپی کل تک اس کا تمسخر اڑا رہی تھیں۔

اور یہاں ساڑھے گیارہ بجے رخصتی ہوئی تھی اور ڈیڑھ گھنٹے میں وہ لوگ گھر پہنچے تھے۔

اور یہاں ایک رونق میلے کا سماں تھا۔

گاڑی رکتے ہی بھانت بھانت کی آوازیں اور بولیاں۔

''آپ کی دلہن دیکھے بنا بھلا کسی کو نیند نہیں آنی تھی۔''

کھنکھناتے لہجے میں کرن نے یقیناً عباد سے کہا تھا، پھر دروازہ کھول کر گاڑی سے اتری اور جھک کر ہانیہ کا بازو تھاما۔

''آجائیں بھابھی! گھر آ گیا ہے۔''

وہ بے جان ہوتے وجود اور تمام تر غیر رضامندی کے ساتھ گاڑی سے نیچے اتری۔ مووی لائٹس آن تھیں۔

ایک تو شور ہنگامہ اور عورتوں کا رش۔ اوپر سے مووی لائٹس کی گرمی۔ ہانیہ جیسی نرم و نازک لڑکی کا حلق خشک ہوگیا۔ غم کے مارے کھانا تو پہلے ہی نہ کھایا تھا۔ اب پیاس کے مارے دم نکلنے لگا۔ مگر وہ کس کو آواز دے۔

''زونی، ماما ...... پاپا...... اس کے حلق میں کانٹے اگ آئے۔ آنکھیں بھر بھر آئیں۔ کیسے انمول رشتے چھوڑ کر آئی تھی پیچھے۔ سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

بمشکل گھر میں داخل ہوئے تو اسے لگا اس کی ٹانگیں بے جان ہو رہی ہیں۔ پہلے اس کی پنسل ہیل کی ہیل رپٹی، پھر اس کے گھٹنے بے جان سے ہو کر مڑے تو آنکھیں موندتی وہ ڈھے گئی۔ پتا نہیں کون کون سی فضول رسموں میں الجھے لوگوں کو تب پتہ چلا، جب انہوں نے دلہن کو گٹھڑی کی مانند زمین پر پڑے دیکھا۔ ایک ہلچل سی مچ گئی۔

عباد نے فی الفور مووی کیمرا آف کروایا۔

کرن اور نرگس پھپھو خواتین کو اندر کمرے میں لے گئیں تو عباد پھرتی سے ہانیہ کو اٹھا کر اپنے کمرے تک لایا اور بستر پر لٹاتے ہوئے پیچھے آتی کرن سے کہا۔

''اس کا دوپٹا وغیرہ کھول دو۔ گرمی کی وجہ سے ایسی حالت ہوئی ہوگی۔''

کرن نے تیزی سے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ہانیہ کے دوپٹے کی پنیں اتارنا شروع کیں۔عباد اے سی آن کر کے پلٹا تو ہانیہ کی پلکوں میں خفیف سی لرزش ہوئی۔کرن نے اس کا گال تھپتھپایا۔

''پپ۔پانی''اس کی مدھم سی آواز۔

کرن تیزی سے لپکی اور لمحہ بھر میں ٹھنڈے پانی کی بوتل اور گلاس لے آئی اور گلاس میں پانی ڈال کر ہانیہ کا سر اونچا کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں سے لگایا۔

عباد سینے پہ بازو لپیٹے کھڑا تھا ہانیہ کو پانی پیتے اور مندی آنکھیں کھولتے دیکھ کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

''بڑی نازک دوہٹی لے کے آیا ہے عباد!''باہر عورتیں اسے چھیڑ رہی تھیں۔وہ مسکراتے ہوئے سعد کی طرف بڑھا۔

''مووی میکرز کو فارغ کردو اب۔''

''بھابھی کیسی ہیں اب؟''سعد بھی متفکر تھا۔

''ٹھیک ہے۔گرمی کی وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی۔''عباد نے سنجیدگی سے کہا تو وہ مطمئن سا پلٹ کر مووی میکرز کی طرف چلا گیا۔

پانی پی کر اس کے اعصاب کو تقویت ملی تو اے سی کی کولنگ نے طبیعت کی گرانی اور کسلمندی دور کردی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''آپ کا دوپٹا سیٹ کردوں؟''وہ تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔جب کرن نے پوچھا۔وہ اس کے سوال کا ماخذ جان کر قدرے سختی سے بولی۔

''نہیں!بلکہ میں یہ جیولری بھی اتارنا چاہ رہی ہوں۔''

''ابھی تو بھائی آنے والے ہیں۔''کرن نے بے اختیار کہا تو ہانیہ نے سکون سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''تو......''وہ جھینپی۔

''ان سے کچھ تعریف تو کروالیں پہلے،پھر چینج کرلینا۔''

ہانیہ سر جھٹک کر مزید کچھ کہے بغیر جیولری اتارنے لگی تو کرن خاموش سی ہوگئی۔پھر اسی خاموشی سے اس نے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں سے ایک مخمل کا بنا پاؤچ نکال کے دیا۔ہانیہ نے ساری جیولری اس میں ڈال دی اور وہ پاؤچ لاپروائی سے سائیڈ ٹیبل پر ہی رکھ دیا۔

''واش روم کہاں ہے......؟''اس کے پوچھنے پر کرن نے کمرے میں موجود دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اٹیچڈ باتھ تھا۔

''آپ کا نائٹ سوٹ لٹکا دیا ہے۔'' کرن نے بتایا۔ وہ لہنگا سمیٹتی بیڈ سے اتری۔ کرن نے مستعدی سے خوبصورت سی نازک چپل اس کے سامنے کی۔ خاموشی سے چپل پہن کر وہ واش روم میں آ گئی۔

جدید طرز کا بنا واش روم ہر قسم کی سہولت سے آراستہ۔ مہکتا ہوا سا تھا۔

ایک گاؤں میں اس طرح کے واش روم کا تصور کرنا بھی محال تھا۔

وہ سر جھٹکتی اپنا نائٹ ڈریس دیکھنے لگی۔ ہلکی سی کڑھائی سے سجا گلابی اور فیروزی رنگ کا خوب صورت ٹراؤزر اور شرٹ اسے اچھا لگا۔ اس نے فوراً بھاری بھرکم لہنگے سے چھٹکارا حاصل کرتے ہوئے وہ کپڑے پہن لیے۔ آئینے میں جھانکا تو چہرہ اجنبی سا لگ۔ صابن لگا کر ٹھنڈے پانی سے دھویا تو اپنا آپ بے حد ہلکا پھلکا سا محسوس ہونے لگا۔

وہ تروتازہ سی ہو کر واش روم سے نکلی تھی۔ تولیے کے بجائے یونہی ہاتھوں ہی سے پانی کے قطرے چہرے پر سے جھٹکتی باہر آئی تو عباد کو سامنے کاؤچ پر نیم دراز کیفیت میں لیٹا پا کر ٹھٹک سی گئی۔

پھر اگلے ہی پل خود کو سنبھالتے ہوئے آگے بڑھی۔ اپنے پرس میں سے ٹشو پیپر نکالا اور اس سے تھپتھپا کر چہرہ خشک کرنے لگی۔ عباد سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''کیسی طبیعت ہے تمہاری؟''

ہانیہ کا جی نہ چاہا کہ اس کی بات کا جواب دے۔

''اب ٹھیک ہے۔'' مگر وہ مختصراً کہہ کر یونہی خوامخواہ اپنا پرس کھول کے اس میں جھانکنے لگی۔

عباد نے چند لمحے اسے دیکھ کر جانے کیا اندازہ لگایا تھا پھر اٹھ کر واش روم میں چلا گیا۔ ہانیہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے پرس بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر پھینکا۔

''واٹ نان سینس! میں ایسے بزدلوں کی طرح کیوں جان بچا رہی ہوں۔ مجھے اس پر پہلی ہی رات میں اس رشتے سے ناپسندیدگی واضح کر دینی چاہیے تاکہ وہ اپنی حد میں ہی رہے۔''اس نے خود کو ڈانٹتے ہوئے وہ لائحہ عمل یاد کیا جو وہ میکے سے طے کر کے آئی تھی۔

عباد کے باہر آنے تک وہ بیڈ کے ایک کنارے پہ لیٹی آنکھوں پہ بازو رکھے خود کو سویا ہوا ظاہر کر رہی تھی۔

واش روم سے وہ نہا کے چینج کر کے نکلا تھا تولیے سے رگڑ کے بال خشک کرتا ہوا وہ ہانیہ کو ہی دیکھ رہا

تھا۔ ہانیہ کا دل بے ترتیب سا ہوا تھا۔

وہ کیا سوچ رہا ہے؟

پھر تولیہ کاؤچ کی پشت پر پھیلا کر وہ ڈریسنگ کی طرف آیا اور برش اٹھا کر بال سنوارنے لگا۔ ہانیہ کو اپنا دل ہاتھ پیروں میں دھڑکتا محسوس ہونے لگا۔

برش رکھ کے وہ لائٹ بند کرتا بیڈ کی طرف آیا تو ہانیہ کی سانسیں رک سی گئیں مگر وہ تکیے سے بستر جھاڑ کر اپنی جگہ پر یوں لیٹا جیسے اس بستر پر وہ بالکل اکیلا ہو۔ اطمینان کے ساتھ ساتھ ہانیہ کو کچھ عجیب سا احساس ہوا۔ وہ تو گھر سے ہی یہ سب سوچ کے چلی تھی مگر عباد کیا گیم کھیل رہا تھا؟ نکاح میں آئی لڑکی، جس پہ وہ شرعی حق رکھتا تھا۔ اسے پہلی رات ہی یوں نظر انداز کرنا چاہیے......

تسلی تو کیا خاک ہوتی۔ اس کا ذہن الجھنے لگا۔ اسے ماما اور زونیہ کی باتیں یاد آئیں۔

"تو کیا واقعی عباد نے جائیداد کی خاطر۔" اس کا دل پریشان ہوا۔

☆☆☆

صبح اس کی آنکھ کھلی تو چند لمحے اسے ماحول سے مانوس ہونے میں لگے۔ یونہی لیٹے لیٹے اس نے چہرہ گھما کے جائزہ لیا۔ عباد کمرے میں موجود نہیں تھا۔ واش روم کا دروازہ بھی ادھ کھلا تھا۔

بیڈ کے داہنی طرف دیوار میں شیشے کی بڑی سی کھڑکی جس کے پردے سائیڈ پہ کردیے گئے تھے۔ یہ کمرا یقیناً پچھلی سائیڈ پر بنا تھا اسی لیے دھوپ کے بجائے کمرے میں صرف صبح کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

visit for more novels: www.urdunovelbank.com

وہ کھلے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹتی اٹھ بیٹھی۔ ایک نظر کمرے پر دوڑائی۔

نفیس سا فرنیچر، خوبصورت پردے، وارڈ روب۔ تمام اشیاء کی ترتیب میں بہت نفاست کی جھلک تھی۔

ہانیہ گاؤں میں ایسے طرز زندگی پر غور کرتی بستر سے اترنے لگی۔ اسی وقت دروازہ کھٹکھٹایا گیا تو بے اختیار ہی اس کے منہ سے لیس نکل گیا۔ اپنے حلیے کا دھیان اسے تب آیا جب کرن کے ساتھ ایک پیاری سی لڑکی کو اندر آتے دیکھا۔ کرن خجل سی ہوئی۔

"بھائی کہہ رہے تھے آپ جاگ رہی ہوں گی میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا؟ کرن کا انداز معذرت خواہانہ تھا۔ ہانیہ مروتاً شاید کچھ کہتی مگر اس سے پہلے ہی کرن کے ساتھ آنے والی لڑکی بول اٹھی۔"

"یہ شہر والوں کا بے باک انداز ہے کرن! دیکھا نہیں تم نے۔ بارہ بجے تو ان کی صبح ہو رہی ہے اور چینج ابھی تک نہیں کیا۔" شکل کی پیاری لڑکی کا لہجہ اتنا ہی تیکھا اور طنز سے بھرپور تھا۔ اس کا حملہ اتنا اچانک تھا

کہ کرن بے چاری گھبرا سی گئی مگر ہانیہ کا تو دماغ ہی گھوم گیا۔

''ان کی تعریف......'' ہانیہ نے سرد مہری سے دریافت کیا۔

''یہ زینی ہے۔ زینب۔ میری پھپھو کی بیٹی ہے۔'' کرن جانے کیوں ہکلا سی گئی جبکہ زینی عین ہانیہ کے سامنے آ کھڑی ہوئی جیسے اس سے اپنا تقابل کر رہی ہو۔ ہانیہ کو وہ لڑکی خطرناک لگی۔

''کرن سے کہاں میرا تعارف کرایا جائے گا۔ اس کے لیے مجھے ہی زحمت کرنی پڑے گی۔'' لب و لہجے سے وہ پڑھی لکھی لگ رہی تھی مگر انداز از حد طنزیہ اور کٹیلا تھا۔ ہانیہ کی برداشت جواب دے گئی۔

''اچھا جی۔ آپ کیا بہادر شاہ ظفر کی پوتی ہیں۔'' اپنی طرف سے ہانیہ نے بھرپور طنز کیا مگر جواباً بے حد اطمینان سے جو زینی نے کہا، اس نے صحیح معنوں میں ہانیہ کو بھک سے اڑا دیا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہلکی سے مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولی تو لہجے میں کھلا چیلنج تھا۔

''جی نہیں۔ میں آپ کے شوہر نامدار کی قائم مقام منگیتر ہوں۔''

ہانیہ کو لگنے والا جھٹکا شدید تھا۔

لیکن اس جھٹکے میں دکھ نہیں بلکہ حیرت و بے یقینی کا عنصر تھا۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ شادی کے اگلے ہی روز اس کے شوہر کی قائم مقام منگیتر یوں سامنے آ کھڑی ہوگی۔ کرن کی رنگت اڑ سی گئی۔

وہ بے چاری تو زینی کو بھابھی دکھانے لائی تھی۔ معلوم نہ تھا کہ زینی یوں اپنا آپ عیاں کر دے گی۔

''آپ بھی آئیں نا نیچے۔ سب آپ کا ویٹ کر رہے ہیں ناشتے کے لیے۔''

کرن نے یوں ظاہر کیا جیسے زینی نے کوئی بات کی ہی نہ ہو۔ زینی بھی نخوت سے سر جھٹک کر کمرے سے نکل گئی۔ کرن بھی پلٹی۔

''ٹھہرو کرن......'' ہانیہ کے انداز میں محسوس کن سختی تھی۔ کرن بے چارگی سے پلٹی۔

''ابھی جو کچھ تمہاری کزن نے کہا، وہ سچ ہے؟''

''آپ فریش ہو جائیں صبح صبح اپنا موڈ خراب مت کریں اور ناشتے کے لیے آ جائیں۔'' وہ کہہ کر باہر چلی گئی۔ ہانیہ کا سر چکرا گیا۔

منگیتر کے ہوتے ہوئے جس شخص نے ہانیہ سے بیاہ رچالیا تھا اسے ماسوائے روپے پیسے کے اور کس شے کا لالچ ہوسکتا ہے۔ وہ ماما کی نہج پر ہی سوچ رہی تھی۔ فریش ہو کر وہ باہر نکلی تو اس کا سوٹ کیس

کمرے میں موجود تھا۔

اپنی مرضی کا لباس نکال کے سادہ سی ڈریسنگ کے ساتھ وہ گیلے بال شانوں پہ بکھیرے کمرے سے نکل آئی۔ رات بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔ سو اب بھوک چمک اٹھی تھی۔ ٹی وی لاؤنج کے ساتھ ہی ڈائننگ روم تھا۔ باتوں کی آوازوں کے تعاقب میں وہ وہیں جانکلی۔ دس کرسیوں والی ڈائننگ ٹیبل اس وقت بھانت بھانت کے لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔

اسے دیکھ کے ایک دم سے خاموشی چھاگئی تو ہانیہ نروس سی ہوگئی۔ کرن اس کی کیفیت کا اندازہ کر کے فی الفور اٹھی اور آگے بڑھ کر اس کا حنائی ہاتھ تھام کر اپنی خالی کی ہوئی کرسی پر لاکر بٹھایا۔ جہاں ایک طرف نرگس پھپھو بیٹھی تھیں اور دوسری طرف تیکھے نقوش والی خاتون براجمان تھیں۔

''نہ سلام، نہ دعا۔ دلہن تو لگتا ہے سدا سے یہیں رہتی ہے۔'' یہ طنز ان ہی خاتون کی طرف سے آیا تھا۔ بظاہر لہجہ خوش گوار ہانیہ شرمندگی کا شکار ہوئی۔ واقعی اتنے سارے لوگوں کو ایک ساتھ دیکھ کر وہ جھجک کا شکار ہوکر سلام بھی نہیں کر پائی تھی۔

نرگس پھپھو خاموش رہیں۔ خدا جانے ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا یا وہ اس کی حمایت میں بولنا نہیں چاہتی تھیں۔ ہانیہ اس اجنبی ماحول سے وحشت زدہ سے ہونے لگی تھی۔ دس لوگوں کی دس آنکھیں اس پہ لگی تھیں۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''مامی! آپ کی شہری بہو تو ناشتے کی آس میں آئی ہے۔ ادھر ہم دوپہر کے کھانے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔'' ہانیہ کو اپنا تمام تر اعتماد ہوا ہوتا محسوس ہوا۔ اتنے سارے لوگوں میں وہ کوئی بدزبانی نہیں کر سکتی تھی اور نہ کوئی بدلحاظی دکھا سکتی تھی۔

''السلام علیکم...... بھئی ناشتا تو ابھی میں نے بھی کرنا ہے اور کون رہ گیا ہے ناشتہ کرنے والا؟'' یہ عباد کی آواز تھی۔

ہانیہ نے بے اختیار چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ ٹیبل پر بیٹھے لڑکوں سے ہاتھ ملاتا لڑکیوں سے ہائے ہیلو کر رہا تھا۔

''ہانیہ! مختصر سا تعارف ان سب کا یہ ہے کہ یہ سب لڑکے تمہارے دیور ہیں اور یہ سب لڑکیاں تمہاری نندیں''

عباد اس کی کرسی کی پشت تھامے اس طرف قدرے جھک کر بتا رہا تھا۔ اس کی یہ بے تکلفی ہانیہ کی سمجھ سے بالاتر تھی مگر فی الحال ہانیہ کی توجہ سامنے رو میں بیٹھی زینی کے سرخ پڑتے چہرے کی طرف تھی۔ وہ

ایک دم کرسی گھسیٹ کر اٹھی۔

''مجھے چھوڑ کر......انڈراسٹینڈ!'' تلخی سے کہتی وہ پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

''زینی......ادھر آؤ'' ساتھ بیٹھی خاتون نے زینی کو آواز دی اور ساتھ ہی عباد کو بھی سرزنش کی۔

''تمہیں پتا تو ہے اس کا۔ پھر کیوں تنگ کرتے ہو اسے۔ وہ تو پہلے ہی بہت دکھی ہے۔''

''پھپھو! اس نے میری پوری بات سنی ہی کہاں ہے۔ میں بھی اسے چھوڑ کے باقی سب نندیں ہیں کہنے والا تھا۔'' عباد نے اطمینان سے کہا۔

'اوہ......'' ہانیہ پر کھل گیا کہ یہ خاتون عباد کی پھپھو یعنی زینب عرف زینی کی والدہ محترمہ ہیں۔

''تم بتاؤ ہانیہ! ڈائیریکٹ لنچ کروگی یا ناشتہ کرنے کا موڈ ہے؟'' عباد اس سے پوچھ رہا تھا۔

''مجھے بھوک لگ رہی ہے۔'' وہ بے ساختہ سچ بول گئی۔

''اب کھانے کا وقت ہو رہا ہے کھانا ہی کھالو۔ اس وقت تو حلوہ پوری اچھی بھی نہیں لگے گی۔'' نرگس پھپھو نے سنجیدگی سے مشورہ دیا تو ہانیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

لڑکے سعد کی ساتھ اٹھ گئے اور لڑکیاں کرن کے ساتھ یقیناً کچن کی طرف گئی تھیں۔ اب نرگس پھپھو اور عباد کی پھپھو کے نرغے میں ہانیہ بیٹھی رہ گئی تھی یا ہانیہ کی پشت پر کھڑا عباد۔

''بھئی ! ایسی منہ دھوئی دلہن تو پہلی بار دیکھی ہے میں نے۔ ہمارے زمانے میں تو ایسا نہیں ہوتا تھا۔'' عباد کی پھپھو نے اسٹارٹ لیا تو نشانہ ہانیہ کی سادگی تھی۔

''کیوں پھپھو! آپ کے زمانے میں دلہنیں منہ نہیں دھوتی تھیں؟'' عباد نے تحیر سے پوچھ کر سوال کی سنگینی کو یوں زائل کیا کہ نرگس پھپھو کے ساتھ ہانیہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے عباد کو گھورا۔

''فضول باتیں مت کرو۔ ہم تو ہمیشہ سج بن کے رہے۔ ان کے ابا تو خوب راضی ہوتے تھے اس ادا سے۔''

''میں ایسے ہی اس سے راضی ہوں پھپھو! مجھے پیسٹری بن کے بیٹھے رہنے والی لڑکیاں بہت بری لگتی ہیں۔'' عباد کا اطمینان کمال کا تھا۔

ہانیہ کو یوں کمرے سے نکل آنے کا افسوس ستانے لگا۔ اچھا تھا وہیں ناشتے کا انتظار کرتی رہتی۔ یہ سارا ڈراما تو دیکھنے کو نہ ملتا۔

ذرا دیر کے بعد کھانے کی ٹیبل طرح طرح کی ڈشز سے سج گئی۔ عباد نے نرگس پھپھو کے اٹھتے ہی

ہانیہ کے ساتھ والی نشست سنبھال لی۔لڑکوں نے کھانے کی ٹیبل کو بوفے بنالیا اور اپنی پسند کی اشیا پلیٹوں میں سجا کے ٹی وی لاؤنج میں چلے گئے۔اب ڈائننگ ٹیبل پر رش کم تھا۔

زینب نے آکر بڑے اعتماد سے ان کے مقابل کرسی سنبھال لی اور مختلف ڈشز اٹھا کے عباد کی طرف بڑھانا شروع کیں۔ زینی کے ہاتھوں سے چاولوں کی ڈش تھام کر وہ اپنی پلیٹ کے بجائے ہانی کی پلیٹ میں ڈالنے لگا۔زینی کی پیشانی پر پڑنے والے بل بہت نمایاں تھے۔

اب وہ سالن کا ڈونگا اٹھا کر اسے پیش کر رہا تھا۔ ہانیہ نے اسے روک دیا۔اس نے چاولوں پر کباب کے ساتھ محض رائتہ اور سلاد لیا۔

اپنا مختصر سا کھانا ختم کر کے سب سے پہلے معذرت کرتی ہانیہ وہاں سے اٹھی اور اپنے کمرے میں آکر دم لیا۔

باہر کی محفل اب زوروں پر تھی۔سوچوں میں گم وہ چونکی۔اس کا موبائل مسلسل بج رہا تھا۔اس نے جلدی سے موبائل اٹھایا۔ پاپا کی کال تھی۔

''السلام علیکم۔کیسی ہے میری شہزادی بیٹی؟'' پاپا کی آواز سے زندگی جھلک رہی تھی۔ ہانیہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''ٹھیک ہوں پاپا! آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟''

''میں تو ایک دم فٹ فاٹ ہوں۔بھئی ایک دم سے اتنے بڑے بیٹے کا باپ جو بن گیا ہوں۔'' وہ بہت خوشی سے عباد کا ذکر کر رہے تھے۔

ہانیہ کے دل کو تکلیف ہوئی۔ پاپا بے چارے نہیں جانتے تھے کہ ان کا یہ پلا پلایا بیٹا ان کے ساتھ کیا گیم کھیل رہا ہے۔

''عباد کہاں ہے؟''

''جی وہ......باہر ہیں۔'' وہ مدھم پڑی۔

''ہانی......وہ بہت اچھا انسان ہے۔اس کی قدر کرنا۔'' پاپا نے بہت سی باتوں کے درمیان اسے نصیحت کی جو کم از کم ہانیہ کو تو قطعاً پسند نہیں آئی۔عباد نے موجودہ حیثیت میں اسے ذرا بھی متاثر نہیں کیا تھا۔

موبائل آف کرتے ہوئے اسے خیال آیا۔عباد اور اس کی پہلی ملاقات اسپتال میں ہوئی تھی۔تب وہ اسے برا نہیں لگا تھا۔اس نے بے زاری سے سر جھٹکا تب ہی دروازہ کھلا تو ہانیہ چہرہ موڑ کے دیکھنے لگی۔عباد اندر آیا تھا۔

ہانیہ نے اپنے اندر کوئی بھی تاثر اُمڈتا محسوس نہیں کیا۔ اپنا موبائل فون اٹھا کر یوں ہی نمبروں سے کھیلنے لگی۔ عباد آ کر بیڈ پر بیٹھا اور جوتے اتار کر بیڈ پر نیم دراز ہوگیا۔

''زینی کیا لگتی ہے تمہاری؟'' ہانیہ کی توجہ موبائل پر مگر لہجہ طنز سے بھرپور تھا۔ نیند سے بوجھل ہوتی عباد کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔

''مطلب؟'' وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ ہانیہ کا ارادہ اس کی ٹھیک ٹھاک کلاس لینے کا تھا۔

''مطلب یہ کہ...... زینی سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟'' اب وہ بڑے اعتماد سے عباد کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے عباد کے تاثرات میں ناگواری دیکھی۔

''تمہارا مطلب جو بھی ہو...... میرا مطلب یہ ہے کہ تم یوں مجھے تو تڑاخ کر کے مخاطب کیا کرو گی؟'' اس نے بالکل ہی غیر متعلق بات کی۔ لمحہ بھر کو ہانیہ اگلی بات بھول گئی۔

''کافی بڑا ہوں میں تم سے اور پھر جو رشتہ ہے تمہارا مجھ سے وہ احترام کا متقاضی ہے۔''

ہانیہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے جیسے خود کو کمپوز کیا اور پھر رسان سے بولی۔

''زینی سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟''

''کزن ہے میری۔ تمہارے ساتھ ہی اس کی امی بیٹھی تھیں۔ میری پھپھو کی بیٹی ہے۔'' اس نے بڑی تفصیل سے اپنا اور زینی کا رشتہ واضح کیا یا شاید لفظوں کے پردے میں چھپایا تھا۔ کم از کم ہانیہ کو ایسا ہی محسوس ہوا تھا۔

''اس کے علاوہ......''

عباد نے چونک کے اسے دیکھا۔ کیا جاننا چاہتی ہو تم؟

''میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں مسٹر عباد! کہ ایک عدد منگیتر رکھتے ہوئے بھی آپ کو اس ایمرجنسی میں شادی کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی اور یہ کہ میرے پاپا کو کس لیے دھوکا دیا ہے آپ نے۔ کس لالچ میں؟'' وہ چیخ کر بولی۔

چند لمحوں تک عباد اس کا چہرہ دیکھتا رہا جیسے اسے اندر تک پڑھ لینا چاہتا ہو۔ پھر بڑے اطمینان سے پوچھنے لگا۔

''تمہارا کیا خیال ہے مجھے کیا لالچ ہو سکتا ہے؟''

''میرے پاپا کا بزنس، گھر اور کیا۔'' ہانیہ کو اس کی اداکاری پر جی بھر کے غصہ آ رہا تھا وہ تنفر سے بولی۔

''نکاح میں اپنے ساتھ بداعتمادی لائی ہو ہانیہ وقار۔''

''اورتم ......جس نے نکاح کے نام پہ دھوکے کا کھیل کھیلا ہمارے ساتھ اس کا کیا؟'' ہانیہ کی نرم مزاجی کہیں دور جا سوئی۔

''میرے سر میں درد ہو رہا ہے میں یہاں ریسٹ کرنے آیا ہوں۔'' وہ بولا اور پھر آرام سے لیٹ گیا اور دوسرا تکیہ اٹھا کر چہرے پر رکھ لیا۔ ہانیہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

اس کی قربانی یوں رائیگاں جائے گی۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

''ایکسکیوزمی مسٹر عباد! مجھے بھی کوئی شوق نہیں تھا اس شادی کا۔ مجھے مجبور کیا تو صرف میرے باپ کی خواہش نے مگر میں تمہارا یہ چہرہ ضرور انہیں دکھانا چاہتی ہوں۔'' ہانیہ سلگی۔ اس کے الفاظ نے جادو کا اثر کیا۔ عباد فی الفور تکیہ پرے کرتا اٹھ بیٹھا۔

''شٹ اپ......اب اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں......اگر تم نے ماموں جان سے ایک بھی فضول لفظ کہا تو......'' وہ دانتوں پر دانت جما کر رہ گیا۔

اس کے انداز و الفاظ میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ ہانیہ اپنی جگہ دبک رہ گئی۔

عباد نے گہری سانس بھر کے جیسے خود کو معتدل کیا اور پھر اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

''تم نے جن حالات میں اس شادی کے لیے ہاں بھری ہے، وہ تم اچھی طرح جانتی ہو اور میرا خیال نہیں کہ تم اب کوئی بے وقوفی کر کے اپنے پاپا کی زندگی سے کھیلنے کی کوشش کرو گی۔''

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

ہانیہ سن رہ گئی۔

وہ کیا کہہ رہا تھا اور اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔ وہ سمجھ میں آتے ہی اس کی زبان بند ہوگئی۔ وہ کروٹ لے کر لیٹ گیا۔

☆☆☆

اس کا ولیمہ بڑے اچھے میرج ہال میں شان دار طریقے سے ہوا تھا۔ زونیہ کا ولیمہ ایک روز بعد تھا۔

آج وہ علی کے ساتھ ہانیہ کے ولیمہ میں آئی تو ان دونوں کی شان ہی نرالی تھی۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے دونوں صحیح معنوں میں لو برڈ لگ رہے تھے۔

پاپا ان کے پاس آئے تو عباد اور ہانیہ دونوں سے بہت محبت سے ملے۔ ماما نے عباد سے فارمیلیٹی نبھائی مگر ہانیہ سے کٹی کٹی سی رہی تھیں۔ ان کی سرد مہری ہانیہ سے چھپی ہوئی نہ تھی۔

سعدیہ آپی کا رویہ بھی ماما سے الگ نہیں تھا۔ ہانیہ خود ترسی کا شکار ہونے لگی۔ اپنوں کی بے رخی دل

کو اندر تک کاٹ رہی تھی۔ اتنی بڑی قربانی دینے اپنے جذبات و احساسات کا خون کرنے کے بعد بھی اسے جنت نہ ملی تھی۔ ہال کی ارینجمنٹ سے لے کر کھانے تک ہر انتظام بہترین تھا۔

''میں تو زونی کی سسرال کو انوائٹ کرنے کے حق میں ہی نہیں تھی ان جاہل گنوار لوگوں میں آ کے تو وہ سو باتیں کرتے۔'' ماما نے نخوت سے کہا تو وہ دل مسوس کے رہ گئی۔

''چلیں نا آپ لوگ ہمارے ساتھ۔ ہانیہ کا گھر نہیں دیکھیں گے۔'' تقریب کے اختتام پر جب سب واپسی کے لیے ہانیہ سے ملنے لگے تو عباد نے مسکراتے ہوئے شائستگی سے سب کو دعوت دی۔ جو کسی کو بھی قبول نہ تھی۔

''مجھے تو ڈسٹ الرجی ہے اور گاؤں کے راستے تو......'' ماما نے اپنی بے زاری کو کسی پردے میں نہ چھپایا تھا۔

زونیہ اور سعدیہ آپی نے مروتاً بھی کوئی اخلاق نہ نبھایا تھا۔ چلتے ہوئے ماما نے سب کو زویہ اور علی کے ولیمہ میں آنے کی دعوت بھی پتا نہیں کس رو میں دے دی یا شاید پاپا کے خیال سے۔ ورنہ وہ تو ان گنوار لوگوں سے ملنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

گھر آ کے سب اسے گھیر کے بیٹھ گئے۔ جبکہ ہانیہ کا دل چاہ رہا تھا تنہائی پا کر خوب روئے۔ بلکہ چیخے چلائے تاکہ اندر کا غبار نکل سکے۔

مگر ادھر فطری تقاضے تھے دنیا داری کے وہ گاجری کلر کے حسین لہنگے میں یوں ساکت بیٹھی مومی مجسمہ لگ رہی تھی۔ ہنسی۔ مزاح، قہقہے۔ کوئی بھی شے اس کے سکتے کو توڑ نہیں پا رہی تھی۔

دھم سے اس کے پاس کوئی صوفے میں دھنسا تو اس نے مشینی انداز میں چہرہ گھمایا۔

''کسی کی یاد آ رہی ہے؟'' بے حد ہمدردی بھرا انداز۔ پچکارتا ہوا لہجہ۔

''عالی کو تو کسی شے کا لالچ ہو سکتا ہے مگر تمہیں کس لالچ نے اس شادی پر مجبور کیا تھا۔؟'' لبوں پر مسکراہٹ دھیما مگر زہریلا لہجہ یہ زینی تھی۔

ہانیہ کا دماغ گھومنے لگا۔ اسی وقت عباد صوفے کے پیچھے سے ان پر جھکا۔

''کیا پٹیاں پڑھا رہی ہو میری بیوی کو......'' اس کا لہجہ خوشگوار تھا۔

''ہونہہ...... پڑھے ہوئے کو کیا پڑھانا۔ میں تو یہ پوچھ رہی تھی کہ کس کی یاد میں گم بیٹھی ہے، یوں افسردہ سی۔''

وہ زینی تھی۔ جسے کسی کا خوف نہ تھا۔ اونچی آواز میں بولی تو کسی کو معاملے کا پتا نہ ہونے کے باوجود

اس کے انداز والفاظ نے ٹی وی لاؤنج میں خاموشی پھیلادی۔

''چلو بھئی! اب بس کرو۔ نیند آرہی ہے۔ چل کے سوؤ سب۔'' نرگس پھپھو نے کھنکھارتے ہوئے محفل برخاست کی تو سب خاموشی سے اٹھنے لگے۔ کسی نے بھی زینی کے مقابل آنے کی جرات نہ کی تھی۔

☆☆☆

وہ لباس تبدیل کر کے نکلی تو عباد تکیے سے بستر جھاڑتا لیٹنے کی تیاری میں تھا۔ تولیہ سے چہرہ خشک کرتی وہ اس کی طرف آئی۔

''تم اپنی منگیتر کو سمجھاؤ گے یا یہ کام مجھے کرنا پڑے گا۔؟'' اس کا جملہ اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھا کہ وہ تکیہ ہاتھوں میں تھامے پورا کا پورا اس کی طرف گھوم گیا۔ چہرے پہ ناگواری اور غصہ لیے وہ اسی سے مخاطب تھی۔

''پہلے تو تمہیں سمجھانے کی ضرورت ہے مس! اپنے انداز والفاظ پہ غور کرو ذرا۔'' شوہر سے بات کرنے کا طریقہ سیکھو۔

عباد کے انداز میں سنجیدگی تھی۔ وہ پلٹ کے تکیہ اپنی جگہ پہ سیٹ کرنے لگا۔ تم مجھ پر پابندی نہیں لگاسکتے۔ میں جیسے جی چاہے گا بات کروں گی۔ وہ تلملائی۔

''تم بیوی ہو کر میری پابندی میں نہیں ہو تو اس پر کس حق سے پابندی لگاؤں میں؟''

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

عباد کا لہجہ بھی پرسکون تھا۔ وہ چیخی۔

''منگیتر تو ہے نا۔ اسی بات کا رعب دکھا کر تو وہ مجھے سناتی ہے۔''

''جو بات ختم ہو چکی، اسے بار بار مت دہراؤ ہانیہ! وہ اب میری منگیتر نہیں ہے۔ شی از جسٹ اے کزن۔ (وہ محض کزن ہے۔)''

''تو یہ بات تم اسے سمجھاؤ۔ میں بھاگ کے تمہارے ساتھ نہیں آئی کہ یہاں سب کی باتیں سنتی رہوں۔''

وہ خود اذیتی کے عالم میں تھی۔ ورنہ ایسی بدتمیزی اس کی سرشت میں نہ تھی۔ عباد نے بے اختیار آگے بڑھ کے اسے بازو سے تھاما اور تادیبی انداز میں بولا۔

''میرے لیے مزید مشکلات پیدا مت کرو ہانیہ! اس گھر میں کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو تمہارے یہاں آنے اور میرے اس شادی کے فیصلے سے خوش نہیں ہیں۔ تمہارا رویہ حالات خراب کردے گا۔'' وہ جو اس کی باتیں سن کے ساکت سی تھی۔ اس کے خاموش ہوتے ہی بھڑک اٹھی۔

''بہت خوب۔ یوں کہو کہ میرا رویہ تمہارا پلان خراب کردے گا۔ اگر ایسی ہی ناراضی تھی سب کی تو کس لالچ میں تم نے مجھ سے شادی کی ہے، بولو''

''فضول باتیں مت کرو ہانیہ! میں ماموں جان کا بہت احترام کرتا ہوں۔'' وہ نہ جانے اتنی ہی قوت برداشت کا مالک تھا یا محض ہانیہ کو برداشت کر رہا تھا۔

''ماموں جان کا یا ان کی جائیداد کا......'' وہ چیخی۔

اس کے الفاظ سن کر چند لمحوں تک وہ اسے دیکھے گیا۔ ہانیہ نے بھی نگاہ نہیں چرائی۔ پھر وہ گہری سانس بھرتا اس کے بازوؤں پر سے ہاتھوں کی گرفت ہٹاتا بستر کی طرف پلٹ گیا۔

''تم اپنی ذہنیت کے مطابق جو چاہے سمجھ سکتی ہو۔''

''میں بے وقوف نہیں ہوں۔''

''وہ تو میں دو دنوں میں ہی جان گیا ہوں۔'' وہ اپنی جگہ پر لیٹتے ہوئے اطمینان سے کہتا اسے تپا رہا تھا۔

''میں پاپا کو سب کچھ بتا دوں گی۔ تم انہیں چیٹ کر رہے ہو۔ میں نے خوامخواہ جذباتیت میں آ کر اپنی زندگی داؤ پر لگادی۔'' اسے رونا آنے لگا۔

''اب تو لگادی نا۔ صبح اٹھ کے پچھتالینا۔ نیند آرہی ہے لائٹ آف کردو۔''

وہ آنکھیں موندے کہتا اسے زہر سے بھی بری چیز لگا مگر اس سے زیادہ شور، ہنگامہ اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ سو خود کو سنبھالتی لائٹ آف کر کے اپنی جگہ پر آلیٹی۔ اب اسے اس ان چاہی زندگی سے نکلنے کا کوئی لائحہ عمل طے کرنا تھا۔ جو پاپا کے لیے بھی قابل قبول ہوتا۔

☆☆☆

اگلے روز زونی کا ولیمہ تھا۔

ہانیہ سارا دن کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ کرن اس کا ناشتا کمرے میں ہی لے آئی۔ سو نخروں سے اس نے ناشتا کیا۔ کرن سے بھی سیدھے منہ بات نہیں کی۔ حالانکہ وہ بہت خوش مزاج اور مخلص سی لڑکی تھی مگر چونکہ وہ عباد کی بہن تھی اس لیے ہانیہ نے اس کا بھی بائیکاٹ کر دیا۔ وہ بے چاری ناشتے کے برتن سمیٹ کر کمرے سے نکل گئی۔

''بس...... یہی طریقہ ٹھیک ہے۔ تم لوگوں کو تمہاری اوقات یاد نہ دلائی تو کہنا۔ ہانیہ وقار کیا چیز ہے۔ ابھی پتا نہیں تم سب کو۔'' ہانیہ نے اپنے طریقہ کار پر خود کو شاباشی دی تھی۔

دوپہر کے کھانے پر نرگس پھپھو خود اس کے کمرے میں آئیں۔ وہ لیٹی ہوئی تھی۔ صبح سے کروٹیں بدل بدل کے اور ٹہل ٹہل کے تھک گئی تھی۔ مگر کمرے سے باہر جانا اسے منظور نہ تھا پھپھو کو دیکھ کر وہ مارے مروت کے اٹھ بیٹھی۔

''کیا بات ہے ہانیہ......طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟'' انہوں نے پیار سے پوچھا۔

''جی......دوپٹا ٹھیک کرتی وہ یہی کہہ سکی۔ خفگی اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھی۔''

''تو پھر آؤ نا......باہر آ کے سب میں بیٹھو۔''

''نہیں۔ میں ان سب میں جا کے نہیں بیٹھ سکتی۔'' نرگس پھپھو کی بات کے جواب میں وہ جس صفا چٹ انداز میں بولی اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عباد کو نہ صرف ٹھٹکایا بلکہ تیوری پر بل بھی ڈال دیے۔

''کیوں ہانیہ......'' نرگس پھپھو نے عباد کو آتے نہیں دیکھا تھا بے حد حیرت سے پوچھنے لگیں۔

''ابھی آتی ہے امی جان! آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں۔ اکیلی جانے سے گھبرا رہی ہے میرے ساتھ جائے گی۔''

ہانیہ کے کسی اور منہ توڑ جواب سے پہلے ہی عباد نے اپنے لہجے میں مقدور بھر بشاشت بھرتے ہوئے جواب دیا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

نرگس پھپھو پریشانی سے عباد کو دیکھنے لگیں۔ اس نے ماں کو شانوں سے تھام کر کہا۔

''ڈونٹ وری۔ میں فریش ہو جاؤں۔ دس منٹ میں آ رہے ہیں۔ ہم دونوں آپ کھانا لگوائیں۔''

نرگس پھپھو الجھی ہوئی سی کمرے سے نکل گئیں بچی تو نہ تھیں کہ ہانیہ کا بے اعتنا انداز نہ پہنچاتیں۔

ہانیہ ویسے ہی مغرورانہ انداز میں گردن اکڑائے بیڈ پہ ٹانگیں لٹکائے بیٹھی رہی۔ عباد اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

''کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟''

''میں تمہیں ہر بات بتانے کی پابند نہیں ہوں۔'' ہانیہ نے اس کی عزت نفس کے پرخچے اڑائے تھے۔ یوں جیسے کسی ملازم سے بات کر رہی ہو۔

مگر اگلا لمحہ ہانیہ کے لیے تضحیک بھرا تھا۔ جھک کر اسے بازو سے تھام کر ایک جھٹکے میں اپنے سامنے کھڑا کرتے ہوئے وہ غرایا۔

''مائنڈ یو ہانیہ وقار! نہ تو میں تمہیں بھگا کے لایا ہوں اور نہ ہی اٹھا کے۔ تم اپنی مرضی سے نکاح

نامے پہ سائن کر کے میرے گھر آئی ہو۔ پھر یہ نخرے کس بات کے دکھا رہی ہو؟'' دھیمی آواز میں شعلوں کی لپک تھی۔ ہانیہ کو لگا بھوری آنکھوں سے نکلتے شعلے پل بھر میں اسے جلا کے رکھ دیں گے۔

''ڈونٹ ٹچ می......'' اسے فی الوقت یہی احتجاج سوجھا۔

''میں عباد رضا ہوں ہانیہ بی بی! کوئی نفس کا مارا شخص نہیں، جو اچھی شکل سامنے پا کر چھونے کی حسرت پالوں میرے دل میں اترنے کے لیے تمہیں ابھی بہت سے لوازمات کی ضرورت ہے۔'' عباد کے انداز میں تمسخر تھا، تلخی تھی۔

وہ جی بھر کے جھلسی۔ ''بازو چھوڑو میرا۔''

''آئندہ تم امی سے اس لب و لہجے میں بات نہیں کرو گی۔'' وہ متنبہ کر رہا تھا۔

''میں نے ان سے بدتمیزی نہیں کی۔ میں باہر نہیں جانا چاہتی۔'' ہانیہ کا بازو اس کی سخت گرفت میں دکھنے لگا تھا۔ اوپر سے ذلت کا احساس۔ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''تمہیں جانا ہوگا۔'' وہ اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے بولا اور اس کے بازو کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔

''تم مجھے تکلیف پہنچا رہے ہو۔''

''تمہیں ایسا کوئی کام بھی نہیں کرنا جس سے میری ماں کی انسلٹ ہو۔ ہانیہ..... یاد رکھو کہ اس گھر میں تم ان کی ہی خواہش پر آئی ہو۔''

اس نے جیسے ہانیہ کی بات سنی ان سنی کر دی۔ بڑی سختی سے کہتے ہوئے اپنی بات اس کے کانوں تک پہنچائی اور اس کا بازو چھوڑ کر پلٹ گیا۔ وہ بے اختیار دوسرے ہاتھ سے اپنا بازو مسلنے لگی۔ اتنی بے دردی سے پکڑا تھا کہ بازو میں خون جما محسوس ہو رہا تھا۔

''تو کیا ضرورت تھی دوسروں کی خواہش پر اس دلدل میں اترنے کی۔'' وہ چیخی۔ شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے وہ ٹھٹکا۔ اس نے محض چہرہ موڑ کے ہانیہ کو دیکھا۔

''یہ سوال میں تم سے کروں تو شاید تمہارے پاس بھی کوئی جواب نہ ہو۔'' اور واقعی ہانیہ لاجواب ہو گئی۔

''میرے باہر نکلنے تک جو تیاری کرنی ہے کر لو۔ ورنہ ایسے ہی اٹھا کے لیے جاؤں گا۔''

وہ کہتا ہوا واش روم میں گھس گیا۔ ہانیہ نے کتنی ہی گالیوں کو حلق سے واپس پلٹایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

یہ کیا غلطی کر ڈالی میں نے۔ زندگی بھر کے لیے طوق گلے میں ڈال لیا۔ اسے اپنی غلطی کا شدت

سے احساس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

کاہی اور عنابی رنگ کی لمبی فراک اور چوڑی دار پاجامے میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔

''ماشاءاللہ...... میں سمجھی تھی کہ دلہن بن کے ہی روپ آیا ہے۔ تم تو ہر روپ میں چاند ہو''

نرگس پھوپھو نے اس کی پیشانی چومی اور اس پر سے لال نوٹ وار کے کام والی کو تھمایا۔ ہانیہ سب کے بیچ نروس سی ہونے لگی۔ فراک کے گلے پر ہوئے نفیس سے کام اور دو رنگے نگوں کا عکس اس کے رخساروں پر پڑ رہا تھا۔

''جدید ڈیزائن کے کپڑے پہن کے اور پارلر سے تیار ہوئے سب ہی چاند لگتے ہیں مامی!'' زینی نے تنک کر کہا۔ اس سے نرگس پھپھو کا توصیفی انداز اور ہانیہ کو یوں بے اختیار سراہنا برداشت نہیں ہوا تھا۔

''تو تم بھی پارلر کا ایک چکر لگا لیتیں۔'' عباد ٹائی کی ناٹ باندھتا ادھر آیا تھا۔ سادگی سے بولا تو سب دبی آواز میں ہنسے۔ زینی کی رنگت سرخ پڑ گئی۔

''تم تو مجھ سے بات ہی نہ کرو۔''

''عباد، ہانیہ کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔ ہانیہ کی نگاہ بے اختیار سامنے دیوار پہ لگے قد آدم آئینے کی طرف اٹھی۔ جس میں ان دونوں کی اکٹھی شبیہ تھی۔''

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اس قدر مکمل اور خوب صورت جوڑی۔ ہانیہ کو لمحہ بھر کو خود رشک آیا۔ مگر جوں ہی اسی آئینے میں عباد سے نگاہ ملی تو اس نے اپنی توجہ ہٹالی اور اپنے ہاتھ میں پکڑا پاؤچ چیک کرنے لگی۔ اس کا دل جانے کیوں اس پل بڑی بے ترتیبی سے دھڑکا تھا۔ زونیہ اور علی کی جوڑی بھی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

مگر جو بات ہانیہ اور عباد کے لیے دبے سے انداز میں سب کو دکھائی دے رہی تھی وہ زونیہ اور علی کے اونچے قہقہوں اور ہاتھ پہ ہاتھ مارنے میں مفقود تھی۔

فراک کی ہم رنگ پنسل ہیل پر اسی دو رنگ کے خوب صورت سے نگینے جڑے ہوئے تھے مگر اسی نازک اور ہانیہ کی پسندیدہ سینڈل کے اسٹرپس نے اس کے نازک پیروں کا حشر کر دیا تھا۔

اسٹیج پر چڑھنے تک عباد اس کی حالت بھانپ چکا تھا۔ ماما نے دنیا داری کو ہی سہی، مگر زونیہ کے ولیمہ میں بہر حال ہانیہ اور عباد کو صحیح معنوں میں پروٹوکول دیا تھا۔ ابھی بھی ان دونوں کو دلہا، دلہن کے ساتھ فوٹو سیشن کے لیے اوپر بلایا۔

عباد دو سیڑھیاں طے کر چکا تھا۔ ہانیہ کی ہچکچاہٹ محسوس کر کے واپس پلٹا اور اس کی طرف بڑھا۔

''میری سینڈلز تنگ کر رہی ہیں۔''توجہی انداز میں کہتے ہوئے لاپروائی کا سا تاثر دیتے ہوئے ہانیہ نے اس کا ہاتھ تھام کر سیڑھیاں طے کیں۔

''اوہو......سالی صاحب......''عالی ہانیہ کو دیکھ کے چہکا۔

عباد نے ایک گہری نگاہ علی کے بے تکلف انداز پر ڈالی۔ سعدیہ آپی اور معیز بھائی، عباد، ہانیہ، زونیہ اور علی کے جوڑے اسٹیج پر موجود تھے۔ فوٹو سیشن ہو رہا تھا۔

'ہنی مون کا تو سوچ لیا ہوگا تم نے زونی ......کیوں علی! یورپ کا چکر تو لازمی لگے گا تمہارا ......''سعدیہ آپی کو یوں ہی نہیں سوجھی تھی۔ یقیناً ہانیہ اور عباد کو احساس کمتری دلانا مقصود تھا۔

''ہاں سوچا تو ہے مگر پہلے ہانی بتائے گی۔ یہ کہاں جا رہی ہے؟''زونیہ نے اترا کر کہا۔

''تم بتاؤ میں نے ابھی ان خرافات کا نہیں سوچا۔''ہانیہ اپنی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''بھئی۔ میں نے سوچ لیا ہے کہ یورپ ہی جانا ہے مگر اب سالی صاحبہ کو دیکھ کر جی چاہ رہا ہے کہ ان ہی کے ساتھ نکل جاؤں۔''اپنی طرف سے علی نے بڑی شرارت سے کہا تھا مگر......

زونیہ کا رنگ میک اپ کے باوجود اڑتا ہوا محسوس ہوا تھا اور عباد جس طرح جھٹکے سے کھڑا ہوا، ہانیہ کو لگا کہ وہ علی کو مارنا ہی نہ شروع کر دے۔ گھبرا کے وہ خود بھی اٹھ گئی۔

''علی کا مطلب وہ نہیں تھا عباد!''ماما کو علی کے اس گھٹیا مذاق پر صفائی دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

''جی......میں سمجھ رہا ہوں۔ اٹس انف ہانیہ! اٹھو کافی فوٹو سیشن ہوگیا۔''

''جی......''خود ہانیہ کو بھی علی کا بے ہودہ جملہ پسند نہیں آیا تھا

''آئم سوری......اٹس جسٹ اے جوک''علی نے ڈھٹائی سے اپنی بے ہودگی کو مذاق کے کھاتے میں ڈالا۔

''آدمی کی زبان سے نکلا ہر جملہ اس کی ذہنی استعداد کا پتا دیتا ہے مسٹر علی! آج آپ کی ذہنیت کا پتا چل گیا۔''وہ سرد مہری سے کہتا ہانیہ کے ساتھ اسٹیج سے نیچے اتر آیا۔

وہ دونوں اپنی ٹیبل پر آئے تو ہانیہ خاموشی سے نرگس پھپھو کے ساتھ بیٹھ گئی۔ کرن اور سعد بے چارے اپنی طبع کے برخلاف خاموشی سے ایک کونے میں ماں کے ساتھ بندھے بیٹھے تھے۔ یقیناً ماما نے انہیں کوئی لفٹ نہیں کرائی تھی۔ وہ لوگ حالیہ واقعہ سے لاعلم بیٹھے تھے۔

''آپ لوگ مزید بیٹھیں گے ابھی؟''اس کے تیور اور کسی کو تو نہیں ہانیہ کو ضرور سمجھ میں آ رہے

تھے۔ وہ خفیف سی یوں ہی چہرہ گھما کر اسٹیج کی طرف دیکھنے لگی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا...... ہاتھ لگانے تھوڑی آئے تھے ہم۔'' نرگس پھپھو نے ناراضی سے کہا۔

''یہاں منہ لگانے کے قابل بھی کوئی نہیں ہے۔'' بے اخیار ہی وہ تلخی سے کہتا نرگس پھپھو کا رنگ فق کر گیا۔

ہانیہ کو اس کے الفاظ اچھے تو نہیں لگے۔ مگر فی الحال علی کے بے ہودہ فقرے کے زیر اثر وہ یہ سب سننے پر مجبور تھی۔ وہ یہیں علی کا کہا جملہ اگل دیتا تو......

''عالی...... دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟'' پھپھو بمشکل کہہ پائیں۔

تب تک وہ چھوٹے بھائی بہن کے خیال سے خود کو سنبھال چکا تھا۔

''بہت تھک گیا ہوں میں امی! اتنے دنوں سے بھاگ دوڑ میں لگا ہوا ہوں۔''

وہ فوراً ہی ماں کے شانوں کو دباتا نارمل ہو گیا مگر پھپھو کو بہو کے سامنے اس کے بولے ہوئے الفاظ سخت معیوب لگے تھے۔ سو وہ فوراً ماننے کے حق میں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

کھانے کے دوران ماما ان کی طرف آئیں۔ ''ٹھیک طرح سے کھائیں آپ لوگ۔''

انہوں نے شاید بیٹی کا تھوڑا سا خیال کر ہی لیا تھا۔

ہانیہ نے ہلکا سا سکون محسوس کیا۔ ورنہ ماما تو سب پہ یوں ہی ظاہر کر رہی تھیں جیسے فقط سعدیہ آپی اور زونیہ ہی ان کی اولادیں ہیں۔

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

''ویسے بھابھی...... آپ کی فیملی میں لوگ بولتے بہت کم ہیں۔ میں تو جب سے آیا ہوں، کسی سے بات کرنے کو ترس گیا ہوں۔'' سعد نے کھانے کے درمیان اسے شرمندہ کر دیا۔ اوپر سے عباد کی طنزیہ نگاہیں۔

''تمہیں جو عادت ہے ہر وقت بولنے کی۔ تمہاری تو زبان اکڑ گئی ہوگی۔'' کرن نے اس کی بات کو ہوا میں اڑا یا۔

''ہانی...... بیٹا ٹھیک طرح سے کھاؤ نا۔'' نرگس پھپھو اسے بے دلی سے بریانی میں چمچہ گھماتے دیکھ کر نرمی سے بولیں۔

''جی......''

عباد نے ان کے کہنے کے باوجود ایک لقمہ بھی نہیں چکھا تھا۔ مکس گیدرنگ تھی۔ یقیناً مرد و زن کی تخصیص نہ ہونے کے باعث ہی عباد نے قدرے کونے میں نشست چنی تھی۔

''بڑی جلدی فارغ ہو گئے تم۔'' پاپا نے بالآخر عباد کو آلیا تھا۔ ان کے کوئی دیرینہ دوست بڑے

سالوں کے بعد ملے تھے۔ ابھی انہوں نے چھوڑا تھا۔

''جی اور آپ نے کھانا کھالیا ہے۔'' وہ ادب سے کھڑا ہوا تو ہانیہ کو بہت اچھا لگا۔ اس نے ابھی تک معیز بھائی اور علی کو پاپا کا اتنا ادب واحترام کرتے نہیں دیکھا تھا۔

''ارے یار...... ہم کہاں کھاسکتے ہیں یہ مرغن لوازمات ہمارا تو پرہیزی کھانا ہوگا۔'' پاپا مسکرائے تو وہ بے چین ہونے لگی۔ چمچہ روک کر انہیں دیکھا۔

''پاپا...... آپ نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کھایا؟''

''ارے...... یہ تو بولتی بھی ہیں۔'' سعد نے کرن کی طرف جھک کر حیرت سے سرگوشی کی تو اس نے گھورا۔

''بس...... بھی گھر چل کے لے لوں گا کچھ''

''گھر میں کسی نے کیا بنا کے رکھا ہوگا پاپا! اور اتنے دنوں سے تو فلنکشنز چل رہے ہیں تو...... آپ نے؟'' وہ بے چین ہو اٹھی۔ ماما نے اتنی زحمت کہاں کی ہوگی کہ شوہر کے لیے الگ سے پرہیزی کھانا بنالیتیں۔

''اب اتنا بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں مائی ڈول! زرینہ سے اپنی پسند کے پرہیزی کھانے بنوا کے کھارہا ہوں۔'' انہوں نے کل وقتی ملازمہ کا حوالہ دیا تو وہ کچھ مطمئن ہوئی۔

''ہم ابھی نکل رہے ہیں ماموں جان! آپ چلیں نا ہمارے ساتھ۔ میں نے بھی کچھ ٹھیک سے نہیں کھایا۔ گھر جاکے ذرا انجوائے کرتے ہیں۔'' عباد نے بڑی خوش اخلاقی سے کہا۔

''ارے بھئی۔ تمہارے لیے تو دعوت عام ہے۔ جو جی چاہے کھاؤ۔'' پاپا ٹھٹکے۔

''اتنے دنوں سے یہی ہیوی کھانا کھارہا ہوں۔ طبیعت بوجھل ہورہی ہے۔ کچھ لائٹ سا کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔'' وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

''اور وہ ہانیہ کے ہاتھ کا پکا کھانا ہی ہوسکتا ہے۔ کیوں ہانی!'' پاپا کا ہاتھ شفقت سے بھرا اس کے سر پر آٹھہرا تو اس کی آنکھوں میں نمی سی اتر آئی۔

''جی پاپا کیوں نہیں'' پاپا اور نرگس پھپھو واپسی پر سب سے اسٹیج پر مل کے آگئے، باقی کوئی نہیں گیا۔

ماما اور سعدیہ آپی! تصویریں اتروانے میں مصروف تھیں انہیں ہانیہ سے ملنے کا ذرا خیال نہ آیا۔

ہانیہ کو اپنی شادی کے لمحات یاد آئے۔ ماں، بہنوں کو اس طرح اس نے کسی بھی وقت اپنے آس پاس محسوس نہیں کیا تھا۔

''اب چل بھی پڑو یا گاڑی یہیں لے آؤں؟'' عباد کی آواز پر وہ گڑبڑا کر حواس میں لوٹی۔ پاپا اور پھپھو شاید نکل چکے تھے۔

ہانیہ نے ایک نظر اس کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی۔ پاپا کے سامنے وہ اور ہی عباد ہوا کرتا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل دی۔

کتنا جی چاہ رہا تھا کہ ماما اسے گلے سے لگا کے رخصت کرتیں۔ زونی مزید ٹھہرنے کا اصرار کرتی......

اس کی سیاہ آنکھوں کی سطح پر نمی سی پھیلنے لگی۔ منظر کچھ دھندلا سے گئے۔ پاؤں کسی چیز سے رپٹا تو وہ سیڑھیوں سے گرنے کو ہوئی مگر کسی مہربان ہاتھ کی گرفت نے اس کے بازو کو اپنی گرفت میں لے کر سنبھال لیا۔

پارکنگ تک وہ کسی ننھی بچی کی مانند اس کے ساتھ یوں ہی چلتی ہوئی آئی۔ پھپھو، کرن اور سعد گاڑی میں بیٹھے تھے جبکہ پاپا پاس کھڑے پھپھو سے باتوں میں مصروف تھے۔

وہ بے اختیار اپنا بازو چھڑاتی پاپا کی طرف بڑھی۔

''گاڑی میں بیٹھیں نا پاپا!'' پاپا نے ہنستے ہوئے اس کا سر سینے سے لگا کر چوم لیا۔

''وہ تو مذاق تھا بیٹا! ابھی میں گھر جا کر کھانا کھاؤں گا اور پھر ریسٹ کروں گا۔''

www.urdunovelbank.com

''پاپا پلیز۔ سب تو ابھی یہیں ہیں۔ آپ اکیلے گھر میں۔'' وہ بے چین سی ہونے لگی۔

''کم آن ہانی! جہاں اتنی عمر تنہا گزاری ہے وہاں تھوڑی اور سہی۔'' وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولے تو اسے رونا آنے لگا۔

''چلیں نا ماموں جان! کچھ دن وہاں چل کے رہیں۔'' عباد نے بھی اصرار کیا۔

''سفر کافی لمبا ہے یار! ابھی طبیعت اجازت نہیں دے رہی۔'' انہوں نے عباد کا شانہ تھپتھپایا اور پھر اسے گلے سے لگا لیا۔

''ہانی کا خیال رکھنا۔ یہ میری سب سے پیاری بیٹی ہے۔ بہت دھیمی طبیعت کی اور فرماں بردار۔''

ہانیہ کا دل بھرانے لگا۔

پاپا کو واقعی اس سے بہت محبت تھی۔ وگرنہ کیا انہوں نے یہ الفاظ علی سے زونیہ کے متعلق کہے ہوں گے؟ وہ جانتے تھے کہ زونیہ کو اپنا خیال کروانا خوب آتا ہے۔

اور ماما......

انھوں نے ایک دفعہ بھی ہانیہ سے گھر چلنے کو نہیں کہا تھا حالانکہ مکلاوے کی رسم باقی تھی۔ رسم نہ سہی دنیاداری ہی سہی مگر وہ تو ایسی مصروف تھیں کہ ایک ہی بیٹی انہیں یاد تھی اور اس کی ماڈرن سسرال۔

ہانیہ بہت برے دل کے ساتھ واپس آئی تھی۔

☆☆☆

اگلا روز قدرے پرسکون تھا۔ شادی کا ہنگامہ تھا تو مہمان اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ ماں کا فون آیا۔

''تم آج آجاتیں عباد کے ساتھ۔ زونی تو کل ہمارے ساتھ ہی آگئی تھی۔'' ہانیہ کو رونا آنے لگا تو وہ ضبط کرتے ہوئے بولی۔

''بہت جلدی یاد آ گیا آپ کو۔''

''تم خود ہی اپنے شوہر کا دم چھلا بنی ہوئی تھیں ہمارے ساتھ بیٹھ کر ہنستی بولتیں تو ہمیں پتا بھی چلتا کہ ہماری بیٹی آئی ہے۔'' ماما ادھار تو رکھتی ہی نہیں تھیں۔

''وہاں ہنسنے بولنے کو تھا ہی کیا بولنے تک کی تو تمیز نہیں تھی علی کو۔''

ہانیہ کڑھی مگر ماما شاید کل والے معمولی اثر سے نکل چکی تھیں۔

''اب بس کرو ہانی! بہنوئی تو سالیوں سے پتا نہیں کیسے کیسے مذاق کر لیتے ہیں۔ علی نے ایک ذرا سا جملہ کیا کہہ دیا تمہارے گنوار شوہر نے قیامت ہی اٹھا دی۔ علی بھی بعد میں باتیں بنا رہا تھا۔''

''تو اسے ضرورت ہی کیا تھی اتنا فضول بولنے کی۔'' ہانیہ اس بحث سے اکتا گئی

''ہاں بھئی اب تم تو انہی دقیانوسی لوگوں کی زبان بولو گی۔ دو دن ہوئے نہیں کہ سب بھول گئیں۔''

ماما کے طنز نے اسے کیا کچھ یاد نہیں دلایا تھا۔ اس کا دل یک لخت ہر بات سے اچاٹ ہو گیا۔

''میں پھر کسی دن آؤں گی ماما! ابھی میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں''

''کیا ہوا طبیعت کو؟'' ماما کی بات درمیان میں ہی تھی کہ فون سعدیہ آپی نے چھپٹ لیا۔

''ابھی دو روز ہی ہوئے ہیں شادی کو اور تمہاری طبیعت بھی خراب ہو گئی''

سعدیہ آپی بے تکا بولی تھیں۔ ہانیہ کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔

''تم نے پاس بھی کیوں آنے دیا اس اجڈ گنوار کو۔ ذرا سی شکل ہی تو اچھی ہے بس۔ مینرز کی اسپیلنگ بھی نہیں آتی ہوں گی اسے۔ ایزد کو بھول گئی ہانی! کیسے دم بھرتا تھا تمہارا۔'' ہانیہ گنگ سی سنے گئی۔

''جلدی سے اس جھنجھٹ کو ختم کرو ہانی! تمہاری من پسند زندگی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ ہم

ہیں نا تمہارے ساتھ دینے کو۔ پاپا کی فکر مت کرنا۔ ایزد تمہارے انتظار میں ہے۔ دیکھنا ہاتھ کا چھالا بنا کے رکھے گا تمہیں۔''

اس کی کیفیت عجیب سی ہونے لگی۔

☆☆☆

اگلے روز نرگس پھپھو کے کہنے پر وہ لاہو جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی جب وہ تپا تپا سا کمرے میں آیا۔

وہ بالوں کو ڈرایئر سے خشک کر رہی تھی۔ اسے آئینے میں دیکھ کر بھی انجان سی بنی رہی۔

مگر وہ شاید اسی سے دو دو ہاتھ کرنے آیا تھا۔

''بیاہ کے اب یہاں آ گئی ہو تو یہ روز، روز جانے کی کیا تک بنتی ہے؟''

''روز، روز؟'' ہانیہ کو برا لگا۔ آئینے میں اسے گھور کے دیکھا۔

''میرے خیال میں شادی کے بعد آج میں پہلی دفعہ جا رہی ہوں۔''

''تک تو کوئی نہیں بنتی نا۔ جہاں چاہتیں نہ ہوں، وہاں خود سے نہیں جایا کرتے ہانیہ وقار۔''

وہ جتانے والے انداز میں بولا۔ تو ہانیہ یوں تڑپ کے اٹھی۔

''پھر تو مجھے یہاں بھی نہیں آنا چاہیے تھا۔'' لمحہ بھر اسے دیکھنے کے بعد وہ آرام سے بولا۔

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

''یہ تو تم پہلے سوچتیں۔ اب تو آ چکیں۔''

''غلطی ہوگئی میری زندگی کی سب سے بڑی سوچی سمجھی غلطی۔'' اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''اگر ایزد سکندر کا ساتھ ہوتا تو زندگی کا یہ رنگ ہوتا؟'' وہ سوچ کر رہ گئی۔

''تم جب چاہو اپنی غلطی سدھار سکتی ہو۔'' طنز و تلخی سے بھرپور جواب نے ہانیہ کو سلگا دیا۔ پر کاٹ کر پنجرہ کھولنے اور رہائی کا اذن دینے والا صیاد۔

''وہ تو میں ضرور ہی سدھاروں گی عباد رضا!'' اس کی طرف پلٹتے ہوئے ہانیہ کا لہجہ بھی تلخ تھا۔

''ضرور...... '' عباد نے فی الفور کہا۔ ''مگر ابھی جو میکے سدھار رہی ہو تو امی سے کہو، تم میرے بجائے سعد کے ساتھ جانا پسند کرو گی۔ میں وہاں جانا نہیں چاہتا۔'' اس نے دل کی بات کہہ دی تھی۔

''میں کسی کے بھی ساتھ جانا پسند نہیں کرتی۔ مجھے گاڑی میں بٹھا دو میں اکیلی بھی جا سکتی ہوں۔ پاپا کو بھی تو پتا چلے تمہاری نام نہاد فرماں برداری اور اچھائی کا۔''

وہ چیخی۔

عباد نے بے اختیار انگشت شہادت اٹھائی اور وارن کرنے والے انداز میں بولا۔

''بی ہیو یور سیلف ہانیہ......ایسا لہجہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔''

''تمہیں کرنا پڑے گا۔ میں تم سے ایسے ہی بات کروں گی۔''اس کا انداز ہٹیلا تھا۔

''میں نے تمہیں کیا سوچا تھا اور تم......''بے اختیار متاسفانہ انداز میں کہتے ہوئے وہ ایک دم رک گیا۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''کافی تمیز سکھانی پڑے گی تمہیں۔''

''میرا بھی تمہارے بارے میں یہی خیال ہے۔''ہاتھوں کا مساج کرتے ہوئے ہانیہ کا لہجہ تپانے والا تھا مگر وہ یوں تپے گا ہانیہ کو ایک فیصد بھی اندازہ ہوتا تو بولنے سے پہلے سو دفعہ سوچ لیتی۔

جب وہ حواس میں آئی تب تک عباس اسے اسٹول سے اٹھا کر بیڈ پر پھینک چکا تھا اس کے قریب جھکتے ہوئے عباد کا لہجہ کافی سلگتا ہوا تھا۔

''کافی سے زیادہ بدتمیز ثابت ہوسکتا ہوں میں۔''کہتے ہوئے وہ رکا۔ اس کی گرم سانسوں نے ہانیہ کے رخسار کو چھوا۔ وہ ساکت سی تھی۔ وہ دوبارہ بولا۔

''مگر تم میں ابھی وہ بات ہی نہیں۔''بے حد دھیما، نرم، مگر حقارت بھرا لہجہ یا شاید ہانیہ کو ہی اس کے لفظوں نے تحقیر کا احساس دلایا۔ وہ ہڑبڑا کر حواس میں لوٹی تھی۔

''تم......تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی۔''

''اندازہ کرلو اب کہ میں کیا، کیا کرسکتا ہوں اور باہر جا کے امی سے کہہ دو کہ تم کسی قیمت پر میرے ساتھ لاہور نہیں جاؤ گی۔''اطمینان سے کہتا وہ اسے بستر سے اٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ جلتی کلستی وہ بستر سے اتری تو وہ تکیہ اٹھا کر بیڈ کے وسط میں رکھتا اوندھا سیدھا لیٹ گیا۔

''جاؤں گی تو میں ہر قیمت پر تمہارے ساتھ ہی۔''

دانت پیستے ہوئے اس نے سوچا اور تیار ہوکر کمرے سے باہر نکل آئی۔ لاؤنج میں زینی اور کرن باتوں میں مصروف تھیں۔ زینی کی نگاہ کا کٹیلا پن ہانیہ کو صرف محسوس ہوا تھا مگر وہ نظر انداز کرتی کرن کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''پھپھو کہاں ہیں؟''

''امی تو نہا رہی ہیں۔ آپ بیٹھیں۔''کرن نے بتاتے ہوئے آفر کی تو وہ کچھ سوچ کر وہاں بیٹھ گئی کہ کرن اس کے دائیں جانب اور زینی بالکل سامنے بیٹھی تھی۔

''عابی کہاں ہے؟'' ٹانگ پہ ٹانگ جمائے شاہانہ سے انداز میں بیٹھی زینی نے جس طرح سے اس سے پوچھا، اس نے ہانیہ کو جی بھر کے سلگایا۔

''کمرے میں ہے۔ تم نے نہیں دیکھا جاتے ہوئے؟'' ہانیہ نے بھی قدرے تیکھا انداز اپنایا۔

''کمرے میں کیا کر رہا ہے، مجھے میری دوست کے گھر لے کے جانا ہے اس نے۔'' زینی کا استحقاق بھرا تیز لہجہ۔

''اچھا تب ہی وہ لاہور نہیں جانا چاہ رہا۔'' اس نے کلس کر سوچا۔

''میں دیکھتی ہوں شاید امی نہا چکی ہوں۔''

کرن اٹھی۔ اس کا ارادہ یقیناً پھپھو کو جلدی سے یہاں بلانے کا تھا۔

''ابھی تو فی الحال وہ ریسٹ کر رہا ہے۔'' ہانیہ بھی مقابلے پر اتر آئی۔

عباد سے دلی وابستگی نہ سہی مگر زینی کے انداز بہت دل جلانے والے تھے۔ اسے تو وہ سیدھا کر کے ہی چھوڑتی۔

''یہ ریسٹ کرنے کا کون سا ٹائم ہے؟'' زینی نے ناگواری سے کہا تو وہ آرام سے بولی۔

''وہ اب میرڈ ہے زینی! جب ٹائم ملے گا تب ہی ریسٹ کرے گا نا۔'' لمحے بھر کو زینی کی بولتی بند ہوئی۔ یکدم وہ تیزی سے اٹھی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

ابھی دیکھتی ہوں اس کو۔ میں نے کہا بھی تھا اسے کہ آج مجھے لازمی جانا ہے۔ زینی کا انداز جارحانہ تھا۔

''بیڈروم میں مت جانا زینی! ہاں وہ باہر آئے تو تم اس سے جو جی چاہے، بات کر سکتی ہو۔''

وہ بڑے اطمینان سے اس کی حدود واضح کر رہی تھی۔ زینی کے بگڑے ہوئے تاثرات دیکھ کر اس کے اندر سکون اترنے لگا۔

''نئی نئی شادی ہے نا اس لیے روٹین ڈسٹرب ہے۔ باتوں باتوں میں آدھی رات گزر جاتی ہے۔ بے وقت نیند تو آئے گی ہی۔''

اس نے مزید بے پر کی چھوڑی۔ انداز میں اتراہٹ سی تھی مگر وہ ابھی جی بھر کے زینی کے تاثرات سے حظ بھی نہ اٹھا پائی تھی کہ عباد کی آواز نے بم کا سا دھماکہ کر دیا۔

''ہاں۔ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔ تمہیں بھی تو اتنی مشکلوں سے جگایا ہے میں نے۔''

بے تکلف سا لہجہ ہانیہ کو مذاق اڑاتا ہوا محسوس ہوا وہ عباد سے نگاہ نہ ملا پائی تھی۔ اس پر مستزاد وہ

ہانیہ کے بالکل ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ ہانیہ کا بایاں پہلو جلنے لگا۔

''بیٹھو نا زینی! کہاں جا رہی ہو؟''

''میں نے تم سے کہا تھا آج مجھے ہر حال میں میمونہ کے گھر جانا ہے۔'' زینہ نے غصہ سے کہا۔

''چہ...... کم آن لے چلتا ہوں نا۔ غصہ کیوں کر رہی ہو؟'' صوفے کی پشت پر اس نے بازو پھیلایا تو اس کا ہاتھ ہانیہ کی گردن چھونے لگا۔ ہانیہ کی دھڑکن منتشر سی ہوئی۔

زینی کے کھنچے ہوئے تاثرات کو مسکراہٹ نے ایک دم سے بدل دیا تھا مگر پھپھو وہاں آ گئی تھیں۔

''فی الحال تو تمام پروگرام کینسل کرو کیونکہ ہانیہ نے میکے جانا ہے۔''

''مامی پلیز! سعد بھی تو ہے نا۔'' زینی نے یوں کہا جیسے وہ عباد کے نہیں سعد کے نکاح میں ہو۔

''تم اپنی فرینڈ کے گھر سعد کے ساتھ جا سکتی ہو مگر میں اپنے میکے اپنے شوہر کے بغیر نہیں جا سکتی۔

''ہانیہ نے قطعیت سے کہا۔ زینی نے پاؤں پٹخے۔

''تم بدل گئے ہو عابی! آئی ہیٹ یو۔'' وہ بھاگنے کے سے انداز سے پلٹی۔

''زینی رکو...... زینی......'' عباد نے اسے آوازیں دیں مگر اپنی جگہ سے اٹھا تو نہیں تھا۔

''جانے دو اسے۔ خوامخواہ میں بات بڑھائیگی۔'' پھپھو نے عباد کو جھڑکا۔

''آپ بھی نا۔ بے چاری کا دل رکھ لیتیں۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔ ہانیہ کو اس کی آواز سے بنا دیکھے ہی پتا چل گیا

''جو دل تمہارے حوالے کیا ہے نا تم بس اس کا خیال رکھو اور ابھی تک تیار نہیں ہوئے تم؟'' پھپھو نے تنبیہی انداز میں کہتے ہوئے اس کا جائزہ لیا۔

''ان کا تو پکا ارادہ تھا شاید میمونہ صاحبہ کے گھر جانے کا۔'' ہانیہ نے طنزیہ کہا تو وہ زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''سویٹ......'' صوفے کی پشت پر پھیلے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں نے ہانیہ کے رخساروں کو چھوا تو وہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔

پھپھو تولیے سے رگڑ کر بال خشک کرتیں عباد کو ڈانٹ رہی تھیں۔

''اٹھ بھی جاؤ اب۔ بچی بے چاری گھر والوں سے ملنے کو تڑپ رہی ہے اور تم اپنے ڈراموں میں مگن ہو۔''

''بچی سے بھی پوچھ لیں۔ یہ بھی میرے ساتھ جانا چاہتی ہے۔ یا نہیں ورنہ سعد ہی چھوڑ آئے گا۔''

وہ ماں سے مخاطب تھا۔ بظاہر سادہ لہجہ مگر طنز بھانپنے والی خوب بھانپ رہی تھی۔

''میں آپ جناب ہی کے ساتھ جاؤں گی۔ کیونکہ میں یہاں آپ کے ساتھ ہی آئی ہوں۔''

زینی کے حوالے تو ہرگز نہیں کروں گی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچ کر طنزیہ کہا تھا مگر وہ جھوم جھوم گیا۔

''واہ......امی! کیا باادب بھولائی ہیں۔ اس قدر عزت واحترام۔ ولی نہ ہو جاؤں کہیں میں۔''

پھپھو نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔ دو منٹ میں تیار ہو کے آؤ۔ بھائی صاحب کا دو بار فون آچکا ہے۔

پاپا کے فون کا سن کر وہ اندر تک مضطرب ہوگئی۔

پھپھو کا حکم نامہ پا کر عباد اٹھ کر تیار ہونے چلا گیا مگر کافی دیر پرانے میگزین کی ورق گردانی کرنے اور کرن کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے جواب دیتی جب وہ اکتا گئی تو اٹھ کے کمرے میں آئی۔ صاحب بہادر نہا دھو کے فریش ہو کر ٹراؤزر اور بنیان میں ملبوس گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتے ہوئے فون کال بھی نپٹا رہے تھے۔

ہانیہ کا دل بے زار ہونے لگا۔ وہ اڑ کر میکے پہنچنا چاہتی تھی مگر یہاں فوری اڑان کے کوئی تاثرات دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وہ باغ کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔ تازہ ہوا اور پھل دار درختوں اور پھولوں کی مہک نے موڈ قدرے بہتر کیا تھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''کم آن یار......ایک تو تم لڑکیوں کے دل بڑے نازک ہوتے ہیں بات بات پہ ٹوٹنے کو تیار''

ہانیہ کا دھیان ایک دم اس کی طرف گیا، جو بڑی بشاشت سے اپنا تجزیہ پیش کر رہا تھا۔

''دیکھو زینی! امی کا حکم ہے اور تمہیں پتا ہے نا ان کا حکم میں ٹال نہیں سکتا۔'' کمرے میں چلتا پھرتا، شرٹ پہنتا، بال بناتا وہ اس انداز میں محو گفتگو تھا۔ جیسے کمرے میں اکیلا ہی ہو۔

ہانیہ کا دل سلگنے لگا۔ اور کبھی میں جو اسے ایزد سکندر کے بارے میں ایک لفظ بھی بتا دوں تو لمحہ بھر لگائے یہ مجھے میکے بھجوانے میں۔

وہ بیڈ پہ بیٹھ کے جھکا ہوا بوٹ پہن رہا تھا۔

''اب چھوڑ بھی دو یہ فضول کال۔ لیٹ ہو رہے ہیں ہم۔'' اس نے عباد کے سر پر کھڑے ہو کر اونچی آواز میں کہا۔ وہ تو چونکا ہی مگر جس کو سنانا مقصود تھا اس نے بھی اچھی طرح سن لیا۔

''بعد میں بات کروں گا زینی! ابھی مجھے نکلنا ہے۔''

اسے تنبیہی نگاہ سے دیکھتے ہوئے عباد نے بات ختم کرنا چاہتی مگر دوسری طرف زینی یقیناً غصے میں تھی۔

''کم آن زینی......کسی کے کہنے سے تمہاری اہمیت ختم تو نہیں ہوجاتی نا۔'' وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

''اوکے......اوکے......سمجھالوں گا میں۔تم اپنا موڈ ٹھیک کرو پھر بات ہوگی، اللہ حافظ۔''

موبائل جیب میں ڈالتا وہ اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ ہانیہ قطعاً نہ گھبرائی۔

''ایٹی کیٹس، مینرز......کبھی ان کے بارے میں پڑھا تو ہوگا تم نے؟''

بہت نرمی سے پوچھا گیا۔

''مجھے ہر قسم کے لوگوں سے نپٹنا آتا ہے انڈراسٹینڈ؟'' وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس پر اپنی جرات عیاں کرنا چاہتی تھی۔

''اچھا۔'' وہ تمسخر سے ہلکا سا مسکرایا پھر دفعتاً اس کی کلائی تھام کر بولا۔

''مثلاً اب مجھ سے کیسے نپٹ سکتی ہو تم؟'' ہانیہ اس کی اس حرکت کے لیے تیار نہیں تھی۔ گھبرا سی گئی۔

''ہاتھ چھوڑو میرا۔''

''نہ چھوڑا تو کیا کروگی......شور مچاؤ گی۔'' وہی مذاق اڑاتا انداز۔

ہانیہ نے خود کو پسینے میں ڈوبتا محسوس کیا۔ وہ تو ویسے ہی اس پینڈو پر رعب ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی مگر یہاں تو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔

''شوہر کے ساتھ ایسی ضد اور چیلنج کرنے والی باتیں نہیں کرتے مسز!'' جتانے والے انداز میں کہہ کر اس نے ہانیہ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پلٹ کر اپنی باقی ماندہ تیاری مکمل کرنے لگا۔

وہ بے دم سی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

☆☆☆

گھر پہنچ کر وہ ماما اور پاپا سے ایسے ملی جیسے صدیوں بعد لوٹی ہو۔

ماما کا انداز عباد کے ساتھ کھنچا کھنچا سا تھا۔ جس نے آج ہانیہ کو بڑا سکون پہنچایا۔

اچھا ہے......اسے اس کی اوقات پتا چلتی رہنی چاہیے۔

پاپا، عباد کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے تو وہ ماما کے ساتھ کچن میں آ گئی۔

عباد کے کھانے پینے کے لیے ملازمہ کو ہدایت دے کر وہ ہانیہ کو اپنے کمرے میں لے آئیں۔

''اب بتاؤ...... دیکھ لیا اپنی فضول فرماں برداری کا نتیجہ۔ کیسے جاہل اور گنوار لوگوں میں جا پھنسایا ہے تمہارے باپ نے تمہیں۔'' ماما نے کھاتہ کھول لیا تھا۔

وہ دل چاہنے کے باوجود ماما کی غلط فہمی دور نہ کر پائی کہ کرن اور سعد دونوں اسکالرشپ لے کر پڑھ رہے تھے۔ اس کی خاموشی نے ماما کے غصے کو اور بڑھا دیا۔

''یہ سب اس شخص نے میری مخالفت میں کیا ہے اور بس۔ اگر میں اس رشتے پر راضی ہو جاتی تو وہ خود انکار کر دیتا۔'' وہ عباد کو سو دفعہ کوستیں مگر پاپا کو ایک دفعہ بھی کوسا تو ہانیہ سے برداشت نہیں ہوا۔

''دفع کریں! جو ہونا تھا ہو گیا۔ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔'' وہ آزردہ تھی۔ ماما اسے جھڑکنے لگیں۔

''تم ہی بے وقوف ہو ایک بار اسٹینڈ لے لیتیں پھر میں دیکھتی کوئی کیسے تمہارے مرضی کے بغیر فیصلہ کرتا ہے۔ باپ کی ایموشنل بلیک میلنگ کا شکار ہو گئیں تم۔''

ماما اب زونی کی خوشیوں کی تفصیل سنانے لگیں۔

''زونی کو دیکھو۔ اپنی مرضی کا ساتھی چنا اور اب عیش کر رہی ہے ساس نندوں کی ہمت نہیں اس کے مقابلے میں آنے کی۔ بیٹے کے ماتھے کے بل دیکھ کے چلتی ہیں وہ۔ اور علی تو اتنے ناز اٹھاتا ہے زونی کے کہ حد نہیں۔''

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

ہانیہ خود ترسی کا شکار ہونے لگی۔

اسے زینب عرف زینی یاد آئی۔ ابھی اس نے ماما کو اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ ورنہ ماما شاید اسی پھیرے میں اسے طلاق دلوا دیتیں۔

''خیر...... ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ سعد یہ بڑی تعریفیں کرتی ہے ایزد کی۔ اس سے رابطہ کرو۔ فیوچر پلاننگ کرو کچھ۔'' ماما کے مشورے مفت تھے۔

''ایک بار ہمت کرو اور نکل آؤ اس دلدل سے ہانی! چند دنوں میں چہرہ اتر کے رہ گیا ہے تمہارا۔ ایسا روپ ہوا کرتا ہے سہاگنوں کا بھلا۔''

ماما مسلسل اس کی نبض پر ہاتھ رکھے ہوئے تھیں۔ ہانیہ کے دل میں موجود عباد کے خلاف بے زاری اور بڑھی۔

عباد اسے چھوڑ کر جانے والا تھا مگر پاپا نے اسے بصد اصرار رات روک لیا۔ وہ جی بھر کے بدمزا ہوئی۔

رات کھانا کھانے کے بعد وہ پاپا کے ساتھ آدھا گھنٹہ لان میں واک کرنے کے بعد وہ سونے کے لیے کمرے میں چلا گیا، جبکہ ہانیہ، ماما کے ساتھ ٹی وی کے آگے بیٹھ گئی۔

''یہ ہوتے ہیں گاؤں کے گنوار۔ کھانا کھاتے ہی بستر پہ گر جانے والے۔''

پاپا ابھی ان کے پاس آ کے بیٹھے ہی تھے کہ ماما نے حقارت سے کہا۔ ہانیہ خفیف سی ہوگئی مگر بولی کچھ نہیں۔ پاپا کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔

''رات دو بجے تک ٹی وی دیکھ کر صبح دس بجے اٹھنے والوں کو اگر ماڈرن کہا جاتا ہے تو لعنت ہے ایسے ماڈرن ازم پر۔ وہ صبح خیز بچہ ہے۔ رات جلد سونے اور صبح فجر کے لیے اٹھنے والا حق حلال کمانے کے لیے دن بھر محنت کرنے والوں کو یوں ہی نیند آیا کرتی ہے۔''

''ہونہہ......'' ماما نے کھسیا کر سر جھٹکا۔

''اگر ہانی وہاں خوش ہے تو پھر تمہیں اس طرح کے فضول فتوے دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ جو ہے۔ جیسا ہے اب ہانیہ کا شوہر ہے اور اس کے متعلق بات کرتے ہوئے تم اپنی بیٹی کے جذبات کا بھی خیال کر لیا کرو۔''

''پاپا پلیز......بس کریں نا......مما تو ایسے ہی......بات کر رہی ہیں۔''

ہانیہ نے ان کی طبیعت کے پیش نظر انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔

''رہنے دو تم......اپنے میکے والوں کا یہ ایسا ہی شیدائی ہے۔ سوتیلی بہن کے بچوں کے لیے پیار اُمڈ اُمڈ کے آتا ہے اور اپنے بچوں کی خوشیاں نظر نہیں آتیں۔'' ماما چیخ کر بولیں۔

''تم بے فکر رہو۔ سوتیلا ہی سہی، مگر وہ علی اور معیز سے بڑھ کے سگا ثابت ہوگا۔'' پاپا کو اس پر بھرپور اعتماد تھا۔

''پاپا پلیز اٹھیں......ریسٹ کریں اب......تھک گئے ہوں گے۔''

ہانیہ نے اس طویل اور بے مقصد لڑائی سے گھبرا کا باپ کا بازو تھام لیا تو وہ بھی فوراً اٹھ گئے۔

''واقعی......یہاں بیٹھ کر تو میں صرف تیسرے ہارٹ اٹیک کو ہی آواز دے سکتا ہوں۔''

''دیکھا......دیکھا اپنے باپ کی زبان کو......بیوی نہیں دشمن ہوں میں اس کی اور باقی سب سگے ہیں اس کے۔'' پاپا کے پیچھے وہ چلا رہی تھیں۔

ہانیہ نے بمشکل انہیں معتدل کیا۔

''تم بس فوراً اس سے علیحدگی کا فیصلہ کرو ہانیہ! میں مزید یہ ذلت برداشت نہیں کر سکتی۔''

ماما نے قطعیت سے کہا تو وہ بددلی کے ساتھ اٹھ آئی۔ اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو نائٹ بلب کی سبز روشنی نے استقبال کیا۔

وہ ٹھٹک گئی۔

اس کے بیڈ پر عباد بڑے استحقاق کے ساتھ سو رہا تھا۔ اسے کچھ دیر پہلے لاؤنج کے سین یاد آئے۔ کس طرح اس شخص کی وجہ سے اس کے ماں باپ کا رشتہ خراب ہو رہا تھا اور یہ بندہ کتنے مزے سے سو رہا تھا۔

ہانیہ کے دل میں انتقامی جذبات بیدار ہونے لگے۔

اس نے آگے بڑھ کے لائٹ آن کر دی۔

نتیجہ حسب توقع تھا۔ وہ کسمسا کر جاگا پھر ناگواری سے ہانیہ کو دیکھا۔

''اس وقت کون سے موتی پرونے لگی ہو تم؟''

''یہ میرا کمرا ہے۔''

وہ جتانے والے انداز میں کہتی الماری کی طرف بڑھی اور اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

''تو کیا کرنا چاہیے مجھے...... کسی ہوٹل میں چلے جانا چاہیے؟'' اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ ہانیہ کو سنبھلنا پڑا۔

''میں نے یہ تو نہیں کہا مگر کم از کم میں یہاں تو اپنی مرضی کر سکتی ہوں۔''

''اچھا......'' وہ تمسخر سے بولا۔ وہاں تو جیسے تم میرے آرڈر میں ہو۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

وہ کپڑے نکال کے پلٹی اور تنک کر بولی۔

''مجھ پر رعب جمانے کا سوچنا بھی مت۔''

''میں رعب ڈال کے عزت کروانے پر یقین نہیں رکھتا اور نہ ہی تم سے توقع......''

وہ اطمینان سے کہتا رکا پھر بولا۔

''تمہیں تمہاری ماما کی گھٹی ہے نا؟ بالکل ویسی ہی باتیں کر رہی ہو۔''

ہانیہ کو غصہ آیا۔ مجھے بدتمیزی پر مجبور مت کرو۔

وہ اٹھا اور بیڈ سے پاؤں لٹکا کے بیٹھ گیا۔ ''یعنی اپنی دانست میں ابھی تک تم میری عزت کرتی آ رہی ہو؟'' وہ حیران ہونے کی اداکاری کرنے لگا۔

''اور تم...... تم جو میری عزت کروا رہے ہو۔'' وہ پلٹ کر غرائی۔ ''وہاں ایک عدد منگیتر پال رکھی ہے جو بیوی سے زیادہ حق جماتی ہے تم پر...... یہ...... یہ روپ ہوتا ہے سہاگنوں کا؟'' اس نے تلخی سے کہتے ہوئے اپنی طرف اشارہ کیا۔

ماما کی جلی کٹی کا اثر تھا وہ الٹا سیدھا بول گئی۔

عباد کی آنکھوں میں حیرت اتری۔ ننگے پاؤں چلتا اس کے مقابل کھڑا ہوا تو ہانیہ کو اس کی مسکراہٹ بھی نظر آ گئی۔

''صحیح کہا...... یہ تو بالکل کنواریوں والا روپ ہے۔''اس کی نظریں ہانیہ کو اپنے چہرے پر پھسلتی محسوس ہوئیں۔اس کا کہا اچھی طرح سمجھ میں آیا تھا۔ چہرہ خفت سے لال پڑ گیا۔

''آئی مین...... جو ٹینشن وہاں چل رہی ہے مجھے۔''اس نے بات بنانا چاہی مگر عباد نے انگشت شہادت اس کے لبوں پر رکھ کر اسے روک دیا۔

''شش...... اس رشتے کے کچھ حقوق اور کچھ فرائض ہوا کرتے ہیں مسز! سہاگن کا روپ پانے کے لیے سہاگن بننا ضروری ہوا کرتا ہے۔ یو نو واٹ آئی مین۔''

اس کا لہجہ ٹھہرا ہوا اور دھیما تھا پر حدت...... لو دیتا ہوا۔

ہانیہ کو لگا لمحہ بھر بھی وہ یوں ہی اس کے قریب کھڑا رہا تو وہ جل کر بھسم ہو جائے گی۔

پلٹ کر تیزی سے واش روم میں چلی گئی اور دھڑ سے دروازہ بند کر لیا۔

پتا نہیں کیا ہوا...... شاید اپنی کمزوری پر...... یا عباد کی اتنی جرات پر...... مگر اسے ڈھیر سارا رونا آ رہا تھا۔

☆☆☆

جب سے پاپا بیمار ہوئے تھے فیکٹری نہیں جا رہے تھے۔ سارا کام ٹھپ ہو رہا تھا۔ عباد کو ساتھ لیے وہ موقع غنیمت جان کر فیکٹری کے لیے نکل گئے۔

وہ ماما کے ساتھ ناشتا کر کے فارغ ہوئی تو سعدیہ آپی آ گئیں اس سے بڑے پیار سے ملیں۔ پھر تیکھے انداز میں عباد کا پوچھا اور ناگواری سے بولیں۔

''اسے کیوں دم چھلا بنا کے آئی ہو ساتھ؟''

''پاپا نے روکا ہے اسے۔ وہ تو مجھے چھوڑنے آیا تھا بس۔''ہانیہ نے صفائی پیش کی۔

''اب بتاؤ...... کیا سوچا ہے تم نے اپنے فیوچر کے متعلق؟''سعدیہ آپی نے سیدھے سبھاؤ پوچھا تو ماما بے زاری سے بولیں۔

''اب کیا سوچے گی یہ۔ جب وقت تھا تب نہیں سوچا اس نے۔''

''اُفوہ...... اب تو زیادہ آسان ہے۔ ان لوگوں کے بیچ رہ کے کوئی بھی الزام لگا کے نکل آئے وہاں

سے۔" انہوں نے چٹکیوں میں حل نکالا تو ہانیہ کے ذہن میں عباد اور زینی لہرا گئے۔

وہ دوپہر تک اسے اسی طرح کے مفید مشوروں سے نوازتی رہیں۔

"آتے ہی فیکٹری کے وزٹ پہ نکل گیا۔ قبضہ کرنے کا ارادہ ہے پورا..... پتا ہے ان کا کون سا وارث بیٹھا ہے یہاں۔"

ہانیہ کا دل برا ہونے لگا۔ عباد اس کے باپ کو دھوکا دے رہا تھا۔

"میں ذرا کچن کی صورت حال دیکھ کے آتی ہوں۔" ہانیہ کا دل گھبرایا تو وہ اٹھ آئی۔

کھانا تقریباً تیار ہی تھا۔ وہ ملازمہ کے ساتھ مل کر ٹیبل سیٹ کرنے لگی۔ پاپا کے آنے کا وقت بھی ہو چلا تھا۔ ماما اور سعدیہ آپی کو بلانے آئی تو..... دروازے کی ناب پہ اس کا ہاتھ ٹھٹک سا گیا۔ ادھ کھلے دروازے سے سعدیہ آپی اور ماما کی تکرار سنائی دے رہی تھی۔

وہ ایزد کے نام پہ ٹھٹکی۔

وہ شخص جس سے سعدیہ آپی کے ہاں فنکشن میں ملاقات ہوئی تو اس کی دلنشین گفتگو نے ہانیہ کو سحر زدہ کر دیا اور وہ اس کی محبت میں مبتلا ہوگئی۔ ان کے مابین کوئی باقاعدہ وعدہ نہ تھا۔ مگر ہانیہ اس ان کہی کو بھی سمجھتی تھی۔

مگر آج ..... یہ کیا ٹوٹا تھا کوئی شیشے کا برتن یا اس کا دل۔

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

"غضب خدا کا سعدیہ..... ایک بیوی بھگتا چکا ہے۔ میں تو سمجھی تھی کنوارہ ہے ایزد....." ماما بدک اٹھی تھیں۔

خود ہانیہ کا دل بھی رک سا گیا۔

"اوفوہ..... تو یہ کون سا کنواری ہے اب..... اور ویسے بھی دو سال ہوئے ایزد کو طلاق دیے، بلکہ دونوں بچیاں بھی اسی کو لکھ دی ہیں ایزد نے۔ کنوارہ کا کنوارہ ہے بالکل"

سعدیہ آپی ڈھٹائی میں کمال رکھتی تھیں۔

"تو پروپوزل بھیجتا نا وہ..... ایسا ہی دل تھا ہانیہ پر اس کا تو" ماما نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ بھی کمال کرتی ہیں ایسے شاندار بندے اور بڑی آسامی کو پھانسنا پڑتا ہے ماما! ذرا سی ہمت کرتی ہانی تو آج کروڑوں میں کھیل رہی ہوتی۔"

سعدیہ آپی نے اسے یخ بستہ پانیوں میں دھکیل دیا تھا۔ اس کے آنسو آنکھوں میں منجمد ہونے لگے۔

''میری بھی ساری پلاننگ برباد ہوئی۔ لاکھوں لگا رہا تھا وہ معیز کے بزنس میں۔ ہانیہ کے ذریعے تو اور بھی نکلوا لیتے اس سے۔ ابھی تک معیز میرے پیچھے پڑا ہے۔ ایزد کو ایسی ویسی لڑکیاں پسند نہیں آتیں۔ ہانیہ کو لفٹ کرائی تو اس میں کچھ دیکھا ہی ہوگا نا۔''

''اب کیا فائدہ ان باتوں کا۔ شادی شدہ ہے اب وہ۔'' ماما نے بات ختم کرنا چاہی۔

''تو طلاق لے نا...... اتنا ٹائم برباد کردیا اس نے۔ ایزد کو تو اس کی شکل بھی بھول گئی ہوگی۔ اسے کون سا کمی ہے لڑکیوں کی۔'' وہ سنگ دلی کی انتہا پر تھیں۔

''نہ تو وہ کس کے سر پر طلاق لے بیٹھے؟'' ماما نے ناگوار لہجے میں کہا۔

''کم آن ماما...... میں کس لیے ہوں۔ دوبارہ سے ہانی اور ایزد کا پیچ اپ کراؤں گی اور شادی نہ سہی۔ دوستی تو کرسکتی ہے نا اس سے۔ اب بہن کا گھر بچانے کے لیے اتنا بھی نہیں کرسکتی۔''

اتنی گراوٹ۔ ہانیہ کا سر چکرانے لگا۔

''فضول باتیں مت کرو سعدی''

ماما نے تیز لہجے میں انہیں ڈانٹا مگر وہ بے اثر تھیں۔

''اُفوہ...... چلیں عباد سے طلاق نہ لے۔ لڑکیاں تو پتا نہیں شادی شدہ ہوکر بھی کیسے کیسے چکر چلا لیتی ہیں تھوڑا سا فائدہ مجھے بھی پہنچا دے گی تو کیا فرق پڑ جائے گا۔''

''بکواس مت کرو سعدیہ!'' ماما کو غصہ آنے لگا۔

ہانیہ بے دم سے پلٹ گئی۔ خود کو بمشکل گھسیٹتی وہ اپنے کمرے تک آئی۔

اس وقت وہ اپنے اندر کا غبار نکالنا چاہتی تھی۔

اپنی ماں کا مکروہ چہرہ دیکھ لینے کے بعد تو اس کا مرجانے کو جی چاہنے لگا تھا اور ایزد سکندر...... خوشبو جیسی باتیں کرنے والا چمکتی آنکھوں والا شخص۔

کیا چمک تھی اس کی آنکھوں میں۔ حرص و ہوس...... اس کے آنسو بہہ نکلے۔

وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی تو عباد سے جا ٹکرائی۔

''دھیان سے......'' دو مضبوط بانہوں کے گھیرے نے اسے سنبھالا تو وہ جو پہلے ہی کسی سہارے کی تلاش میں تھی۔ بکھر سی گئی۔ مچل مچل کے رو پڑی۔

عباد جیسا مضبوط اور بے نیاز شخص بھی گھبرا گیا۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا اس کے سینے سے لگی، اس کی پناہوں میں گھری وہ کس کو رو رہی ہے۔ کس کا سوگ منا رہی ہے۔

مگر اس وقت اس نے ہانیہ کو بھرپور سہارا دیا۔ اپنے لمس، اپنے انداز اور توجہ سے۔ وہ رو رو کے تھک گئی تو عباد نے نرمی سے اسے اپنے سامنے کیا۔

''اتنی خوب صورت آنکھوں کا حشر کر دیا تم نے......'' وہ کوئی الگ سا عباد تھا۔

ہانیہ کی آنکھیں تیزی سے بھر آئیں، جو پہلے ہی رو رو کر سوج گئی تھیں۔

''مجھے......گھر لے چلو پلیز......'' اس کا ہاتھ اپنی مٹھیوں میں بھینچتے ہوئے وہ التجائیہ لہجے میں بولی۔

''او کے......ابھی کھانا کھا کے نکلتے ہیں۔'' وہ ٹھٹکا مگر نرمی سے کہا۔

''تم کھالو......میں پیکنگ کرتی ہوں۔'' وہ آنکھیں رگڑنے لگی۔

''آہاں......'' عباد نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور اپنا رومال نکال کر نرمی سے اس کی آنکھوں کو خشک کیا۔

''ماموں جان سے اجازت لی؟ وہ تو تمہیں چند دن اور رکھنا چاہ رہے تھے۔''

''نن......نہیں......تم ان سے کوئی بہانہ کر دو پلیز......ابھی میرا دل نہیں کر رہا رکنے کو......پتا نہیں مجھے کیا ہو رہا ہے۔'' وہ بے دم سی بستر پر بیٹھ گئی۔

''او کے......'' لمحہ بھر اسے پرسوچ نظروں سے دیکھنے کے بعد وہ مان گیا۔

''میں ماموں جان سے بات کر لیتا ہوں۔'' تم پیکنگ کرو......لیکن......مزید نہیں رونا۔

تنبیہی انداز میں کہتا وہ کمرے سے نکل گیا تو وہ پھر پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اس نے پتا نہیں پاپا سے کس طرح اجازت لی، مگر غنیمت رہی کہ پاپا نے اسے روکنے پر اصرار نہیں کیا۔ البتہ ماما کچھ خاموش سی تھیں۔ سعدیہ آپی خوب بڑھ چڑھ کے اعتراض کرتی رہیں مگر عباد نے اسی طرح نظر انداز کیا جیسے وہ عباد کو کرتی تھیں۔

سارے راستے وہ آنکھیں موندے بے دم سی پڑی رہی۔ سعدیہ آپی کی غلیظ باتیں اور سوچ اس کی پلکیں خشک ہونے نہیں دے رہی تھی۔

''جو بات دل پہ بوجھ بن رہی ہو، اسے نکال کے باہر پھینک دینا چاہیے تاکہ دل کا بوجھ ہلکا ہو سکے۔''

سارے راستے میں بس ایک بار اسے مخاطب کیا تھا، جب اس نے ایک دکان پہ گاڑی روک کے زبردستی اسے جوس پلایا تھا۔

ہانیہ نے سوچا۔

وہ اپنی ماں جائی کی سوچ، اس کی گفتگو کسی دوسرے سے شیئر کرسکتی ہے بھلا؟ بعض بوجھ تا عمر دل پہ دھرے رہتے ہیں اور شاید ان کا بوجھ دل پہ اٹھائے رکھنے میں ہی بھلائی ہوتی ہے اور عزت بھی۔

گھر آ کے وہ تیز بخار میں مبتلا ہوگئی۔

عباد سمجھ رہا تھا کہ وہ کچھ ان چاہا برداشت کرنے پر مجبور ہے، جب ہی برداشت جواب دے رہی ہے۔

ہفتہ بھر کے بخار نے اس کو اچھا خاصا نچوڑ کر رکھ دیا مگر اس ایک ہفتے میں اس نے گھر والوں کو اپنے آس پاس پریشان اور نرم خو دیکھا۔

اور عباد رضا...... وہ مفاد پرست شخص......

وہ روتی تو کسی سہیلی کی طرح اسے اپنا کندھا پیش کرتا اور اس کے آنسو پونچھتا مگر شوہر والے رعب سے اس سارے معاملے کا سبب نہیں پوچھتا تھا۔ ہانیہ کو وہ ڈرامے باز لگا۔ تب ہی ایک دن اسے جھٹک کر چلا اٹھی۔

''چلے جاؤ یہاں سے۔ دل بے زار ہوگیا ہے میرا۔ بناوٹی پیار، محبت، توجہ...... کیا میں نہیں جانتی رشتوں کے اصل چہرے۔'' اور وہ دانت پیستا اٹھ کر گیا تو دو دن تک کمرے میں نہیں آیا۔

☆☆☆

بجھے دل اور ایک بے زار کن سی کیفیت لیے وہ عباد اور زینی کی بے تکلفی دیکھتی اور اندر ہی اندر کڑھتی رہتی سعدیہ آپی کا فون آیا تو اس نے نہ چاہتے ہوئے اٹینڈ کیا۔

''جلدی کرو...... ایزد تمہارے انتظار میں ہے۔ بہت سی باتوں کے درمیان وہ بار بار اسے یاد دلا رہی تھیں۔ ہانیہ کی آنکھیں بھر آئیں اور آواز پھٹ سی گئی۔''

''مت دیں مجھے لالچ سعدیہ آپی! بھلا دیا ہے میں نے اپنی پچھلی زندگی کو۔ خیانت لے کر عباد رضا کے نکاح میں نہیں آئی ہوں میں۔ اب بھی اگر کوئی فیصلہ کروں گی تو کسی لالچ میں نہیں، بلکہ اپنے دل کی خوشی اور ضمیر کے اطمینان کے لیے کروں گی۔ مجھے ایزد کے نام کا لالچ مت دیا کریں۔ اس سے میرا تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہوا۔''

''اور آپ سے بھی......'' یہ کہتے ہوئے اس نے خود کو بمشکل روکا تھا اور فون بند کر کے رونے لگی۔

موسم اچھا ہوا تو وہ کرن کیساتھ چھت پہ ٹہلنے چلی آئی۔ گزرے دنوں میں گھر والوں کے ساتھ اس کے روابط کافی بہتر ہوئے تھے۔

خصوصاً نرگس پھپھو نے اسے بالکل ماں کی طرح سنبھالا تھا اور وہ ان سب کے رویوں کو ماما کے تناظر میں دیکھتی خود پر شرمندہ ہوتی رہتی۔

کرن چائے لینے نیچے گئی تو وہ چھت سے ہوتی ٹیرس پہ چلی آئی۔ جہاں سے نیچے گیٹ اور پورچ کا سارا منظر دکھائی دیتا تھا۔

گاڑی اندر آتے اور اس میں سے عباد اور زینی کو نکلتے دیکھ کر اس کے احساسات عجیب سے ہونے لگے۔ پھر اسے یاد آیا، پچھلے دنوں کیسے اس نے عباد رضا کو دھتکار دیا تھا۔

اس کا دل بوجھل سا ہونے لگا۔ خدا جانے کیا صحیح تھا اور کیا غلط۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئے۔ اب وہ دونوں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ہانیہ سلگ کر رہ گئی۔

''کاش پاپا...... آپ اس شخص کا اصل چہرہ دیکھ پاتے۔'' وہ چلتی ہوئی پچھلی دیوار کے ساتھ آ کھڑی ہوئی اور باغ میں جھانکنے لگی۔

''اور اگر یہ سب عام حالات میں ہوا ہوتا تو......'' اس کے ذہن نے پلٹا سا کھایا۔

''تو......'' وہ بے اختیار سوچنے لگی۔

''اگر ماما اور پاپا کا آپس کا جھگڑا نہ ہوتا اور ہانیہ واقعی دل سے راضی ہو کر یہ شادی کرتی تو یقیناً وہ اپنی قسمت پہ رشک کرتی۔ اسے یک لخت جھٹکا لگا۔''

www.urdunovelbank.com

''یہ میں کیا فضول سوچ رہی ہوں۔'' ہوا سے اڑتے بالوں کو ہاتھوں سے سمیٹتی وہ خود کو ڈانٹنے لگی۔

سیڑھیوں پر سے قدموں کی آواز اوپر آتی محسوس ہوئی۔ کرن چائے لے آئی تھی۔ اس نے ٹرے لا کر دیوار پر رکھی۔ ہانیہ باغ کی خوبصورتی سے محظوظ ہوتی قدرے بے توجہ سی تھی۔ پلٹے بغیر چائے کا مگ اٹھایا اور بولی۔

''یہ زینی کیا ہر وقت تمہارے بھائی کیساتھ چپکی رہتی ہے؟'' جواب لمحہ بھر کے توقف کے بعد ملا۔

''خیر! اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ کافی فاصلے پہ ہوتی ہے وہ۔'' ہانیہ کا دل اچھل کر حلق تک آیا۔ ہاتھ لرزا تو چائے مگ سے چھلک گئی۔

''دھیان سے...... کیا ہوا، جواب پسند نہیں آیا؟'' وہ بڑی سادگی سے پوچھ رہی تھی۔ خود کو سنبھالتے ہوئے ہانیہ نے مگ واپس ٹرے میں رکھا اور اس کی طرف پلٹی۔ کاٹن کے گرے کرتا شلوار میں وہ شام کے اس وقت بہت فریش لگ رہا تھا۔ اس پر مستزاد لبوں کی تراش میں ہلکی سی مسکراہٹ۔

''یہ کون سا طریقہ ہے کسی کی پرائیویسی میں مداخلت کا؟'' ہانیہ نے اسے لائن کے دوسری پار ہی

رہنے کا اشارہ دیتے ہوئے کہا تو اس نے ٹیرس پر نگاہ دوڑاتے ہوئے حیرت سے کہا۔

''ٹیرس پر پرائیویسی......؟''

''کرن کہاں ہے۔ چائے تو وہ لا رہی تھی۔'' وہ ناراض تھی۔ عباد نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

''تمہیں تو اپنی خوش قسمتی کا یقین ہو جانا چاہیے۔ عباد رضا تمہارے لیے چائے لایا ہے۔''

وہ سراسر شرارت پر آمادہ تھا۔ ہانیہ نے سلگتی نگاہ اس پر ڈالی پھر بڑے اطمینان سے بولی۔

''ایسے تو کتنی ہی دفعہ ہوٹل میں ویٹر میرے لیے چائے لائے ہیں'' وہ دھیرے سے ہنس دیا۔

ہانیہ کی نگاہ بے اختیار اس کی طرف اٹھی۔ وہ ان مردوں میں سے تھا جو چھا جانے والی شخصیت رکھتے ہیں۔ چاہے وہ بولیں، خاموش رہیں یا پھر مدھم سا ہنس ہی دیں۔ اس لمحے ہانیہ نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا اور یہ بھی کہ اسے عباد رضا سے دور رہنا چاہیے۔

اچانک وہ سٹپٹا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔ جہاں سے موٹی موٹی بوندیں گرنے لگی تھیں۔

''وہاں شیڈ کے نیچے آ جاؤ۔ ابھی بارش تیز ہو جائے گی۔'' ٹرے اٹھانے کی غرض سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے عباد نے کہا تو وہ لاپروائی سے بولی۔

''میں یہیں ٹھیک ہوں۔'' پھر اس نے جیسے ٹرے اٹھانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بھاپ اڑاتی چائے میں بارش کے قطرے ٹپ ٹپ گر رہے تھے مگر وہ پوری طرح ہانیہ کی طرف متوجہ تھا۔

''اتنی نازک سی ہو۔ بیمار پڑ جاؤ گی۔''

''غلط فہمی ہے تمہاری۔ اتنی کمزور نہیں ہوں۔'' وہ تنکی۔

''ارے......'' وہ ذرا سا ہنسا۔ میں نے کمزور تو نہیں کہا بلکہ میں نے تو تمہاری ناز کی تعریف کی ہے۔ بارش اب زور پکڑنے لگی تھی۔

''مجھے تمہاری تعریفوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کی نظروں نے ہانیہ کو قدرے نروس کر دیا تھا مگر اس کے لہجے کی بے رخی میں فرق نہیں آیا۔

بارش کا پانی اب اسے بھگونے لگا تھا۔

عباد کے سامنے اسے شرم سی آنے لگی تھی۔ خجل ہو کر اس نے دوپٹے کا پلو پکڑ کر نچوڑا۔

''بارش تیز ہو گئی ہے۔'' اس کے قریب سے گزر کر کہتے ہوئے وہ شیڈ کی طرف بڑھی مگر ایک جھٹکے سے رکی۔ دل جیسے غوطہ کھا گیا۔ بے اختیار پلٹنا پڑا۔

بارش کی چادر کے پار وہ مسکرا رہا تھا۔ ہانیہ کا داہنا ہاتھ اس کی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔ وہ یوں ہی

مسکراتا ہوا اس کے مقابل ہوا۔

''ابھی تو بڑی بہادری کے دعوے کر رہی تھیں۔''

''ہاتھ چھوڑو میرا۔'' وہ اس کی بھوری ساحر آنکھوں میں دیکھنا نہیں چاہتی تھی اور نہ ہی اس کی خوبصورت مسکراہٹ کو۔

''اور اگر نہ چھوڑوں تو...... کیا کروگی؟'' نرمی سے کہتے ہوئے وہ اس کے قریب ہوا تھا اتنے قریب کہ ہانیہ کو اپنے حواس مختل ہوتے محسوس ہوئے۔

''عباد پلیز...... کیا بدتمیزی ہے۔'' وہ ڈھنگ سے غصہ بھی نہیں کر پائی۔

''تھوڑی دیر یہاں کھڑی رہو۔ ہوسکتا ہے کچھ غلط فہمیاں ڈھل جائیں۔'' وہ برجستہ بولا تو ہانیہ نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔

''عباد...... عابی یہاں کیا کر رہے ہو؟''

زینی کی آواز نے منظر میں ہلچل سی مچادی۔ وہ چھت پہ آ گئی تھی اور سیڑھیوں کے سرے پر کھڑی یقیناً انہیں اتنے قریب کھڑے دیکھ چکی تھی گہری سانس بھرتا وہ پلٹنے لگا۔ اس کی مٹھی کھلی تو ہانیہ نے اپنا ہاتھ آزاد ہوتا محسوس کیا مگر اگلے ہی پل جانے اس کے دل میں کیا سمائی، اس نے جاتے ہوئے عباد کا ہاتھ ٹھیک اسی طرح اپنی مٹھی میں جکڑ لیا، جیسے اس نے ہانیہ کا جکڑا تھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

عباد حیران سا چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے لگا تو وہ قصداً مسکرائی۔

''ابھی کچھ غلط فہمیاں تو ڈھلنے دو''

دور کھڑی زینی کے بدن میں شرارے دوڑ گئے۔ وہ انہیں سن تو نہیں سکتی تھی مگر جو کچھ اسے دکھائی دے رہا تھا، وہ ناقابل برداشت تھا اور ہانیہ یہی چاہتی تھی۔ مجھے بے سکون کرنے والے ذرا خود بھی تو پریشان ہوں۔

''عابی...... مجھے گھر جانا ہے۔ مجھے چھوڑ کے آؤ ابھی۔'' وہ پاؤں پٹخ کے چیخی تھی۔

ہانیہ نے اطمینان بھری اونچی آواز میں کہا۔

''تم سعد کے ساتھ چلی جاؤ۔ ہم ابھی بارش انجوائے کریں گے۔''

عباد کچھ اس طرح حیران ہوا کہ غصے سے بھری زینی کو جاتے ہوئے روک بھی نہیں پایا۔ وہ تو بارش میں بھیگتی اس طلسمی مورت کو دیکھ رہا تھا زینی کے جاتے ہی اس نے اپنے ہاتھ کو نرم سی گرفت سے آزاد ہوتے پایا۔

''بڑی ڈرامے باز ہو......'' عباد نے متاثر ہونے والے انداز میں کہا۔

''پہلے نہیں تھی، مگراب حالات کے مطابق ڈراما کرنا ہی پڑے گا۔'' وہ تلخی سے کہتی سامنے شیڈ کی طرف چلی گئی۔

دوپٹا اتار کر نچوڑتے ہوئے ہانیہ نے دیکھا، دونوں بازو پھیلائے وہ بارش میں بھیگ رہا تھا۔

دوپٹا پھیلا کر اوڑھتی وہ سیڑھیاں اتر کے نیچے آئی۔

زینی تنے ہوئے تاثرات لیے لاؤنج میں کھڑی تھی۔

نرگس پھپھو اسے پتا نہیں کیا سمجھا رہی تھیں۔ ہانیہ کو دیکھ کر اس سے پوچھنے لگیں۔

''عابی کہاں ہے؟''

''وہ تو اوپر ہی ہیں۔'' ہانیہ نے ایک تیکھی نظر زینی پہ ڈالتے ہوئے بتایا۔

''اسے رہنے دیں مامی! میں سعد کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی اور اسے کہیے گا آئندہ مجھے لینے نہ آئے'' زینی تڑخ کر بولی۔

''ابھی تو بارش ہو رہی ہے۔ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر۔'' کرن نے مصالحت آمیز انداز میں کہا۔

''تب تک کون سا تمہارے بھائی کا دماغ ٹھکانے پر آ جانا ہے۔'' ہانیہ کپڑے تبدیل کرنے کے ارادے سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

''ہونہہ......اچھی شکل کا جادو سر چڑھ کے بول رہا ہے تمہارے بھائی کے۔''

اس نے اپنے پیچھے زینی کا زہریلا لہجہ سنا تھا۔مگر وہ نظر انداز کرتی کمرے میں چلی آئی۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے نکلی تو عباد کمرے میں موجود تھا۔

''زینی چلی گئی؟'' ہانیہ نے بے اختیار پوچھا اور پھر پچھتائی۔

''ابھی بیٹھی ہے۔چینج کر کے پھر ڈراپ کرنے جاؤں گا اسے۔'' وہ نارمل سے انداز میں بولا تو وہ جو ابھی خود کو ''مجھے کیا'' کہہ کر لاپروا ظاہر کر رہی تھی، چونکی۔

''مگر وہ تو سعد کے ساتھ جانے والی تھی۔''

''میں اسے لے کر آیا تھا۔اصولاً مجھے ہی ڈراپ بھی کرنا چاہیے'' وہ الماری سے ٹراؤزر شرٹ نکال کے پلٹا اور رسان سے بولا۔

''تم شادی کرنا چاہتے ہو اس سے؟'' وہ اس کے راستے میں آ کر بڑے چبھتے ہوئے انداز میں بولی۔ عباد ٹھٹکا، تمہیں کوئی اعتراض ہے؟

''ہاں...... مجھے اعتراض ہے مسٹر عباد! کہ جب تک میں تمہارے نکاح میں ہوں تم......'' وہ بڑے جوش سے کہنے لگی تھی کہ وہ اونچی آواز میں اس کی بات کاٹ کر بولا

''جب تک سے کیا مراد ہے تمہاری؟ تم میرے نکاح میں ہو اور اب رہو گی۔'' آخری جملے پر زور دے کر بولا۔

''تو زینی کون ہے پھر......'' اپنی طرف سے ہانیہ نے بڑا کڑا وار کیا تھا۔

''وہ میری کزن ہے اینڈ ڈیٹس آل۔ تم اپنے دماغ فضولیات میں مت الجھاؤ۔''

''مائنڈ یو مسٹر عباد! یہ فضولیات یہاں آ کے مجھے بھگتنی پڑ رہی ہیں، میکے سے نہیں لے کے آئی تھی میں۔'' وہ تڑک کر بولی۔

''لڑنا چاہتی ہو؟'' عباد کے تیور بدلے تھے۔

''میں ساری اصلیت جاننا چاہتی ہوں۔'' اس کا ہٹیلا پن اپنی جگہ تھا۔ عباد نے لب بھینچے اور گھور کے اسے دیکھا، پھر بولا۔

''تمہارا صرف دماغ خراب ہے۔ اصلیت تمہارے سامنے ہے۔ تم سے شادی کر کے اس گھر میں لایا ہوں تمہیں۔''

''کیوں...... جبکہ زینی کے تمہاری منگنی ہو چکی تھی۔'' وہ غصے سے بولی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''وہ میرا پرسنل میٹر ہے۔ میں ہر بات تم سے شیئر کرنے کا پابند نہیں ہوں۔''

عباد واش روم میں گھس گیا۔ ہانیہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

☆☆☆

اس ان چاہی زندگی نے ہانیہ کو عجیب سے دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔ ماضی دامن پکڑ کے کھینچتا تو وہ گھبرا کر خود کو حال میں الجھانے کی کوشش کرتی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا فیصلہ کرے اور کس طرح۔

عباد اس سے شادی کر کے بھی اس قدر انجان اور اجنبی تھا کہ حد نہیں۔ اوپر سے زینی...... ہانیہ نے حبس سے گھبرا کر کمرے کی کھڑکی کھولی تو حسین منظر نے نگاہوں کو جکڑ لیا۔

اتنے دنوں میں پہلی بار اس نے یہ کھڑکی کھولی تھی اور آج ہی اسے علم ہوا کہ یہ بڑی سی کھڑکی ملحقہ باغ میں کھلتی تھی۔ جہاں سے آم اور لیموں کی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ رشک سے باغ کی خوبصورتی دیکھ رہی تھی۔ تب ہی نسوانی قہقہے نے اس کی سماعتوں کو متوجہ کیا۔

''عباد......'' ہوا کے دوش پہ لہراتی زینی کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے بے ساختہ

کھڑکی کی چوکھٹ پہ ہاتھ جما کر جھک کر آگے ہوتے ہوئے باغ میں نظر دوڑائی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

''تم ہانیہ کو کب چھوڑ رہے ہو؟'' زینی نے اس قدر آرام سے پوچھا کہ وہ سن ہو کر رہ گئی۔

''یہ میں نے تم سے طے تو نہیں کیا تھا۔'' عباد کی آواز بے حد پرسکون تھی۔

''عابی پلیز......معاف کر دو مجھے غلطی ہوگئی مجھ سے میں اب بہت بدل گئی ہوں۔ تم یہی چاہتے تھے نا۔'' وہ روہانسی سی ہوگئی تھی۔

''تم بہت اچھی ہو زینی! بہت خوب صورت، بہت مکمل'' وہ کہہ رہا تھا۔

ہانیہ عجیب سے احساسات کا شکار ہونے لگی مگر دل کچھ اس قدر بے زار ہوا کہ اس نے کھڑکی بند کر دی۔

''وہ اچھی ہے......خوبصورت اور مکمل......''

وہ آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کا تراشا ہوا سراپا اور دلکش نقوش واضح تھے۔ بالوں کی نئی کٹنگ اسے بے حد سوٹ کر رہی تھی۔

''کیا میں خاص نہیں ہوں اتنی کہ عباد رضا میری بھی تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ وہ جو بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت کی تعریف کر رہا ہے۔ میں نے اسے اتنی چھوٹ کیوں دی کہ وہ اس بے ایمانی پہ اتر آیا۔''

''اور تم جو اس سے بے ایمانی کرتی رہی ہو......کسی اور کے خیالات'' اس کا ذہن بھٹکا۔

''وہ معاملہ تو ختم ہوا۔ اب تو یہی میری زندگی ہے پھر اس کی بربادی اتنے آرام سے کیسے دیکھوں۔''

☆☆☆

اس نے کرن اور سعد سے پکی دوستی گانٹھ لی۔ نرگس پھپھو کے ساتھ کچن میں گھسی نئے نئے کھانے سیکھتی رہی۔ وہ اب عباد رضا کے پلٹنے کی دعا کرتی تھی۔

اتنا تو اسے کرن کی باتوں سے علم ہو ہی چکا تھا کہ عباد نے اس سے شادی کسی لالچ میں نہیں کی تھی۔

جو شخص اپنی زمینوں کے چاول وسیع پیمانے پہ کئی بڑے شہروں میں سپلائی کرتا ہو، جسے روپے پیسے کی کوئی کمی نہ ہو، وہ پاپا کی ایک چھوٹی سی فیکٹری اور گھر کا کیا لالچ کرتا؟

''امی کو زینی کی اکڑ اور غرور پسند نہیں۔ بھائی جان کی اس سے کوئی باقاعدہ منگنی نہیں ہوئی تھی۔ ابو کے دل کی خواہش تھی۔ انہوں نے سالوں پہلے کبھی پھپھو سے ذکر کیا تو بس ان کے تئیں منگنی ہوگئی سمجھو زینی نے تو یوں حق جمانا شروع کیا، جیسے سچ مچ ان کی منگیتر ہو۔ بھائی اپنی فطری نرم دلی کی وجہ سے اسے کچھ نہیں کہتے۔''

کرن نے تفصیل بتائی تو اس کا دل بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا۔

''اچھی شکل ہے۔ اس سے شادی کر لیتے۔''

''زینی کو گھر بنانا نہیں آتا۔ وہ رشتے نبھانے میں اناڑی ہے۔ بھائی کی پسند ایک ایسی لڑکی تھی جو اس گھر کو جوڑ کے رکھے اور ہم سب کو بھی۔ مگر جب امی نے انہیں آپ کے لیے کہا تو وہ ایک لفظ بھی اعتراض کا نہیں بولے۔''

ہانیہ کی سانس بڑے سبھاؤ سے چلنے لگی۔

☆☆☆

ماما کا فون آیا تھا وہ سخت پریشان تھیں۔

''زونی کی وجہ سے گھر میں فساد مچا ہوا ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

'ہنی مون کے لیے ٹکٹوں کا انتظام کرنے کو کہہ رہی ہے۔ یورپ جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں دونوں۔''

''کیا مطلب......علی کی فیملی تو خود اتنی ویل آف ہے۔'' اسے جھٹکا لگا۔

''نرے کنجوس، پیسہ خرچتے جان نکلتی ہے سب کی اور پھر بزنس کون سا علی کا ہے۔ باپ، بھائی کا کھڑا کیا ایمپائر ہے۔ لگا بندھا خرچ لیتا ہے۔ تنخواہ ہی سمجھ لو۔'' ماما نے تفصیل بتائی تو وہ بولی۔

''تو زونی کو سمجھائیں نا۔''

''اسے کیا سمجھاؤں، وہ تو حق داری پر اتر آئی ہے۔'' ماما کے لہجے میں تھکاوٹ سی اتر آئی۔

''زونی کا حق مہر ہی ایک لاکھ تھا۔ اپنی ٹکٹ تو وہ کروا ہی سکتی ہے۔''

اسے یاد آیا تو ماما نے بتایا۔

''اس بے غیرت نے پہلی رات ہی حق مہر بخشوالیا تھا۔'' ہانیہ کو اپنے حق مہر کی رقم یاد آئی، جو اس نے لاپروائی سے اپنے پاؤچ میں ڈال رکھی تھی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''دل کا امیر ہونا چاہیے بندے کو، روپے پیسے، دولت تو آنی جانی شے ہے۔ خدا کا شکر ہے تم اچھے لوگوں میں چلی گئیں۔''

ماما پرمژدہ سی تھیں اور متشکر بھی۔

اور اب ہانیہ کی آنکھوں پر سے بھی بدگمانی کی پٹی کھل چکی تھی۔

☆☆☆

ہانیہ نے کھانا پکانے کے علاوہ بھی بہت سی ذمہ داریاں اٹھائیں۔ پھپھو کی تو وہ پسندیدہ بہو ٹھہری۔

اور عباد......

اس دن کے بعد سے وہ ہانیہ کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھ رہا تھا۔ ہانیہ مضطرب و بے چین تھی۔

وہ زینی کو عباد جیسا پیارا شخص یوں دان کرنے کو تیار نہ تھی۔ خدا نے اسے ایزد جیسے شخص سے بچا کر عباد رضا جیسا بہترین شخص دیا تھا اور اسے اس تحفے کی قدر کرنا تھا

ایسے ہی ایک دن وہ اندر کمرے میں آنسو بہاتی اپنی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں پر پچھتا رہی تھی۔

عباد اپنا والٹ اٹھانے کمرے میں آیا۔ سائیڈ ٹیبل پر سے اپنا والٹ اٹھا کر وہ اسی تیزی سے پلٹا مگر پھر ٹھٹک کر رک گیا۔ واپس بیڈ کی طرف آیا۔

''تم پھر رو رہی ہو''

وہ جیسے نہ چاہتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا تھا۔ وہ سوں سوں کرتی اسے دیکھتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''تو اور کیا کروں۔ جس لڑکی کا شوہر اتنی خوب صورت بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری لڑکیوں کو خوب صورتی کی سند دیتا پھرے، وہ روئے گی نہیں تو کیا کرے گی۔''

وہ متحیر سا اسے دیکھنے لگا۔ پھر بات سمجھ میں آئی تو رکھائی سے بولا۔

''اگر یہ سندر بیوی ادب واحترام سے وصولتی تو شوہر ہنسی خوشی اسی کو اس عہدے پر فائز کرتا۔''

''اور وہ جو قائم مقام منگیتر ہونے کا دعویٰ کر رہی تھی۔'' اسے یاد دلایا۔

''جھٹکے سے چھڑائیں تو دامن پھٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کسی کے دماغ کے فتور نکالنے کے لیے اپنا دماغ ٹھنڈا رکھنا پڑتا ہے۔ زینی کو بھی تمہاری طرح بہت کچھ سمجھ میں آ گیا ہے اور باقی بھی جلدی سمجھ جائے گی۔''

وہ جانے کی جلدی میں تھا۔ ہانیہ اپنی تمام تر انا و خودداری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اٹھ کر اس

کے سامنے آئی اور بڑی معصومیت سے پوچھا۔

''اور میں...... میرا کیا؟''

''تم......''

چند لمحے اسے گھورتے ہوئے وہ اس کی معصومیت بھری خوب صورتی کی تاب نہ لا سکا تو ہنس دیا۔

''تمہیں تو دل چاہتا ہے کچا چبا جاؤں۔''

وہ خفا ہونے لگی۔ دفعتاً عباد نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔

''میرا دل، میرا چین، میرا ارتکاز سب ہی کچھ تو چھین لیا ہے تم نے۔''

وہ اس کی بے اختیارانہ بے تابیوں پر دم بخود تھی۔ اس نے تو یہ سوچا تھا کہ وہ اسے معاف کر دے گا مگر اس قدر محبت اور مان سے معاف کرے گا، یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

''آئم سوری عباد......'' اس کی نرم دلی عود کر آئی تو وہ شرمسار سی آنسو بہانے کو تیار ہوگئی۔

''خبردار...... پھر دریا بہانے چلی ہو۔'' اس نے ڈپٹ کر کہا۔

''میں سمجھی آپ کسی لالچ میں مجھ سے شادی کر رہے ہیں۔'' سچ بول دینا مناسب سمجھا۔ منہ بسورتی سچی جھوٹ کہتی وہ سیدھی دل میں اترتی جا رہی تھی۔ عباد نے اسے دونوں بازوؤں سے جکڑ کر خود سے قریب کر لیا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''ہاں...... لالچ تو تھا ہی...... وہ پہلی نظر کی محبت، اسپتال کی ملاقات، مجھے کیا پتا تھا یہ چاند میرے ہی آنگن میں اترنے والا ہے۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔

''ہاؤ......'' اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

''اور اب ان سب ضائع شدہ لمحوں کا حساب ہوگا جو تم اپنی بے وقوفی کی وجہ سے گنوا چکی ہو''

وہ شرارت سے بولا تو کمرے میں ہانیہ کی ہنسی کے ساتھ عباد کا ہلکا سا قہقہہ گونج اٹھا۔

آسمان پر چاند مسکرا رہا تھا اور ہانیہ کا دل خدا کے حضور سجدہ ریز تھا جس نے اسے ایسا ہمدم اور ایسا دوست عطا کیا، جس کا دل خلوص جذبوں سے لبریز تھا۔

''اور جو آپ نے کہا تھا کہ مجھ میں وہ خاص بات نہیں ہے جو آپ کو چارم کر سکے۔''

''وہ تو ایسے ہی، شوہرانہ رعب...... سمجھا کرو نا یار!'' چاند مسکراتا ہوا ان کی سرگوشیاں سننے لگا۔

☆☆☆

یہ شادی ہو کے رہے گی

میں جب جب اپنے ابا کو دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ خدا کسی کو اکلوتا ابا نہ دے مگر نہیں، ابا تو سب ہی کے اکلوتے ہوتے ہیں۔ مجھے یہ کہنا چاہیے کہ خدا کسی کو اکلوتی اولاد خصوصاً بیٹا نہ دے۔

یعنی کہ حد ہوگئی۔ اکلوتے بیٹے کے جذبات کا ذرہ بھر خیال نہیں۔ بھانجی اماں کی اور تڑپ اٹھ رہی ہے ابا کو۔ غلط نہ سمجھیں، اپنے لیے نہیں بلکہ میرے لیے۔

غضب خدا کا، جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اس موٹے سیٹھ کو ہمارے گھر آئے۔ (یہ لقب میں نے اسے بچپن میں ہی موٹاپے کی وجہ سے دیا تھا) اور ابا کو اس کی ہمدردی کا ایسا بخار چڑھ رہا ہے کہ میرے سارے ''پن'' (یعنی اکلوتا پن، لاڈلا پن، بھولا پن، وغیرہ) انہیں بھول گئے ہیں اور وجہ......جی بالکل ٹھیک سمجھے، وہی اماں کی بھانجی۔

آپ سوچیں گے کہ میں بلاوجہ ہی ایک بے چاری معصوم لڑکی کے پیچھے پڑا ہوں جی نہیں غلط فہمی ہے آپ کی۔ ہاتھ منہ دھو کے تو وہ میرے پیچھے پڑی ہے بلکہ یوں کہیے کہ نہا دھو کے۔

ابھی چھ ماہ پہلے ہی کی بات ہے کہ اپنے ماں باپ کو آگے مار کے پیچھے اور کوئی رشتہ دار نہ ہونے کے باعث یہ محترمہ ہمارے در پر آ پڑیں۔ کیا کہا......قاتلہ......

افوہ......مارنے کا مطلب یہ کہ خالہ بے چاری دل کی مریضہ تھیں۔ ادھر وہ لڑھکیں ادھر مہینے بھر بعد ہی ان کی جدائی کا صدمہ دل پہ لیے خالو بھی بنا بتائے پیچھے نکل لیے۔ یوں وہ دونوں اللہ کو پیارے ہوئے اور ادھر یہ صاحبہ ہماری اماں کو اور اتنی پیاری ہوئیں کہ چالیسویں کے بعد اماں اس کی تشریف کا ٹوکرا معہ تمام تر مسائل کے اپنے گھر ہی اٹھا لائیں۔

نام خوش بخت، مگر منحوسیت کا گھیرا ان دنوں اس پر اس قدر تنگ تھا کہ محض چھ ماہ کے اندر اندر میری اماں نے بھی اگلے جہاں کی راہ لی۔ اچھی بھلی سوئی اماں صبح کو اٹھیں ہی نہیں۔

ہم دونوں باپ بیٹا تو صحیح معنوں میں یتیم ہوگئے تھے۔ نہ دن کا ہوش نہ رات کی خبر۔ بھلا اماں کے بغیر ہمیں جینا ہی کب آتا تھا۔

مگر اصل مسائل تو اماں کے چالیسویں کے بعد اٹھنے شروع ہوئے۔

وہ دن ہی میرے لیے نحوست سے شروع ہوا۔

☆☆☆

سب سے پہلے تو محترمہ خوش بخت صاحبہ نے صبح مجھے جگایا۔ بھئی چھٹی کے روز کسی بھی شریف بندے کو صبح صبح دس بجے جگانے کی کیا تک بنتی ہے؟

''کیا تکلیف ہے؟''

میں مندی آنکھوں سے اس کا فریش چہرہ دیکھتے ہی غرایا مگر وہ ڈھیٹ بلکہ چکنا گھڑا۔

''اٹھ جاؤ کہ اب ایک ہی روز اٹھو گے۔''

او......بھری جوانی میں ایسی بددعا، میرا تو تن من ہی سلگ اٹھا۔

''تمہیں میرے کمرے میں آنے کی اجازت کس نے دی ہے۔'' مجھے شدید غصہ آرہا تھا۔

اتنی پیاری نیند اور نیند میں من پسند لڑکی کا ساتھ، اب تو سب کچھ بھاگ گیا۔

''ہاہ......اجازت......'' وہ تمسخر سے ہنستی ساتھ ساتھ زمین پہ بکھرے کشنز اٹھا رہی تھی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''چوپٹ کھلے دروازے میں سے اجازت کا حکم نہیں ہے اور ویسے بھی مجھے صبح صبح تمہاری شکل دیکھ کے اپنی صبح بھنگ کرنے کا شوق نہیں۔ خالو جان بلا رہے ہیں۔ ایک تو آپ کو یاد ہوگا اس کی نحوست اور دوسری وجہ......جی ہاں، اس کی بدزبانی خصوصاً میرے ساتھ۔ اتنا نڈر پن کہ جواب دینے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کرتی تھی، مبادا دس نمبر کٹ جائیں۔''

(ذرا یہ سب خصوصیات یاد رکھیے گا)

تیسرے یہ کہ میرے تین سالہ بڑے پن کو وہ کسی خاطر میں نہ لاتی تھی اس کا بس چلتا تو بچپن کی طرح مجھے اڑنگا لگا کر زمین پر اوندھا گراتی اور میری پشت پر سوار ہو کر لکڑی کی کاٹھی والا گیت بھی گاتی۔

یقیناً آپ کی آنکھوں کے سامنے بھی اس کا تندرست و توانا بچپن آ گیا ہوگا۔ ذرا سوچیے ایک آٹھ سالہ (مگر لاغر) بچے کو پانچ سال کی ٹن ٹن دبوچ لے تو اس بے چارے کا کیا حشر ہوگا، اسی لیے تو میں خالہ کے گھر وزیر آباد کم ہی جاتا تھا۔

موٹا سیٹھ، سڑک پر لیٹ

گاڑی گزری، پھٹ گیا پیٹ

گاڑی کا نمبر ایٹی ایٹ

موٹا بولا ہائے میرا پیٹ

اس کے شکنجے سے نکلنے کے بعد میں یہ نظم بآواز بلند سنا کر اس کے غصے کو مزید ہوا دیا کرتا تھا۔

خیر...... یہ سب تو پرانی باتیں ہیں مگر آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم دونوں کے مابین دشمنی کس قدر پرانی ہے۔

''ابا نے کیوں بلایا ہے، انہیں یاد نہیں آج سنڈے ہے۔'' میں ناراض ہوا۔

''تمہارا تو ہر ڈے، سن ڈے ہوتا ہے۔'' وہ میرا میلا تولیہ اٹھا کر کرسی کی پشت پر رکھتے پھر طنز سے بولی۔ یعنی کہ میرے لیٹ اٹھنے اور روزانہ آفس لیٹ پہنچنے کا طعنہ۔

''وہ ناشتہ کے لیے بیٹھے ہیں۔''

میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ شرافت سے بول اٹھی تو مجھے مرتا کیا نہ کرنا کہ مصداق اٹھنا ہی پڑا۔

میرے باتھ روم سے فریش ہو کر نکلنے تک وہ میرا کمرہ سمیٹ کر جھاڑ پونچھ کر کے جا چکی تھی۔

خوبی بس یہی ایک تھی اس میں ......نوکرانیوں والی۔ گھر خوب سمیٹ کے اور چمکا کے رکھتی تھی۔

دوسری یہ کہ کچن بھی اسی کے سر پہ چل رہا تھا اور کیا خوب چل رہا تھا۔ روز روز نت نئی ڈشیں۔

تیسری یہ کہ کپڑے اب دھلے دھلائے اور استری شدہ ملنے لگے تھے اور میرے ہر دوسرے روز دھوبی کی طرف لگنے والے چکر ختم ہو گئے تھے۔ چوتھی یہ کہ ......آؤ ہم ......مطلب یہ کہ یہ سب خوبیاں تو نہیں۔ خیر وقت گزارنے کے لیے وہ ہمارے تمام کام کرتی رہتی تھی ورنہ تو شاید سارا دن ہی ٹی وی دیکھتی رہتی۔

میں جب تک تیار ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچا، ابا میرا ناشتہ کرنے کو بے تاب ہو رہے تھے۔

''السلام وعلیکم۔'' میرا انداز بہت محتاط تھا بلکہ میں احتیاطاً ابا سے دور والی کرسی پر بیٹھا کہ کہیں ایک آدھ چھانپڑ ہی نہ پڑ جائے۔ جواباً غصے میں نہ ہی تو ازراہ لاڈ و پیار بھی رسید کر سکتے تھے۔

''وعلیکم السلام۔ اوئے تمہاری گھڑی ٹائم نہیں بتاتی؟'' وہ گرجنا شروع ہوئے اور میں منمنایا۔

''نہیں ابا جی خود دیکھنا پڑتا ہے۔''

وہ لال پیلے ہونے لگے۔

''لطیفے سناتا ہے باپ کو الو کا پٹھا۔''

''افوہ......خالو جان! میں نے کتنی بار کہا ہے خالی پیٹ غصہ نہ کیا کریں۔ پہلے تگڑا سا ناشتہ کر لیں۔ یہ دیکھیں میں نے آپ کے لیے اسپیشل حلوہ پوری اور چنوں کا ناشتہ تیار کیا ہے۔''

وہ بیچ میں آ ٹپکی۔ ''ذرا الفاظ سنیں اس کے، پھاپھے کٹنی۔ یہ نہیں کہ اکلوتے کزن کو ازراہ ہمدردی ابا کی ڈانٹ سے بچائے۔ الٹا انہیں کھاپی کر اطمینان سے میری بے عزتی پر اکسایا جا رہا تھا۔''

میں پانی کے گھونٹ کے ساتھ ساتھ غصے کے گھونٹ بھی بھر گیا۔

''اماں......میری پیاری اماں......تم نہ رہیں تو میرا غصہ دیکھنے والا بھی کوئی نہ رہا۔''

میرا دل بھر آنے لگا مگر جلد ہی گرما گرم حلوہ پوری اور چنوں کی خوشبو نے سب کچھ بھول کر ناشتے پہ ٹوٹ پڑنے پر مجبور کر دیا۔

ہم دونوں باپ بیٹے نے تو ڈٹ کے ناشتہ کیا مگر وہ محض حلوے اور چنوں کی ذرا سی مقدار کے ساتھ ایک پوری چکھنے کے بعد چائے کا مگ لیے اٹھ گئی۔

''جی ہاں، وہی موٹا سیٹھ جو میٹرک تک کھانے سے فائٹنگ کیا کرتا تھا۔ بی اے تک ڈائٹنگ کر کر کے ایشوریہ جیسا فگر بنا چکا تھا۔ ہے نا حیرت کی بات۔ خیر مٹی ڈالو، جب سے ایشوریہ کی شادی ہوئی ہے میں اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اس موٹے سیٹھ کو کون دیکھے۔''

ساتھ والوں کی لڑکی اس سے ٹیوشن پڑھنے آ گئی تو وہ اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔

اس کے جانے کے بعد ابا نے اطمینان سے سگریٹ سلگایا تو مجھے ان کی بہادری پر ہنسی آئی۔ اس کی موجودگی میں ابا کی اتنی ہمت کہاں تھی سگریٹ کے اسپیلنگ بھی سنا دیتے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

پھر اس نحوت بھری ساعت کا الارم بجا۔

''اور بھئی......تم نے کیا سوچا ہے پھر......''

سگریٹ کا لمبا کش لگانے کے بعد دھوئیں کو بے فکری سے اڑاتے ہوئے وہ میری طرف توجہ ہوئے تو میں نے اخبار اٹھاتے ہوئے بے توجہی سے پوچھا۔

''کس بارے میں؟''

''شادی کے بارے میں۔''

''کس کی شادی ابا؟''

میری حیرت واجب تھی، اتنا اچانک ٹاپک۔

''میری......وہ طنزیہ بولے اور میں گہرے صدمے میں گھر گیا''

''ابھی تو میری اماں کی قبر کی مٹی بھی خشک نہیں ہوئی اور آپ......'' میں فوراً جذباتی ہونے لگا۔

''اوئے بے غیرتا......میں تیری شادی کی بات کر رہا ہوں۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں مجھے جھاڑتے ہوئے بولے تو میری بتیسی نکلتے دیر نہیں لگی۔

''اس کے لیے تمہاری اماں کی قبر کی مٹی کا خشک ہونا شرط نہیں ہے نا۔''

''اف...... یہ ابا کے طنز۔ میں کھسیا گیا۔''

کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے ابا نے یقیناً طنزیات میں ماسٹرز کر رکھا ہے بلکہ ٹاپ کیا ہوگا، اماں کی بھانجی کی طرح، تب ہی تو دونوں کی گاڑھی چھنتی تھی۔

''تو میں کون سا لڑکی پسند کیے بیٹھا ہوں۔''

میں نے منہ پھلاتے ہوئے اخبار جھٹک کر سیدھا کیا تو وہ اطمینان سے بولے۔

''مگر میں تو پسند کر چکا ہوں۔''

میں نے چونک کر اخبار پر سے منہ ہٹایا اور پھر ان کے تاثرات دیکھ کر جلدی سے بولا۔

''اچھا...... میرے لیے؟''

''ہاں......'' انہوں نے اطمینان سے کہتے ہوئے مجھے خاصا بے اطمینان کر دیا تھا۔

''مگر ابا جی...... شادی تو میری ہونی ہے۔'' میں نے احتجاج ریکارڈ کرانا چاہا۔

''تو......''

''تو یہ کہ لڑکی بھی میری پسند کی ہونی چاہیے۔''

''اوئے تو فکر نہ کرو، وہ میں نے پہلے ہی سوچ لیا تھا۔ لڑکی تیری ہی پسند کی ہے۔''

وہ ہاتھ سے گویا مکھی اڑاتے ہوئے لاپروائی سے بولے تو مجھے ان کی اس لاپروائی کے پیچھے چھپی پروا پر پیار آنے لگا۔

تو گویا ابا جانتے ہیں کہ میں ان کی بھتیجی میں انٹرسٹڈ ہوں۔ گل...... میری پیاری گل۔

میرا روم روم خوشی سے جھوم اٹھا۔

''میں چاہتا ہوں کہ یہ گھر ہمیشہ یونہی خوشیوں سے بھرا، صاف ستھرا اور جگمگاتا ہوا رہے۔'' ابا بولے۔

تو میں نے مذاقاً کہا۔

''اس کی فکر آپ مت کریں، یہاں کی صفائی ستھرائی کا ذمہ تو ہمیشہ کے لیے اماں کی بھانجی نے لے رکھا ہے۔''

ابا جی خوش ہو اٹھے۔

''خدا تمہارا بھلا کرے۔ بیٹا ہو تو ایسا، بنا کہے کیسے باپ کے دل کی خواہش سمجھ گیا۔ خوش بخت سے بہتر لڑکی تمہیں پوری دنیا میں کہیں نہیں ملے گی۔''

لو جی......کیا ہی نائن الیون کے دھماکے ہوئے ہوں گے۔

میں تو آنکھیں پھاڑے ابا جی کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

''آپ اتنی دیر سے خوش بخت کی نادیدہ خوبیاں بیان کر رہے تھے؟''میں صدمہ سے چور لہجے میں بولا۔

''بھئی دیکھو نا، تم دونوں ایک دوسرے کو اتنی اچھی طرح سمجھتے ہو تو بجائے اس کے کہ اسے رخصت کر کے ایک نئے اور اجنبی ماحول میں بھیجوں یا تمہارے لیے ایک انجان لڑکی کو بیوی بنا کر گھر میں لاؤں، میں نے سوچا کہ یہ تمام سلسلہ جیسے چل رہا ہے ویسے ہی چلتا رہے۔''

ابا جی کو اپنی ''تیز نظری'' کی خوشی تھی، ایسے میں وہ بھلا مجھ بے چارے کے تاثرات کیا دیکھتے جس کی دنیا لٹی جا رہی تھی۔

میں نے اپنا غصہ دکھانے اور ابا جی کو متوجہ کرنے کے لیے اخبار میز پر پٹخا تو وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگے۔

''یہ سب آپ کی غلط فہمی ہے ابا جی!''

میں کھنکھار کر گلا صاف کرنے کے بعد سنجیدگی سے بولا تھا، ساتھ ہی ابا جی کی صاف ستھری پیشانی پر بل پڑنے لگے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''آپ کو کس نے کہا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں یا یہ کہ میں اسے اس لحاظ سے پسند کرتا ہوں۔''ابا کی نرمی مجھے نڈر پن دکھانے پر آمادہ کر رہی تھی۔

''اس ساری بکواس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟''انہوں نے اپنے انداز میں پوچھا تو مجھے تھوڑی ہی ہمت مجتمع کرنا پڑی۔

''ابا جی......یہ شادی نہیں ہو سکتی۔''

''کیوں؟''

ان کا رعب دفعتاً لوٹنے لگا۔

''ہم دونوں بالکل مختلف ہیں ابا جی! وہ مشرق تو میں مغرب اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں نے کبھی اس کے متعلق ایسے سوچا ہی نہیں۔''

میں نے بھی اپنی طرف سے گل مکا دی مگر ابا جی نے جو مکا جواباً میز کی سطح پر مارا اس نے مجھے بھی اچھلنے پر مجبور کر دیا۔

''تو سوچو صاحبزادے! کیونکہ یہ شادی ہو کر رہے گی۔''

انہوں نے بے حد پرجلال اور قطعیت بھرے لہجے میں کہتے گویا فیصلہ سناڈالا۔
اور بس وہ دن تھا اور آج کا دن، میرے اور ابا جی کے درمیان ٹھن گئی۔
''وہ ایک بہترین لڑکی ہے چراغ لے کر بھی ڈھونڈو گے تو ایسی بیوی نہیں ملے گی۔''
ابا جی یہ تو اس نے وظیفے کررکھے تھے شاید۔
اب اگر بندے میں ذرا ہمت ہو تو پوچھے کہ میرا کیا دماغ خراب ہے کہ چراغ لے کے بھی ایسی ہی ڈھونڈوں۔ اس سے ہزار اچھی پڑی ہیں دنیا میں۔
''اسی لیے تو ......''میں نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے پینترا بدلا۔ اسی لیے تو کہتا ہوں ابا جی اس بہترین لڑکی کو مجھ جیسے نالائق اور بقول آپ کے بدنظم شخص کے پلے مت باندھیں، اس کے لیے تو اسی جیسا لائق فائق اور بہترین آدمی ہونا چاہیے تا کہ وہ ساری عمر آپ کو دعائیں دیتی رہے۔
''مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ تمہیں ہی جھاڑ پونچھ اور ٹھونک بجا کے اپنے لائق اور بہترین بنا کر ساری عمر میری دعائیں لیتی رہے۔''
''اف......ابا جی کا یہ اطمینان بلکہ چالاکیاں......''
میرا جی چاہا کہ بال نوچنے لگوں (اپنے)
''ابا جی پلیز......آپ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔''
''بیٹا جی پلیز......آپ سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ ایک یتیم لڑکی ہے، دوسرے یہ کہ اس کی خالہ یعنی عبیدہ کے مرنے کے بعد اس کی ساری ذمہ داری ہم پر آچکی ہے۔ میں اس کا خالو سہی، تم خالہ زاد بھائی سہی مگر شریعت کی رو سے اس کے لیے قطعی نامحرم ہیں۔ ایسے میں ایک شرعی رشتہ اگر بااحسن طریقے سے طے ہوسکتا ہے تو تمہیں کیا اعتراض......''
وہ بہت تحمل سے سارا مسئلہ بیان کررہے تھے۔
''افوہ......آپ کن چکروں میں پڑرہے ہیں چھ ماہ پہلے تک تو یہ مسئلہ نہیں تھا۔''
''تب تمہاری اماں ہمارے ساتھ تھی مگر اب دنیا بھی مشورے دینے لگی ہے۔''وہ سنجیدہ تھے۔
اور بات تو اقعی سچ تھی مگر میرا دل......اور سب سے بڑھ کر گل رخ......میری چچازاد۔
میرا دل اوبنے لگا، خوش بخت کو سوچ کر۔
''آپ بےفکر رہیں ابا جی! میں فوری طور پر اس کے لیے ایک زبردست سے رشتے کا بندوبست کرتا ہوں۔''میں نے ان کا دھیان اپنی طرف سے ہٹانا چاہا۔
''تم اس کے ابا بننے کی کوشش مت کرو، بس جو میں نے کہہ دیا ہے اس کے متعلق سوچو اور مجھے نکاح

کی تاریخ بتاؤ۔"

ابا جی اس قدر کڑک دار لہجے میں بولے کہ میں احتجاج کے سارے الفاظ بھول کر محض قربانی کے بکرے کی مانند انہیں دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

میری تو زندگی ہی ڈسٹرب ہو کر رہ گئی۔ ابا جی کے الٹی میٹم نے دن کا چین اور راتوں کی نیندیں برباد کر دیں۔

گل رخ کہیں دور ہی جاتی محسوس ہوئی۔ تو میں نے گھبرا کر اپنے دوستوں کی منتیں کر کے دو چار بہترین رشتے خوش بخت کے لیے اپنے گھر بھجوائے بلکہ منگوائے کہ شاید ابا جی کا دل للچا جائے۔

مگر نہ جی......اماں یونہی تو اتنی جلدی رخصت نہیں ہو گئیں نا، ہر رشتے پر ایک ہی نا۔

ابا جی کی ہٹ دھرمی دیکھ کر میں غصے سے بھرا خوش بخت کے سر جا پہنچا۔

وہ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھی کسی کتاب میں محو تھی میرے یوں فوں فاں کر کے پہنچنے پر چونکی۔

"پتا ہے بنا اجازت کسی کے کمرے میں داخل ہونا کس قدر بدتمیزی ہے۔"

"میں اس وقت تمہارے پاس اخلاقیات کی کلاس لینے نہیں آیا ہوں۔"

میں نے دانت کچکچائے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"اچھا......اگر تو اپنی شکل دکھانے آئے تھے تو وہ میں نے دیکھ لی ہے۔"

وہ بے نیازی سے کہتی کتاب پر انگلیاں بجا رہی تھی۔

"تمہیں پتا ہے ابا جی تمہاری شادی کرا رہے ہیں۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے اس کی معلومات چیک کرنے کی سعی کی۔

مگر ادھر وہی اطمینان تھا۔

"تمہیں کاہے کا صدمہ ہو رہا ہے؟"

"صدمہ یہ ہے کہ پھانسی کے اس پھندے میں وہ میری گردن فٹ کر رہے ہیں۔"

میں نے اخلاقیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غصے سے کہا تو لحظہ بھر چپ رہنے کے بعد وہ اسی پرسکون انداز میں بولی۔

"مجھے دیکھو، کتنی خاموشی سے سولی چڑھ رہی ہوں۔" میرا دل خوش ہوا تھا۔

"یعنی تم بھی اس رشتے سے خوش نہیں ہو۔" وہ رخ موڑ کر کتاب تکیے کے نیچے رکھنے لگی۔

"نہ......"

''تو پھر تم ابا جی ے سامنے بغاوت کیوں نہیں کرتیں۔''میں فوراً ہی اس کا سب سے بڑا ہمدرد بن گیا۔

''نہیں۔''اس نے فی الفور جواب دیا۔ میں خالو جان کی ایسی کوئی نافرمانی نہیں کرسکتی۔ ان کے بہت احسان ہیں مجھ پر۔

''اوران کے احسان کا بدلہ اسی طرح دے رہی ہو تم، ان کے اکلوتے بیٹے سے بدلہ لے کر۔''میں نے اسے گھورا۔

''قربانی دے رہی ہوں مسٹر! سمجھے۔ جیسے کبھی شیشہ نہیں دیکھا جناب نے۔''

وہ جتانے والے انداز میں کہتی آخر میں بڑبڑائی تو میں بدک اٹھا۔

''میں......یعنی کہ آذر رحمٰن جس کو اپنی وجاہت (بقلم خود) پر بے پناہ ناز تھا۔ اسے یہ موٹا سیٹھ کچھ سمجھتا ہی نہ تھا۔''

''میں بھی کہاں تمہاری شکل دیکھنا چاہتا ہوں مگر یہ بات ابا جی کو کون سمجھائے۔''

''تو تم بھی میری زندگی میں آذر نہیں آزار بن کے آرہے ہو۔''وہ چوکی نہیں تھی۔

''دیکھو ابا جی کے سامنے انکار تم ہی کو کرنا ہوگا، بہت پچھتاؤ گی مجھ سے شادی کر کے۔''میں نے اسے دھمکایا۔

''مجھے بھی اس شادی سے صاف انکار ہے مگر سوری، میں خالو جان کے سامنے مر کے بھی یہ الفاظ نہیں کہہ سکتی۔ انکار تم ہی کو کرنا ہوگا، ورنہ میں تمہارے ساتھ جہنم میں ہی گزارا کرلوں گی۔''

اس نے صفاچٹ جواب دے ڈالا۔

میرا آخری حربہ۔

''تمہیں پتہ ہے نا میرا اور گل رخ کا چکر چل رہا ہے۔''

''وہ سب تم جانو اور خالو جان، میں نے اپنے متعلق تمام فیصلوں کا اختیار ان ہی کو دے رکھا ہے۔ وہ کہیں گے تو آنکھیں بند کر کے اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دوں گی۔''

وہ آہ بھر کے بولی تو دفعتاً مجھے دھیان آیا اور پھر غصہ۔ میرے ساتھ شادی کو وہ کیا کیا نام دے رہی تھی، جہنم اور اندھا کنواں۔

''میں تو جیسے تمہارے فراق میں مرا جا رہا ہوں۔ میرا بس چلے تو میں پوسٹرز لگا دوں سارے شہر میں کہ یہ شادی نہیں ہوسکتی۔''

''کاش......اتنی ہمت دکھا ہی دو تو میری جان بھی چھوٹے۔''اس نے گہری سانس بھر کے مجت ا

کلسایا۔

میں تو پہلے ہی غصے میں بھرا اس کے پاس گیا تھا اور جل بھن کے رہ گیا۔

یعنی وہ ابا جی کی نظروں میں میرا امیج خراب کرسکتی تھی مگر خود ستی ساوتری ہی بنی رہنا چاہتی تھی۔ پھاپھے کٹنی۔

''اگر ایسا ہوگیا نا تو بہت پچھتاؤ گی میں تمہاری زندگی اجیرن کردوں گا۔''

میں اس کا اطمینان بھی اڑانا چاہتا تھا۔

''وہ تو اس خبر کو سنتے ہی اجیرن ہو چکی، اب تو بس اپنی سزا کا انتظار ہے۔''

حد درجہ معصومیت۔

میرا پارہ آخری درجے پر پہنچ گیا تو میں نے وہاں سے لوٹ آنا ہی مناسب سمجھا۔

☆☆☆

جب گل رخ کو خبر پہنچی تو مجھ پر اور بھی مشکل وقت آ گیا۔

آئس کریم کا پیالہ ختم کرتے ہی اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنا شروع ہو گئے۔

''کیا ہوا ہے گل! اور منگوا دیتا ہوں۔''

میں بوکھلایا تو اس نے مسکارا، کاجل اور پتہ نہیں کیا کچھ لگا کر قاتل بنائی آنکھوں سے مجھے گھور کے دیکھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''تمہارا کیا خیال ہے، میں آئس کریم کے لیے رو رہی ہوں؟''

لو جی عجیب ہوتی ہیں یہ لڑکیاں بھی۔

ابا جی کی یہ شادی ہو کر رہے گی والی ضد تو میں نے اسے رات فون پر ہی بتادی تھی۔ اب جبکہ لنچ کے بعد میں چچی جان سے اجازت لے کر آئس کریم پارلر لایا تو آئس کریم کے دو پیالے ختم کرنے تک تو وہ اتنی دکھی نہیں تھی۔

اب یکا یک مطلع ابر آلود ہوگا تو مجھ جیسا بے چارہ تو پریشان ہوگا؟

''تم نے تایا جی کو صاف صاف میرے متعلق کیوں نہیں بتایا؟'' ایک اور غوری میزائل۔

''انہوں نے صاف صاف خُوش بخت کا نام لے کر کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔'' میں نے مجبوری ظاہر کی۔

''تایا جی تو ہیں ہی ایسے، شروع ہی سے انہوں نے کبھی جو ہماری پروا کی ہو۔ چلو ٹھیک ہے، مان لیا کہ امی ابا زبردستی اپنا حصہ لے کر علیحدہ ہوئے ہیں مگر کسی کی جائز غلطی کی اتنی بڑی سزا......''

وہ ناک چڑھاتے ہوئے بولی تو میں اس کی اس قدر جائز اصطلاح پر عش عش کر اٹھا کہ بھئی اگر غلطی ہے تو پھر جائز کیسے ہوئی؟

مگر گل رخ اپنے بارے میں بہت جذباتی ہے، اس لیے میں نے اس کے پہلے آنسو سوکھنے پر ہی شکر ادا کیا تھا۔

''تم لکھ کے رکھ لو آذر! میں تمہیں قتل کر کے پھانسی چڑھ جاؤں گی۔ اگر تم نے کسی اور سے شادی کرنے کا نام بھی لیا تو۔''

اس نے واضح الفاظ میں مجھے دھمکایا تو میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

''یہاں میں نے تمہیں مشورہ دینے کے لیے بلایا ہے تمہارے قاتلانہ عزائم پوچھنے کے لیے نہیں۔''

''یہ تو تمہارے گھر کا مسئلہ ہے تمہیں خود ہی حل کرنا ہوگا۔ میں تو بس لال جوڑا پہن کے چھم سے تمہارے آنگن میں اتر آؤں گی۔''

وہ بے نیازی سے بولی تو میں آہ بھر کے رہ گیا۔

دو سو روپے کی آئس کریم کے بعد بھی میرا مسئلہ وہیں کا وہیں تھا۔

☆☆☆

''ابا جی! میں خوش بخت سے شادی نہیں کر سکتا۔''

میں نے ان کے اسٹڈی روم میں جاتے ہی پٹاخ سے وہ جملہ کہہ دیا جو میں نے پچھلے دو گھنٹوں کی تیاری اور ہمت جمع کرنے کے بعد تیار کیا تھا۔

''وجہ......''

انہوں نے کتاب پر سے نظر اٹھائے بغیر سکون سے پوچھا تو میں گڑبڑا گیا۔

گل رخ سے چلنے والے افیئر کا ذکر بھی تو میں نہیں کر سکتا تھا۔ ابا جی اور چچا جان کے کشیدہ تعلقات اس کی خاص وجہ تھے۔ وہ تو اماں کے مرنے پر دونوں گھرانوں میں دوبارہ تعلقات کچھ بہتر ہوئے وہ بھی یوں کہ چچی جان کو میری اتنی اچھی جاب کا پتہ چلا تو انہوں نے موقع اور ماحول کی پروا کیے بغیر مجھے بہت مبارکباد دی اور گوری چٹی قدرے فربہی مائل باتونی سی گل رخ تو مجھے پہلے بھی بری نہ لگتی تھی لیکن اس روز کے بعد تو وہ جیسے مجھ پر فدا ہی ہوگئی۔

بن ماں کا بچہ جسے گھر میں موجود لڑکی جوتے کی نوک پر رکھتی ہو یا گھاس بھی نہ ڈالتی ہو (کوئی بھی جملہ لگالیں) اسے یکا یک کوئی لڑکی اتنی اہمیت دے تو......

بس میں بھی مقناطیس کی طرح اس کی طرف کھنچتا چلا گیا تھا۔ ابا جی تو پھر بھی کبھی چچا کی طرف نہ

گئے مگر وہ اپنی فیملی کے ساتھ اکثر ہمارے ہاں آئے رہتے تھے یا پھر چچی اور گل رخ ادھر نکل آتیں۔ البتہ ابا جی نے گھر آنے والوں سے کبھی تیوری چڑھا کے بات نہ کی تھی۔ میں تو خوب ہی چہکتا، تب ہی تو میں غلط فہمی کا شکار ہو گیا کہ شاید ابا جی میرے دل کی آواز اپنے دل کے کانوں سے سن لیں گے۔ اب خود اپنے منہ سے گل رخ کے لیے کہنا زلزلہ لانے کے مترادف تھا۔

''وہ......ابا جی......ہمارے اسلام میں لڑکا لڑکی کی مرضی جانے بغیر شادی کرنا منع ہے۔''

میں نے جلدی میں جو دماغ میں آیا کہہ دیا۔

''بیٹا جی، ہمارے اسلام میں بھی منع ہے۔'' وہ کتاب بند کر کے اسی اطمینان سے عینک اتارتے میری طرف (بالآخر) متوجہ ہو ہی گئے۔

''تو پھر ابا جی! یہ ظلم مت کریں۔''

میں نے سن ساٹھ کے ہیرو کی طرح اداس منہ بنایا تو ابا جی کو ہنسی آ گئی۔ پتہ نہیں میری شکل دیکھ کے یا میرے ڈائیلاگ پر۔

''کیا ظلم ہو رہا ہے تم پر......''

وہ پوری طرح میری طرف متوجہ ہوئے تو مجھے خیال آیا کہ مجھے خود کو بچاتے ہوئے تمام الزام خوش بخت پر ڈال دینا چاہیے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''مجھے اپنی کہاں فکر ہے ابا جی!'' میں نے فوراً لہجے میں اداسی بھرتے ہوئے بات شروع کی۔

''فکر تو مجھے خوش بخت کی ہے (کم بخت) آپ یہ مت سمجھیئے کہ مجھے اس رشتے پر اپنی طرف سے اعتراض ہے مجھے تو اس معصوم کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ میں تو مرد ہوں، انکار کر سکتا ہوں مگر وہ بے چاری (پھاپھے کٹنی) تو آپ کے احسانوں پر قربان ہو جائے گی لیکن جواب میں اف نہیں کرے گی لیکن ابا جی! میں کسی لڑکی پر یہ ظلم نہیں کر سکتا۔''

میری تقریر ابھی جاری تھی، جوش خطابت میں مجھے ابا جی کے تاثرات نوٹ کرنا یاد ہی نہ رہا کہ انہوں نے مجھے ٹوک دیا۔

''تم سے کس نے کہا کہ اسے کوئی اعتراض ہے؟''

'یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے، کوئی بھی ذی ہوش اور عقل مند شخص اس کی شکل ہی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ اس شادی پر بالکل بھی راضی نہیں ہے۔''

میں نے ان پر اپنی زیرک نظری جتائی۔

''مجھے افسوس ہے برخوردار! کہ تم اپنے متعلق بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو کیونکہ یہ دونوں ہی خوبیاں

کم از کم آج تک میں نے تو تم میں نہیں پائیں۔''
اف...... یہ ابا جی کے طنز...... بندہ شرمندہ ہو کر رہ جائے۔ میں بھی کھسیا گیا مگر ہار نہیں مانی۔
''اور نہیں تو کیا ابا جی! اسی وجہ سے تو کہتا ہوں اس جیسی عقل مند، سلیقہ مند، سگھڑ اور با اخلاق و خوش گفتار کو اسی جیسا کوئی ملنا چاہیے۔''
''ہوں۔'' ابا جی نے پرسوچ نظروں سے مجھے دیکھا۔
''تمہارے خیال میں یہ سب خوبیاں اس میں موجود ہیں؟''
''آف کورس ابا جی! بلکہ وہ تو ایک باکمال اور بہترین لڑکی ہے اس کے لیے تو ہمیں بے غرضی سے فیصلہ کرنا چاہیے۔''
میں شاید کچھ زیادہ ہی پھٹ پڑا تھا اتنی خوشی سے اس کی خوبیاں بیان کیں کہ شاید ہی کبھی اپنی کی ہوں گی۔
''بس بیٹا جی! انسان جب خود کے لیے فیصلہ کرتا ہے تو اس میں سب سے مشکل کام غرض نکالنا ہوتا ہے۔ اس معاملے میں میں بھی بڑا خود غرض ہو گیا ہوں۔ اور میں نے اب تو اور بھی پکا فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہاری شادی اسی سے ہوگی اور کون ہوگا بھلا جس کو اس کی اتنی خوبیوں کا پتہ ہو، تم جانتے ہو۔ تم سے بڑھ کے اس کا قدر دان تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔'' ابا جی سر دھن رہے تھے۔
اور مجھے اپنا سر ٹکرانے کے لیے کوئی مناسب چیز نہیں مل رہی تھی۔

☆☆☆

''ابا جی...... میرے پیارے ابا جی...... آپ زیادتی کر رہے ہیں ایک معصوم لڑکی کے ساتھ۔ کم از کم اس کی بے زبانی ہی کا خیال کر لیں۔''
اب تو میری ہر صبح اسی منحوس موضوع سے شروع ہو رہی تھی۔
''بیٹا جی! وہ اتنی بھی بے زبان نہیں۔ اس نے کہہ دیا ہے کہ اسے شادی پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں۔''
ابا جی نے میری بولتی بند کر دی۔
اب سوچنے والی بات یہ تھی کہ وہ پھاپھے کٹنی مجھ سے شادی کرنے پر راضی کیسے تھی؟
ہیں...... جس کیساتھ بنا طنز کے کبھی اس نے بات نہ کی تھی، رعب تو مجھ پر ایسے جماتی خصوصاً ابا جی کے سامنے کہ جیسے مجھے کچھ سمجھتی ہی نہ ہو۔
''تو کیا وہ ساری عمر مجھ پہ رعب جمانے کو......''

میری کنپٹیاں سلگ اٹھیں، غصے کے مارے کچھ نہیں سوجھا تو میں نے گل رخ کو فون ملا دیا۔

اس نے حسب توقع و عادت پہلے تو مجھے ہی برا بھلا کہا۔

''تایا جی کو صاف بتا دو۔'' اس کی ایک ہی فرمائش تھی۔

''سو بار کہہ چکا ہوں کہ میں یہ شادی نہیں کر سکتا مگر تم ان کی ضد نہیں جانتیں۔''

میں تھک گیا تھا۔ اب اسے کیا بتاتا کہ ابا جی ابھی تک دل سے ان لوگوں سے راضی نہیں ہیں۔

''حد ہوگئی آذر! تم جیسا بزدل شخص میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔''

اس نے سیدھے سبھاؤ میری مردانگی کو للکارا تو مجھے ایک بار پھر ابا جی کے سامنے آنا پڑا۔

''ابا جی! ایک بہت ضروری بات ہے۔''

''میں نے سوچا ہے کہ سادگی سے نکاح پڑھوا دوں تم دونوں کا۔''

لو جی، ابا جی کی اپنی کم...... ضروری باتیں ہیں جو وہ میری بھی سنتے۔

''ابا جی...... مجھے اعتراض ہے۔''

میں نے بات شروع کی اور ابا جی نے سینے کو مسلا۔

''پتا نہیں کچھ دنوں سے دل میں ہلکی ہلکی درد کی لہریں سی اٹھ رہی تھیں۔''

متفکر انداز میں کہتے ہوئے انہوں نے سامنے پڑا ایک جگمگاتا کارڈ اٹھا کر میری طرف بڑھایا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''یہ ڈیزائن پسند کیا ہے میں نے تمہاری شادی کارڈ کے لیے۔''

میں نے کہا'' ابا جی! مجھے اعتراض ہے۔'' میں نے کارڈ پر نگاہ ڈالے بغیر ہٹیلے انداز میں کہا تو وہ اپنی ہی پریشانی میں بولے۔

''اب تو ذرا سی بھی مزاج کے خلاف برداشت نہیں ہوتی۔ کل مجھے ہارٹ اسپیشلسٹ کے پاس لے جانا۔ لگتا ہے کسی روز اچانک ہی دل بند ہو جائے گا۔'

''خدا نہ کرے۔'' میں گھبرا گیا۔

''بس بیٹا! اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی دیکھ لوں، تمہاری اور خوش بخت کی شادی پھر جو اللہ کو منظور۔'' وہ افسردہ سے ہونے لگے۔

یقین کریں اس وقت تک ابا جی کی ایکٹنگ کا مجھے اندازہ تک نہ تھا۔

وہ تو نکاح کے بعد جب ابا جی کو میں زبردستی دل کے ڈاکٹر کے پاس لے گیا تو پتہ چلا کہ وہ بالکل ہٹے کٹے ہیں۔ دل کی بیماری تو انہیں چھو کر بھی نہیں گزری۔ ہے تو غلط بات مگر اس خبر کو سن کر مجھے ہارٹ اٹیک ہوتے ہوتے رہ گیا۔

''اُفوہ......تم بھی نا! معمولی گیس ٹربل تھی۔ ٹھیک ہو جاتی۔ ایسے ہی اکیلی دلہن کو چھوڑ کے افراتفری میں نکل پڑے۔''

وہ بڑے مزے سے کہہ رہے تھے اور میں جھٹکوں سے گیئر بدلتا دانتوں پہ دانت جمائے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

☆☆☆

ابا جی نے تمام مہمانوں کو ہال سے میں رخصت کر دیا۔ گھر فقط ہم تینوں ہی پہنچے تھے۔

کس قدر مضحکہ خیز شادی تھی۔ دولہا بنام آذر رحمٰن، دلہن بنی خوش بخت اور ساتھ میں ابا جی۔

کاش! ابا جی کا یہ چیک اپ میں نے اپنے نکاح سے کچھ دیر پہلے کروالیا ہوتا مگر کیا کرتا ڈاکٹر نے ٹائم ہی ایسا دیا تھا کہ تب تک میں ایجاب وقبول کے تمام مراحل طے کر چکا تھا۔

وہ دونوں لاؤنج میں پہنچے اور میں سیڑھیاں پھلانگتا سیدھا اپنے کمرے میں گیا۔

زرق برق شیروانی سے نجات حاصل کرنے میں نے اپنا نائٹ سوٹ پہنا اور فریش ہو کر نکلا ہی تھا کہ مسلسل بجتے موبائل نے متوجہ کر لیا۔

گل رخ کے جگمگاتے نام کو اسکرین پر دیکھ کر میرا دل لمحہ بھر کو سکڑا۔

قسمت کا پھیر کیسے لمحوں میں اسے مجھ سے دور لے گیا تھا۔

''کہاں تھے، کیا کر رہے تھے، تم کب سے بیل جا رہی ہے؟''

وہ بے تابی سے پھٹ ہی تو پڑی۔ میں موبائل ہاتھ میں لے کمرے سے ملحقہ بالکونی میں آ گیا۔

''ریلیکس گل! یہیں تھا، ابھی واش روم سے نکلا ہوں چینج کر کے۔''

میں نے اسے تسلی دی۔ اس کے ''کیا کر رہے تھے؟'' کا مطلب مجھے خوب سمجھ میں آ رہا تھا۔

''اور وہ چڑیل کہاں ہے؟''

وہ غم وغصے سے پر لہجے میں بولی تو میں مجرم سا بن گیا۔

وہ نیچے بیٹھی ابا سے باتیں بگھار رہی ہے۔ میں نے ذرا بھی پروا نہیں کی اور اوپر چلا آ گیا۔

میں نے اسے خوش کرنا چاہا اور کامیاب بھی رہا۔

''بالکل ٹھیک، ایسے ہی پیچھا چھوڑے گی وہ تمہارا۔''

''تم دیکھتی جاؤ بس، میں کیسے اسے ناکوں چنے چبواتا ہوں اسے بھی تو پتا چلے کسی مرد سے زبردستی شادی کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔''

میں نے منتقمانہ انداز میں اپنے عزائم واضح کیے۔

"ویسے دلہن بنی سنا ہے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔"

اس کے لہجے سے جیلسی کی بو آ رہی تھی۔

دراصل چچا جان اور چچی تو نکاح میں شریک ہوئے مگر گل رخ نہیں آئی تھی۔ وہ دونوں بھی پوری تقریب میں کھنچے کھنچے ہی رہے۔ چچی جان تو ہم دونوں کے "افیئر" سے خوب اچھی طرح واقف تھیں۔

مگر اب میں کس کس کو اور کس منہ سے ابا جی کی اعلیٰ ایکٹنگ کے متعلق بتاتا جو انہوں نے بالکل آخری وقت میں کر کے مجھے چاروں شانے چت کر دیا تھا اور پھر بھولے پن سے پوچھنے لگے تھے۔

"ہاں......تم شاید کوئی اعتراض بیان کر رہے تھے؟"

"بس ابا جی۔ شادی کا کارڈ سبز نہیں، میرون کلر کا ہونا چاہیے۔"

میں اتنا ہی منمنا سکا۔ مجھ میں ابا جی کو ہارٹ اٹیک ہوتے دیکھنے کی طاقت نہیں تھی۔

اور نتیجہ میرے نکاح کی صورت میں نکلا اور ادھر ابا جی بھی بھلے چنگے ہو گئے تھے۔

میری تو زندگی یکا یک امتحان بن گئی تھی اور اب گل کا تفتیشی انداز۔

"تم سے زیادہ خوبصورت تو نہیں لگ سکتی، وہ اور ویسے بھی تم نے دیکھا ہی ہے سانپ کتنے خوبصورت دکھائی دیتے ہیں مگر پکڑنے پر صرف ڈنک ہی مارتے ہیں۔"

میں نے اس کی تعریف اور فلسفہ ایک ساتھ جھاڑا تو وہ معنی خیز انداز میں بولی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"تو پھر ذرا خیال کرنا، کہیں ڈنک کھانے کا شوق ہی نہ پال بیٹھو دل میں۔"

"تم نہیں تو کوئی نہیں گل! دیکھنا ابا جی بھی پچھتائیں گے اور وہ بھی جوان کا دل مٹھی میں کرنے کی نہ جانے کیوں کوشش کر رہی ہے۔"

میں نے منتقمانہ انداز میں کہا

"لو تم ابھی بالکل بے وقوف ہو۔" اس نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے گویا مجھے سند عطا کی پھر جیسے اس الجھن کا سرا میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

"یہ تو سامنے کی بات ہے، جائیداد کی خاطر۔ نہ تمہاری کوئی بہن نہ بھائی۔ اکلوتے وارث ہو گھر اور فیکٹری کے۔"

"اوہ......" میرے منہ سے اتنا ہی نکل سکا۔

"بہر حال آذر! جلد از جلد اس ناگن سے پیچھا چھڑاؤ، جب تک تایا جان کا دل اس کی جانب سے کھٹا نہ ہوگا وہ تمہاری جان نہیں چھوڑے گی، اس لیے کچھ پلان کر کے چلنا۔"

گل نے مجھے ٹپ دی تو میں اس کا شکر گزار ہونے لگا۔ پھر اس خوبصورت چاندنی رات میں، میں

گل سے خوب باتیں بگھارنے کے بعد کمرے میں آیا تو وہ مجھے اچھی طرح سمجھا چکی تھی کہ اگر خوش بخت کمرے میں آ چکی ہوئی تو مجھے کس طرح اس کے پیروں تلے سے زمین نکالنی ہے۔

کمرے میں لائٹ آف اور فقط نائٹ بلب آن تھا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ کے ادھر ادھر سے تلاش کرنے کی کوشش کی۔ دوستوں کے پرزور اصرار اور لعنت ملامت پر بھی مسہری تو میں نے لگوائی نہ تھی اور اب بیڈ بھی خالی پڑا تھا۔

''یہ کدھر گئی؟''

میں پریشان ہوا۔ کمرے کی آف لائٹ اور سامنے سنگل صوفے پر لشکارے مارتا پڑا سرخ زرتار لہنگا۔ وہ آئی تو تھی اندر۔

لو جی ابھی تو مجھے گل کے کہے کے مطابق خوش بخت کی انسلٹ کرنی تھی اگر وہ سجی سنوری میرے بیڈ پہ بیٹھی ہوتی مگر ادھر تو پہلے ہی کوئی پلاننگ ہو چکی تھی۔

میں گہری سانس بھرتا بستر پر گر گیا۔

اور ابھی ٹھیک سے سانس لے بھی نہ پایا تھا کہ واش روم کا دروازہ کھٹاک سے کھل گیا فطری طور پر میں چونک کر اس طرف متوجہ ہوا اور غیر فطری طور پر میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہ سانس جو بھی ٹھیک سے لی نہ گئی تھی سینے ہی میں اٹکنے لگی۔

نائٹ بلب کی سبز روشنی میں نہایت ماڈرن سے نائٹ سوٹ میں ملبوس یوں بے دھڑک واش روم سے نکل کر اپنے سلکی بالوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹتی آئینے کی طرف بڑھی جیسے میری کتنے سال پرانی بیوی ہو اور یوں اسی طرح میرے سامنے گھومنے پھرنے کی عادی ہو۔

بالوں کو پونی میں قید کر کے اس نے ہاتھوں پر کوئی لوشن لگایا اور میری طرف پلٹی۔ میری سانسیں جھٹکا کھا کر رہ گئیں۔

بھلا میں ایک جوان مرد اور زندگی میں پہلی بار ہوش وحواس میں ایسی سچویشن کا مقابلہ۔

''میں نے سوچا خوامخواہ روایتی دلہنوں کی طرح سج سنور کے تمہارے بیڈ پہ بیٹھنے کا کیا فائدہ جبکہ تمہیں نہ میرے سنگھار سے دلچسپی اور نہ مجھ سے، اس لیے تمہیں کوفت سے بچانے کے لیے میں نے چینج کر لیا اور ہاں، تم بے فکر رہو، میں تمہارے بیڈ پر بھی آدھے والا حق نہیں جماؤں گی۔ میں نے اپنا بستر نیچے لگا لیا ہے۔''

وہ ایک تکیہ اٹھا کے نیچے بیڈ کے ساتھ ہی بچھائے گئے بستر پر رکھتے ہوئے بڑے آرام اور بے تکلفی سے کہہ رہی تھی۔

اور میں ......میں جیسے خلا میں سفر کر رہا تھا...... یہ...... یہ ایسے میرے سامنے آیا کرے گی اور میں ......وہ شب بخیر کہتی اپنے زمینی بستر پر دراز ہوگئی اور میں اس ''آفاقی'' مذاق پر گنگ تھا۔

ذرا جو اسے مجھ سے شرم آتی ہو۔

میرے دھیان کے سارے دھاگے اب اس کی ایک ایک جنبش سے بندھ گئے تھے۔ پھر تو وہ شاید سو بھی گئی تھی اور میں تمام غصہ اور نفرت بھرے ڈائیلاگ دل میں لیے پڑے کا پڑا رہ گیا۔

اب آپ سے کیا پردہ، قسم لے لیں جو ساری رات نیند آئی ہو۔ رہ رہ کے خوش بخت پر غصہ آتا رہا۔

اس قدر بیہودہ اور بے شرم لڑکی تھی کہ اتنی بے تکلفی سے کسی مرد (چاہے شوہر ہی ہو) کے کمرے میں نسوئی اس کا ضبط آزما رہی تھی۔

''گل...... کہاں ہو تم گل......'' میں نے ڈیڑھ سوویں کروٹ بدلتے ہوئے گل کو یاد کرنے کی کوشش کی مگر چھم سے ذہن میں خوش بخت کا ہوش ربا سراپا آ گیا۔

میں خود پر نفرین بھیجتا سونے کی کوشش کرنے لگا۔

صبح کے قریب کہیں میری آنکھ لگی تو پھر کسی کے جگانے پر ہی کھلی۔

وہ ایک عجیب سا احساس تھا جو پہلے میرے بالوں میں سرسراتا رہا پھر وہ ٹھنڈا سا لمس میرے رخسار پر آن ٹھہرا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

میں نے نیند سے بوجھل آنکھوں کو بمشکل کھول کر کچھ سمجھنے کی کوشش کی۔

''اٹھ جائیں، خالو جان ناشتے کے لیے انتظار کر رہے ہیں۔''

مجھے یوں لگا میرا رخسار تھپتھپاتی وہ جیسے پچھلے چھ سالوں سے مجھے ایسی ہی جگاتی آ رہی ہو۔

میں ایک ٹک اسے دیکھے گا۔

فیروزی رنگ کے کپڑوں میں وہ میک اپ سے پاک چہرہ لیے مجھ پر جھکی دمک رہی تھی۔

''کیا ہوا، کوئی خواب دیکھ رہے ہیں؟''

معصومیت سے پوچھا اور سیدھی ہوگئی شانوں سے نیچے آتے سیاہ بالوں کو ابھی اس نے قید نہ کیا تھا۔

''یا اللہ......'' میں چکرا سا گیا۔

وہ بدل گئی تھی یا میں ہی کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

گربہ کشتن روز اول والا محاورہ تو میں نے آزمانا تھا مگر لگتا تھا اس نے بھی کسی سے اچھی خاصی پٹی

پڑھ لی تھی۔

وہ آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ دوپٹے سے نیاز متناسب سراپا۔ ہاف سلیوز میں سے جھلکتی بانہیں اٹھائے وہ بالوں میں حسب عادت پونی ڈال رہی تھی اور میں ہونق سا اس کے بے تکلفیاں دیکھ رہا تھا۔

''اٹھ جائیں، پہلے ہی گیارہ بج چکے ہیں۔ مجھے تو نہیں البتہ آپ کو ڈانٹ ضرور پڑ جائے گی۔ ناشتہ تیار کر آئی ہوں میں۔''

وہ فارغ ہو کر دوپٹہ شانے پر ڈالتی میری طرف پلٹی تو میں حواس میں آتے ہوئے بھنایا۔

''تمہاری تو دلی خواہش پوری ہو جائے گی مجھے ڈانٹ پڑتے دیکھ کر اور میرا خیال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ...... مجھے جگانے کی فضول حرکت کیوں کی تم نے؟''

میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اس سے ہارنا تو قطعی نہیں ورنہ یہ تو مجھے چٹکیوں میں اڑا دے گی۔

''دیکھیں میرا جو فرض ہے وہ میں ضرور ادا کروں گی۔ آپ کے اعمال آپ کے ساتھ۔''

وہ اطمینان سے کہہ کر بستر پر پڑی چادر تہہ کرنے لگی تو میں دندناتا ہوا اٹھ کے واش روم میں گھس گیا۔ نہانے کے دوران بھی مجھے یہی خیال آتا رہا کہ وہ کوئی سازش تیار کر چکی تھی مجھے پھانسنے کے لیے مگر میں صرف اور صرف گل رخ کا ہوں۔

میں نے قطعیت سے خود کو باور کرایا تھا۔

☆☆☆

تو تراخ سے وہ آپ جناب پہ آ گئی اور اس کی اس ایک عادت کے بدلنے سے جیسے جنگ و جدل کے تمام مواقع ختم ہو گئے۔ کیا مجال تھی جو وہ چالاک لڑکی، ابا جی کے سامنے مجھے اپنا امیج خراب کرنے کا کوئی موقع فراہم کرتی۔

''یہ کیا ہے......سالن پکایا ہے، نمک کا نام و نشان نہیں اس میں۔ ذائقہ کہاں سے آئے گا''

کچھ نہ سوجھا تو میں نے سالن کا ڈونگا ہی ناگواری سے کہتے ہوئے کھسکا دیا۔

وہ چونکی بلکہ اس سے کچھ زیادہ ابا چونکے تھے۔

''ذرا چکھ کے دیکھیں آپ......''

میں نے انہیں ناراضی سے دیکھا۔

''تو ٹھیک ہے برخوردار! آئندہ سے میں بازار سے کھانا کھا لیا کروں گا۔'' ابا جی شاید میری محبت میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے تھے۔

''ارے نہیں ابا جی! میری خاطر آپ خود کو کیوں تکلیف دیتے ہیں قصور تو پکانے والے کا ہے نا!''

میں موم ہوا، ادھر ابا جی دھاڑے۔

''الو کے پٹھے، پتہ تو ہے اچھی طرح کہ ہائی بلڈ پریشر کا مریض ہوں پھر بھی نمک کی کمی کا رونا ......سامنے نمک دانی رکھی ہے خبردار جو خوامخواہ کے نقص نکالے رزق میں تو......''

تب مجھے پتہ چلا کہ وہ میری محبت میں جذباتی ہو کر ہوٹل نہیں جا رہے تھے بلکہ مجھ پر طنز فرمایا جا رہا تھا۔

جی تو چاہا کھانا چھوڑ کے اٹھ جاؤں مگر یہ اکلوتے ابا بھی نا ایک آزمائش ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ میں نے ایک دن کا کھانا چھوڑا تو اگلے دس دنوں میں ابا جی فاقہ ہی کرائیں گے۔ سو میں نے بے دلی سے نمک دانی اٹھا کر سالن میں نمک چھڑکنے لگا۔

وہ کمرے میں آئی تو میں آنکھوں پہ بازو دھرے بیڈ پہ دراز گویا سو رہا تھا۔ چند لمحے ادھر ادھر کے کاموں میں مصروف رہنے کے بعد وہ بیڈ کی طرف آئی دوسرے ہی لمحے مجھے محسوس ہوا وہ مجھ پر جھکی ہوئی ہے۔ اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ اور پھر اس کے وجود سے اٹھتی پرفیوم کی دلکش خوشبو میرے نتھنوں میں گھستی چلی گئی۔

(تو یہ بات ہے، اندر سے مجھ پہ مرتی ہے، تب ہی اکیلا پا کے......)

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

مرد ہوتے ہوئے بھی میرا دل عجیب سے انداز میں دھڑک اٹھا۔ جانے وہ کیا کرنے والی تھی۔ میں نے ایک دم سے آنکھوں پر سے بازو ہٹایا اور اس کا آگے بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا تو وہ لڑکھڑا کر مجھ پر ہی آ رہی۔

پھولوں بھری لچکیلی ڈال تھی یا خوشبوؤں کا ڈھیر۔

خدایا......

میں ششدر سا اس کی موہنی صورت دیکھے جا رہا تھا (یاد رہے صرف اس وقت موہنگی لگ رہی تھی)

وہ اپنے حواس درست کرتی سنبھل کر پیچھے ہٹی مگر میں نے جیسے ضد کے مارے اس کا ہاتھ نہ چھوڑا۔

''بس......رہ گئی ہو......''

ایک جھٹکا اس کے ہاتھ کو دے کر اسے خود سے قریب کرتے ہوئے میں نے طنز کیا تو وہ خوشنما آنکھوں میں تحیر بھرتے مجھے دیکھتے ہوئے جیسے میرے الفاظ کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

''سیدھی طرح سے دل کی بات کیوں نہیں بتا دیتیں، شوہر ہوں تمہارا۔ کچھ احساس کر ہی لوں گا۔ یوں بہانے بہانے سے پاس کیوں آتی ہو۔''

میرا لب ولہجہ شاید کچھ زیادہ ہی عامیانہ ہو گیا تھا، تب ہی تو ان آنکھوں کے تحیر پر دکھ غالب ہوا اور پھر غصہ۔

اس نے ایک جھٹکے سے مجھے پیچھے دھکیلا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مائنڈ یو مسٹر آذر رحمٰن! شکل دیکھی ہے کبھی آئینے میں ٹھیک سے۔ تکیہ اٹھانے لگی تھی میں اپنا کیونکہ میں کسی بھی بہانے سے تمہارے پاس آنا پسند نہیں کرتی، چاہے وہ سونے کا ہی بہانہ کیوں نہ ہو۔''

وہ بے حد تلخ وترش لہجے میں کہتی گویا مجھے للکار رہی تھی۔

''ہونہہ...... میں نے استہزاء سے ہنکارا بھرتے ہوئے جیسے اسے اور تپایا۔''

''اب تک جو کچھ ہوا، وہ خالو جان کی خواہش تھی مگر اب جو ہوگا وہ میری ضد ہے، آذر رحمٰن، اور عورت کی ضد سے ابھی تم واقف نہیں ہو۔''

وہ عجیب سے لہجے میں کہتی اپنا تکیہ چھوڑ کر وہاں سے ہٹی اور پلٹ کر کمرے میں سے ہی باہر نکل گئی۔

''ابا جی......''

دفعتاً ہی اس خیال سے مجھ پر دہشت اور پھر لرزہ طاری ہو گیا کہ رات کے اس پہر وہ یہ تمام روداد ابا جی کو سنانے گئی تھی اور جو حال میرا ہونے والا تھا، یہ خدا ہی بہتر جانتا تھا۔

میں چھلانگ لگا کر بستر سے اترا اور ننگے پاؤں ہی اس فتنی کے پیچھے بھاگا۔ دو دو کر کے سیڑھیاں پھلانگیں، تین دفعہ گرتے ہوئے بچا۔ نیچے پہنچا تو ابا جی لیٹ نائٹ ٹی وی مباحثے میں مگن تھے۔ ایک نظر مجھے دیکھا۔

''پیاس لگ رہی تھی، آج پانی رکھنا یاد نہیں رہا۔'' گلے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے میں نے بہانہ بنایا تو انہوں نے دوسری نظر میرے ننگے پیروں پر ڈالی۔ میں سٹپٹایا۔

''پیاس اتنی شدید لگی تھی کہ جوتا پہننا بھی یاد نہیں رہا۔''

''بیٹا جی! آپ کو پانی کی نہیں، برف کی ضرورت ہے وہ بھی اپنے دماغ پر رکھنے کے لیے۔''

وہ مشورے دے کر دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئے اور میں ان کے طنز کو کڑوے گھونٹ کی طرح پیتا کچن کی طرف بڑھا مگر وہ بھی کنگلے کی جیب کی طرح خالی تھا۔ ایسے ہی پانی کی بوتل ہاتھ میں تھام کر بہانے سے گھومتا ہوا ابا جی کا کمرہ اور ڈرائنگ روم بھی دیکھ آیا مگر وہ کہیں نہ تھی۔

''یا خدا۔'' میں چکرا سا گیا۔

''کیا بات ہے، اب کمرے کا راستہ بھی یاد نہیں آ رہا۔''

ابا جی نے جلد یا بدیر میری نقل و حرکت کا نوٹس لے ہی لینا تھا، سو اعلا درجے کے طنز کا باؤنسر پھینکتے ہوئے بولے تو میں نے ماتھے کا پسینہ شرٹ کی آستین سے پونچھا۔

''جا رہا ہوں ابا جی! ایسے ہی دروازوں کے لاک چیک کر رہا تھا۔''

''اچھا......گزشتہ چھبیس برسوں میں تو تمہیں کبھی خیال نہیں آیا۔''

انہوں نے بے یقینی سے مجھے دیکھا تو میں بے بس ہونے لگا۔ ابا جی سے تو اماں بھی ہار کر واپس پویلین لوٹ گئی تھیں میں کیا شے تھا مجھے تو یقیناً ابا جی اپنی کم اور کسی مداری کی اولاد یعنی بندر زیادہ سمجھتے تھے۔ تب ہی تو ہر وقت مجھے اپنی ڈگڈگی پر نچاتے رہتے تھے۔

اس سوچ کو سوچتے ہی ابا جی نے اسے مزید الجھے بغیر غصہ دباتا اوپری سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

خس کم جہاں پاک۔

اوپر آنے تک دس مرتبہ میں نے سوچا، جان بچی سو لاکھوں پائے مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال آتا کہ ابا جی یہ ''لاکھوں'' حاصل کرنے دیں گے تو نا۔

انہیں تو جب خوش بخت کے غائب ہونے کی اطلاع ملے گی تو وہ کنوؤں میں بانس ڈلوا دیں گے بلکہ میرے حلق میں بانس ڈلوا کے ساری حقیقت اگلوا لیں گے۔

مجھے جھرجھری سی آ گئی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

مایوسی کے عالم میں یونہی گزرتے ہوئے میں نے اپنے کمرے کے بالمقابل موجود کمرے کے دروازے کا ہینڈل گھمایا تو وہ نہیں گھوما۔ میرا دماغ گھوم گیا۔

یعنی وہ فتنہ پرور یہاں موجود تھی جسے میں ننگے پاؤں ایک جہاں میں ڈھونڈ آیا بلکہ شیر کی کچھار تک سے ہو آیا تھا۔ جی تو چاہا دروازہ دھڑ دھڑا کے رکھ دوں مگر پھر جو نیچے وکیل صاحب ٹی وی پر مباحثہ سن رہے تھے، ان کے تفتیشی سوالوں کا جواب دینا پڑتا۔ سو اس وقت خون کے گھونٹ پینا ہی مناسب سمجھا۔

کمرے میں آیا تو میرا موبائل مسلسل بج رہا تھا۔

''گل......میں نے خوشگوار سی سانس بھرتے ہوئے خود کو بستر پر گرایا اور فون کان سے لگا لیا۔''

''کیا ہو رہا تھا، کیا کر رہے تھے، کہاں تھے؟ کب سے کال جا رہی ہے فون کیوں ریسیو نہیں کر رہے تھے''

اس نے جو تو اتر سے اگنی، پرتھوی میزائل داغنے شروع کیے تو میں ہڑبڑا گیا۔

''یہیں تھا، بس ذرا بزی تھا۔''

میں نے صفائی پیش کی۔

''بیڈروم میں بزی تھے؟''اس نے بے یقینی سے دہرایا اور پھر چیخی۔''خوش بخت کہاں ہے؟''

''وہ بھی بیڈروم میں ہے۔''میں نے روانی سے کہا۔

''آذر......''وہ اور زور سے چیخی تو میں ہنسا۔

''جیلس کیوں ہوتی ہو،فکرمت کرو،آج اس کا کانٹا صاف کردیا ہے میں نے۔''

''ہاؤ......قتل کرڈالا اسے؟''گل کی لرزتی آواز آئی۔

''ابا جی اجازت نہیں دیں گے ورنہ وہ بھی کر ہی ڈالتا،آج میں بہت غصے میں تھا۔''

میں نے اسے متاثر کرنے کی کوشش کی اور وہ ہو بھی گئی۔

''اچھا......ایسا کیا کردیا آج؟''

''نکال باہر کیا میں نے اسے روتی ہوئی ننگے پاؤں گئی ہے دوسرے کمرے میں۔اب جب دل ہی نہ ملیں تو اس ملاپ کا کیا فائدہ۔''میں نے لاپروائی سے کہا۔

''ارے واہ......یہ تو کمال کردیا تم نے آذر......''وہ بے حد خوش ہوئی۔

''بس جیسے اس کمرے سے نکالا ہے،ایسے ہی گھر سے بھی نکال پھینکو۔''

''وہ بے چاری کہاں جائے گی،یہیں کسی کونے میں رہنے کو جگہ دے دینا۔''

مجھے خیال آیا کہ اس کے ماں باپ نہیں تھے،وہ بھلا کہاں جاتی۔

''خبردار آذر......یہ میں طے کروں گی کہ اس کا کیا کرنا ہے۔تم بس اپنی طرف سے اسے فارغ کرو۔''وہ قطعی انداز میں بولی۔

اب اسے کیا بتاتا کہ مجھ سے پہلے وہ مجھے فارغ کر کے جا چکی تھی،مگر اپنی مردانگی کا وقار تو بلند رکھنا ہی تھا۔

''ہاں،ہاں تم فکرمت کرو،بس کچھ ہی دنوں کی بات ہے۔بس یہ ذرا ابا جی قابو میں آجائیں۔''

میں نے اسے حوصلہ دیا تو وہ فوراً ہی مکھن ملائی بن گئی۔

''بس اب تم سے جدائی سہی نہیں جاتی آذر! میں جلد از جلد اس گھر میں دلہن بن کے آنا چاہتی ہوں۔جب جب سوچتی ہوں کہ وہ کس قدر استحقاق سے تمہارے بیڈروم میں چلتی پھرتی ہوگی تو تن بدن میں آگ سی لگ جاتی ہے۔''

اب اسے کیا بتاتا جیسی حالت وہ ادھر ادھر چلتی پھرتی تھی میرا اپنا دل سینے میں چک پھیریاں کھاتا رہتا تھا۔

''چلو......خس کم جہاں پاک۔''

میں نے گل سے بات ختم کر کے موبائل ایک طرف ڈالا۔

’’خوامخواہ کی آزمائش ختم ہوئی۔‘‘

میں نے سونے کے لیے تکیے میں منہ گھسایا پھر دفعتاً ایک لمبی سانس کھینچی۔

’’یہ خوشبو......ایسی خوشبو خوش بخت کے بالوں سے آرہی تھی۔ مجھے اس کی چند لمحوں کی قربت یاد آئی تو ہاتھوں میں جیسے ریشم سرسرانے لگا۔‘‘

ہش......

میں نے تکیہ پرے کر کے اپنے تکیے پر سر رکھا۔

وہ اس کمرے میں آئی ہی اس مشن پر تھی، مجھے ہرانے، مجھے اپنے قدموں میں گرا ہوا دیکھنے۔

میں نے اپنے دل کو سختی سے باور کرایا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

☆☆☆

خوش بخت نے سامنے والا کمرہ کیا سنبھالا، میں تو شیر سے ببر شیر ہوگیا۔ گل رخ کو میں نے زیادہ سے زیادہ گھر میں آنے کی چھوٹ دے دی اور اس نے بھی ابا جی کو پٹانے میں اپنی جان لڑادی۔ کبھی ابا جی کے لیے دارچینی والی چائے بن رہی ہے تو کبھی پرہیزی سالن، کبھی ان کا پسندیدہ سبزیوں والا پیزا تو کبھی آلو یا میتھی والے پراٹھے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

ابا جی اس سے بے حد خوش تھے۔

’’بھئی مجھے نہیں پتا تھا میری بیٹی اس قدر سگھڑ ہے۔‘‘

وہ اس کی بنائی چیزوں کی دل کھول کر تعریف کرتے اور چکھ کے میری طرف بڑھا دیتے۔

اب خدا گواہ ہے کہ وہ پھیکے سیٹھے کھانے ابا کو تو پسند آتے ہوں مگر میرے تو حلق میں چھچھوندر بن کے اٹک جاتے تھے۔

پھر ابا جی تو خوش بخت کے پکائے کھانے سے انصاف کرتے اور گل کی کوکنگ میرے حصے آتی۔

اس کا دل رکھنے کو مجھے دل پہ کتنا جبر کرنا پڑتا تھا، یہ خدا ہی جانتا تھا۔

مجھے راہداری میں تنہا پاتے ہی وہ میرے قریب چلی گئی۔

’’آذر......جلدی کچھ کرونا، کالی سیاہ ہوجاؤ گی میں کچن کی ڈیوٹی دے دے کر۔‘‘ وہ رونے کو تھی۔

’’چلو اسی بہانے کچھ پکانا سیکھ جاؤ گی۔‘‘

میں نے پچکارا تو وہ رونا بھول کے غرائی۔

’’تمہارا کیا خیال ہے مجھے کھانا بنانا نہیں آتا؟‘‘

''بنا تو لیتی ہوں مگر اسے پکانا ایک آرٹ ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ خوش بخت کی ریسپیز پیز چوری کرلو، ابھی وقت ہے، پتہ ہے میں بھی اچھا کھانے کا شوقین ہوں۔''

''فکر مت کرو، تمہیں پریشانی تھی نا کہ خوش بخت کہاں جائے گی بے چاری، تو اسے ہم اپنے کچن میں کھانا پکانے کی نوکری دے دیں گے۔'' وہ ٹھٹھکا لگا کے ہنسی۔

مجھ سے تو اس کا ہر تعلق ہر رابطہ ختم ہوا مگر یہ معاملہ کیسے ختم ہوگا یہ سمجھ مین نہیں آرہا تھا۔

میں کئی دنوں سے الجھا ہوا تھا، خوش بخت نے ابا جی سے بھی کچھ نہ کہا تھا۔ وہی روٹین ورک، اسی طرح گھر کی دیکھ بھال، ابا جی کے نخرے اٹھانا، البتہ مجھے اس نے دودھ میں سے مکھی کی طرح باہر نکال دیا تھا۔

کبھی جو میری اس کی کانٹے دار لڑائی ہوتی تھی، وہ ختم ہوئی تو گھر میں ایک خاموشی چھا گئی۔ گل رخ کی آمد بھی اس خاموشی کو توڑ نہ پائی تھی۔

''افوہ...... تمہیں تو ہر بات سمجھانا پڑتی ہے بے وقوف؟'' گل بگڑی۔

اور پھر آگے ہو کے مجھے سمجھانے لگی کہ خوش بخت سے نجات کا بہترین طریقہ کیا ہے۔

☆☆☆

میرے کپڑوں اور الماری کا ستیاناس ہورہا تھا۔ کمرے میں ہر طرف دھول اڑ رہی تھی مگر کوئی پوچھنے بلکہ پونچھنے والا نہ تھا۔ خوش بخت کیا ادھر سے گئی میرے کمرے کی خوش بختی ہی ساتھ لے گئی۔ گل رخ سے دوبارہ صفائی کروائی مگر الرجی کی وجہ سے چھینکیں مارتی نکل بھگی۔

''اور یہ کپڑے تہہ کرنا، سمیٹنا تو بزرگوں کا کام ہے۔ میں نہیں کرسکتی۔''

''لو جی، یعنی اب ابا جی سے کراؤں الماری ٹھیک۔''

اور جب بات حد سے بڑھی اور میری برداشت سے باہر ہونے لگی تو شرم و حیا پر ڈھٹائی غالب آگئی۔ میں بازو سے جکڑ کر گھسیٹتا ہوا خوش بخت کو کمرے میں لے آیا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' وہ غصے سے چیخی۔

میں دروازہ لاک کر کے اطمینان سے پلٹا تو وہ ٹھٹکی اور بے یقینی سے مجھے دیکھا۔

''حالات چاہے کچھ بھی ہوں، کیسے بھی ہوں یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ تم میری بیوی ہو۔'' میں بولتے ہوئے اس کی طرف بڑھا اور وہ الٹے قدموں پیچھے کی طرف۔

''اور میں تمہارا شوہر، اس کمرے پر تمہارا بھی اتنا حق ہے جتنا کہ میرا۔ یہ الماری، یہ ڈریسنگ ٹیبل، یہ بیڈ شیٹ، یہ کارپٹ، یہ سب تمہارا بھی ہے۔'' وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے الماری سے جا لگی۔

جانے کیا سمجھ رہی تھی کہ اس کی رنگت بدلتی جا رہی تھی۔

''مم...... مجھے ہاتھ بھی مت لگانا۔'' اس کی پیشانی عرق آلود تھی۔

''میں نے ذرا سی بات کی اور تم کمرہ چھوڑ گئیں مگر ابھی اس کمرے پر سے تمہارا حق نہیں ختم ہوا اور نہ ہی مجھ پر سے۔''

میں اس کے بالکل سامنے تھا اور وہ میرے بے حد قریب۔ میری ہی مت ماری گئی تھی شاید۔

وہ تو کوئی ساحرہ تھی، بنا منتر پھونکے ہی قابو میں کیے لیتی تھی۔ میں بھی لفظ بھولنے لگا۔

خدا گواہ ہے کہ وہ مجھے کبھی بھی اس لحاظ سے اچھی نہ لگی تھی مگر، مجھے اب یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ صرف اسی کو یوں قریب پا کے مجھے کچھ کچھ کیوں ہونے لگتا تھا۔ ابھی صبح ہی تو گل رخ مجھ سے اتنا ہی نزدیک کھڑی تھی۔

''اپنی حد میں رہو آذر!'' اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔

''وہی تو تمہیں بتا رہا ہوں۔''

میں اس کی حالت سے محظوظ تو کیا ہوتا، مسلسل خود کو اس کے سحر سے نکالنے کے چکر میں تھا

''تمہیں میرا وجود گوارا نہیں تھا، اسی لیے میں چلی گئی یہاں سے۔ خالو جان سے میں کہہ دوں گی یہ شادی نہیں رہ سکتی۔''

''پھر بھی...... جب تک تم ان سے یہ سب نہیں کہتیں جو کہ تمہیں بہت پہلے کہنا چاہیے تھا یہ سب تمہارا ہے۔''

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''تو......'' اس نے خفیف سی پلکیں اٹھا کے مجھے دیکھا۔

یا خدا......

اتنے رنگ تھے ان آنکھوں میں۔ جی چاہا ان پلکوں کو چوم لوں مگر پھر میں اپنی خواہش پر ششدر رہ گیا۔ کتنا کمینہ ہو گیا تھا میں۔

چپڑی اور وہ بھی دو دو۔

یعنی ایک طرف تو گل رخ اور اب خوش بخت بھی۔

لاحول پڑھتے ہوئے میں نے دانستہ (بلکہ بمشکل) ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

''تو یہ محترمہ خوشی صاحبہ! کہ جب تک آپ کا یہ حق قائم ہے، یہ الماری آپ کو سیٹ کرنی ہے، بیڈ شیٹ تبدیل کرنی ہے، سارا پھیلاوا سمیٹنا ہے، اور ڈسٹنگ بھی کرنی ہے۔'' اس کے تاثرات بدلنے لگے۔

''کیا مطلب......''

''بیوی ہونا اتنا آسان نہیں ہوتا۔''میں نے اسے جتایا۔

''محبوبہ ہونا اس سے بھی مشکل ہوتا ہے۔ ذرا یہ سب گل رخ سے کراؤ تا کہ اسے بھی مستقبل کی بیوی بننے کی پریکٹس ہو۔''

وہ دفعتاً اپنے مخصوص طنزیہ لہجے میں بولی اور وہاں سے ہٹنے لگی۔

مگر میں نے اس کا ہاتھ جھٹک کر اسے پیچھے کیا اور خود دروازے کی طرف بڑھا۔

وہ وہیں کھڑی ناسمجھی کے عالم میں مجھے دیکھ رہی تھی۔

''اب یہ دروازہ تب ہی کھلے گا جب یہ کمرہ شیشے کی طرح چمک رہا ہوگا۔

میں نے کہا اور اس کے دروازے کی طرف لپکتے ہی دروازہ بند کر کے باہر سے لاک کر دیا۔

''ہیو اے گڈ ٹائم۔''

اونچی آواز میں کہتا چابی اچھال کے کیچ کرتا ہنستا ہوا میں نیچے اتر آیا۔ شام تک کمرہ آئینے کی طرح چمک رہا تھا۔

☆☆☆

گل رخ گھر جا چکی تھی۔ میں ابا جی کے کمرے کی طرف بڑھا مگر اس سے پہلے میں نے احتیاطاً خود پر چاروں قل اور آیت الکرسی پڑھ کر پھونک لی تھی۔

میں کھنکارا۔

''لاحول والا......''وہ کتاب بند کر کے ناگواری سے گویا ہوئے۔

''پورا گھر پڑا ہے یہ واحیات حرکت کہیں اور نہیں ہوسکتی؟''

''وہ ابا جی......آپ کو متوجہ کرنے کے لیے......''میں گڑبڑایا۔

''ہاں جی......بڑا اچھا طریقہ نکالا ہے باپ کو متوجہ کرنے کا۔ اوں ہوں ہوں۔''

انہوں نے طنز کا جوتا بھگو کر مارتے ہوئے آخر میں کھنکار کے میری نقل اتاری۔

لو جی اب میں جو تیاری کر کے آیا تھا، اس پہ تو ابا جی نے پہلے ہی رعب کی اینٹ رکھ دی تھی۔ میرا حوصلہ ٹوٹنے لگا۔

''ابا جی! آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ مجھے۔''

''اچھا جی......''پھر وہی طنزیہ انداز۔

مجھے شک ہوا، یا تو ابا جی پچھلے جنم میں میری بیوی رہ چکے تھے یا رقیب روسیاہ۔

''ابا جی! خوش بختی سے میری شادی سراسر آپ کی خواہش تھی۔ میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ

ہم دنوں کے مزاج، خیالات کچھ بھی میل نہیں کھاتا، مگر آپ نے توجہ نہیں دی اور آپ کی اسی ضد اور ''یہ شادی ہوکر رہے گی'' کے نعرے کی وجہ سے آج میرا گھر ٹوٹ رہا ہے ابا جی!''

میں نے بے حد جذباتیت بھری اداکاری کے جوہر دکھائے۔

ابا جی کے چہرے پر پہلے حیرت اور پھر غصہ چمکا۔

''اس میں بھی تمہارا ہی قصور ہوگا الو کے پٹھے۔تم ہی راضی نہیں تھے۔''

''بس، بس ٹھیک ہے، آپ تو ہیں ہی اس کے۔ میں ہی بے وقوف ہوں جو آپ کو اپنا سمجھ کے اپنا دکھ سنانے آ گیا ہوں۔''

میں ناراضی سے گویا ہوا، تب کہیں جا کے وہ مدھم پڑے۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''خوش بخت دل سے اس شادی پہ رضامند نہیں تھی۔''

''اس کی عقل مندی کا تو میں شروع سے معترف ہوں۔'' انہوں نے سر دھنا۔

''ابا جی۔'' میں بے چارگی کی تصویر بن گیا۔

''اچھا......آگے بولو۔''

''وہ مجھے پسند نہیں کرتی۔''

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

''تو پھر داد دو اس کے حوصلے کی۔'' ان کی زبان پھر پھسلی۔

''وہ صاف لفظوں میں کہہ رہی ہے کہ یہ شادی نہیں رہ سکتی۔''

میں نے اپنی کہانی جاری رکھی۔

''تم بتاؤ برخوردار! تم کیا کہتے ہو؟'' انہوں نے بغور مجھے جانچا۔

''مم......میں......میں اب کیا کہوں گا؟ مگر مسئلہ تو اس کا ہے۔ میرا کمرہ چھوڑ کے وہ سامنے والے کمرے میں شفٹ ہوگئی ہے۔ میرا خیال ہے ابا جی! میرا خیال ہے کہ وہ......''

''کیا وہ وہ......کیا خیال ہے تمہارا ذرا میں بھی تو سنوں۔'' ابا جی کی بڑھک میرے تمام خیالات کو بھک سے اڑانے لگی تو میں نے لپک جھپک کر جلدی سے ایک خیال کو ہی تھام لیا۔

''وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔''

''آذر......'' ابا جی کی آواز میں ناگواری تھی۔

''وہ جو لڑکی اس سے پڑھنے آتی ہے اس کا ماموں......آرمی میں میجر ہے شاید''

میں نے پوری کہانی بیان بھی نہ کی تھی کہ ابا جی کے ہاتھ میں موجود کتاب اڑتی ہوئی آ کر میرے

شانے سے ٹکرائی۔ میں لڑکھڑا کے پیچھے ہٹا۔

''فضول بکواس کرتے ہو۔ وہ......وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے یا تم اپنی پسند پر اس کی پسند کا پردہ ڈال رہے ہو۔''

''ابا جی......میں......میں......''

میرے حواس ابا جی کے غصے کو دیکھ کر منمنانے لگے۔

''میں میں مت کرو آذر! بے غیرتی کی انتہا ہے۔ اپنی پاک دامن بیوی پر اس طرح کے الزام لگاتے شرم نہ آئی تمہیں۔ کیا میں نہیں دیکھ رہا اس گھر میں کیا تماشہ چل رہا ہے۔ اگر چپ ہوں تو اس کی دی ہوئی قسموں کی وجہ سے۔ ورگرنہ ابھی تک سیدھا کر دیا ہوتا تمہیں میں نے۔ غضب خدا کا، ہیرے جیسے لڑکی اس نکھٹو، نالائق کے پلے باندھ دی میں نے۔ ڈل ڈر رہا ہے، اس کے ماں باپ اور خالہ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔''

وہ متاسفانہ ہاتھ مل رہے تھے اور میرے رونگھٹے کھڑے ہو رہے تھے کہ ابا جی میرے اور گل رخ کے افیئر سے واقف تھے۔

''اس میجر کا رشتہ آیا تھا مگر جانتے ہو اس جھلی نے تمہیں فوقیت دی، مگر وہ نہیں جانتی تھی کاٹھ کے الو ہو تم۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے، شکل نہ دکھانا مجھے اپنی میں نے تو اس سے کہا بھی تھا کہ ایک بار پھر سے سوچ لے مگر اسے اپنی خالہ کی خواہش کا پاس تھا یا پھر اپنے دل کی۔'' وہ دکھ میں گھرے ہوئے تھے۔

''دفع ہو جاؤ، ان ہی لالچی لوگوں کے پاس جو نہ پہلے ہمارے سگے ہوئے اور نہ اب ہونگے۔''

وہ غصے میں پھر سے مجھ پر برسے تو میں نے وہاں سے دوڑ لگانے میں ایک لمحہ نہ لگایا۔

دل کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی، جذبات و احساسات پر بے حسی طاری تھی۔ میں کچھ بھی سوچنا نہیں چاہ رہا تھا۔ شرم کی بات تھی گل رخ کی پڑھائی پٹی ابا جی کو سنا کر میں نے شرم ہی کمائی تھی بلکہ لعنت و ملامت۔

☆☆☆

چچا جان کے گھر کا دروازہ کھلا تھا۔ میں تھکے ہارے قدموں آج پہلی بار ناک کیے بغیر اندر داخل ہو گیا۔

مگر راہداری کے سرے پر ہی ٹھٹک گیا۔

وہ گل رخ ہی تھی، میری گل مگر کس قدر پرائی لگ رہی تھی۔

''مجھ سے جی بھر خدمتیں کروا کروا کے بہو بنا لیا اس یتیم مسکین کو۔ تایا جان نے کبھی سگوں جیسا سلوک تو کیا ہی نہیں ہم سے اور یہ آذر......الو کا پٹھا......ٹخنوں میں عقل ہے اس شخص کے۔ شادی بھی کرالی

زبردستی کی اور پراپرٹی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ صاف کہا ہے تایا جان نے فون پہ۔ عاق کر دیا ہے اسے۔ ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ دیں گے۔''

وہ سخت غصے بلکہ جلال میں تھی۔

''تو تم کیوں دماغ خراب کرتی ہو اپنا، دفع کرو دنیا کا آخری آدمی تھا کیا، وہ نفٹا ہی رہ گیا ہے میری ہیرا بیٹی کے لیے۔'' یہ چچی جان تھیں۔

میرے منہ پہ مجھے بیٹا بیٹا کہتے ان کی زبان نہ تھکی تھی اور ابھی اگر بیٹی کو جلال آرہا تھا تو ماں بھی غصے میں جلال الدین اکبر لگ رہی تھیں۔

میرا دل دکھا۔

یقیناً یہ میرے اکلوتے ابا جی کے فون ہی کی کارستانی تھی انہوں نے مجھ سے پہلے میرے افسانے یہاں پہنچا دیے تھے یعنی میرے عاق شدہ ہونے کی تازہ ترین رپورٹ یوں پہنچائی تھی جیسے کسی لڑکی کے طلاق شدہ ہونے کی۔

کچھ بھی تھا، خدا نے ان لوگوں کی اصلیت و حقیقت میرے منہ پر جوتے کی صورت دے ماری تھی۔

''اب بس بھی کرو تم دونوں، میں نے تو پہلے ہی کہا تھا ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔ پہلے حصے کی مد میں بھائی جان سے ساڑھے پانچ لاکھ زائد لے چکا تھا، اب وہ کہاں قابو آنے والے تھے۔'' چچا جان کی ابھرنے والی آواز نے لمحہ بھر کو مجھے منجمد کر دیا۔

visit for more novels: urdunovelbank.com

جی تو چاہا ان کے سامنے جاؤں اور لعنت ملامت کروں۔

مگر جو خود لعنت و ملامت کے قابل ہو رہا ہو وہ کسی اور کو کیا احتساب کے کٹہرے میں کھینچے گا۔

مردہ قدموں سے میں وہاں سے لوٹ آیا، کبھی وہاں نہ لوٹنے کے لیے۔

☆☆☆

گھر میں ایسی خاموشی پھیلی تھی جیسی اماں کے موت کے وقت تھی۔ ابا جی تو یوں بھی مجھ سے خفا تھے، میں نے ان کی لاڈلی پر کیچڑ جو اچھالنے کی حماقت کی تھی اور ان کی لاڈلی......

وہ تو جیسے بھول ہی گئی تھی کہ اس گھر میں کوئی آذر رحمٰن بھی رہتا ہے۔

''سوری ابا جی......'' ہمت کر کے میں نے پہلا قدم اٹھایا تو معذرت کے در پہ جا کھڑا ہوا۔

''ہیں......'' انہوں نے کتاب پڑھتے ہوئے عینک کے اوپر سے مجھے گھورا۔

''ابا جی......سوری......میں واقعی غلطی پر تھا۔ خوش بخت ویسی ہے جیسی آپ سوچتے ہیں۔''

میں پھر اس کی تعریف میں ڈنڈی مار گیا مگر ابا جی چوکنے والے نہیں تھے۔

''اوئے الو دے پتر۔ سیدھی طرح کہہ نا کہ شرمندہ ہے اپنے کہے پر اور معافی مانگنا چاہتا ہے خوش بخت سے۔''

''لو جی......کر لو گل......اب یہ میں نے کب کہا؟'' میں چکرا گیا۔

ایک تو یہ ابا جی بھی نا، اپنی من مرضی کے مطلب نکالنے انہیں خوب آتے تھے۔

مجھے شش و پنج میں مبتلا دیکھ کر جیسے مجھ پر بڑھاوا دینے لگے۔

''ہاں، ہاں، کہو کہ تم بہت شرمندہ ہو، اس کا سامنا نہیں کر سکتے مگر مجھے معلوم ہے وہ بہت اچھی لڑکی ہے، بہت نرم دل۔ ایک بار کہنے پر ہی تمہیں معاف کر دے گی۔''

''ابا جی! میں آپ سے سوری کرنے آیا تھا۔''

میں نے کھنکھارتے ہوئے انہیں یاد دلایا تو انہوں نے مجھے گھورا۔

''کیا مطلب......''

''مطلب کہ ابھی تو فی الحال آپ سے معذرت کرنا تھی۔'' میں نے فوراً مسکین لہجہ اپنایا تو وہ بھی رکھائی پر اتر آئے۔

''برخوردار، فی الحال میں معاف کرنے کے موڈ میں نہیں۔ ہاں اگر خوشی کہے گی تو ہو سکتا ہے۔''

میں ابا جی کے پاس سے بھی بے نیل و مرام لوٹا۔

خوش بخت تو آج کل بلند بخت بنی ہوئی تھی۔ ہاتھ ہی نہ آتی تھی۔ ناشتا کھانا خاموشی سے میرے آگے رکھتی مگر مجھ سے ایک بھی لفظ نہ بولنے کے روادار۔

میرے کمرے کو جب سے اس نے چھوڑا تھا، تب سے دوبارہ وہاں نہیں آئی تھی اور اس کی گواہی میرے بستر کی میلی چادر اور الماری سے ابلتے کپڑے دے رہے تھے۔

اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اس کا وجود اس گھر کے لیے کیا تھا ایک سکون، ایک پاکیزگی اور شاید پیار بھی۔

وہ پیار جو وہ مجھ سے اور ابا سے کرتی تھی۔ اب دیکھیں نا، وہ اس گھر کی نوکرانی تو نہیں تھی نا کہ تنخواہ لی اور بدلے میں کام کر دیا۔ وہ تو بڑے مان اور استحقاق کے ساتھ یہاں رہتی اور ہم سب کو سمیٹے رکھتی تھی۔

اور وہ گل رخ......آخ......میرا منہ کڑوا ہونے لگا۔

پیسے کے پچاری لوگ......رشتوں کو روپوں میں تولنے والے۔ مجھے خوش بخت کے متعلق سوچتے یک گونہ سکون اور واقعی خوشی کا احساس ہو رہا تھا کہ وہ میری بیوی ہے اور میری زندگی میں شامل ہے۔

اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھ بے وقوف کو گل رخ کی چال کا شکار بننے سے بچالیا۔

مگر اب مسئلہ تھا اس گھر کی خوشیاں واپس لانے کا اور وہ صرف خوش بخت ہی کے دم سے تھیں۔ ابا جی بھی الٹی میٹم دے چکے تھے کہ خوش بخت کا راضی ہونا ان کی رضامندی ہے۔ کوئی حل......کوئی راستہ......

میں سوچ سوچ کے تھک گیا کہ کس طرح خوش بخت کے سامنے سرنگوں نہ ہونا پڑے اور وہ راضی ہو جائے۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا کہ اگر اسے گل رخ کی اصلیت پتہ چل گئی تو وہ شاید ساری عمر یہی بات میرے منہ پر مارتی رہے گی۔

نئی آنے والی ساری فلمیں کیبل پر دیکھ دیکھ کر ہیرو سے بیوی کو منانے کے طریقے سیکھتا رہا مگر کام کچھ بنتا نہ لگ رہا تھا۔ وہ تو جب میں نے آفس جانے کے لیے الماری کا پٹ کھولا تو جلدی میں تھا مگر اندر موجود الٹے سیدھے ٹھونسے گئے کپڑوں کو شاید مجھ سے زیادہ جلدی تھی وہ سب ابل کر مجھ پر آرہے۔

''افوہ......'' میں نے ان سب کپڑوں کو گود میں اٹھا کر بستر پر پھینکا تو ہاتھ میں پکڑی جرابیں بھی ساتھ ہی اس ڈھیر میں کھو گئیں......رومال کو کیا خاک تلاشتا میں۔

میرا پارہ ہائی ہونے لگا۔

یعنی کہ حد ہو گئی تھی، شادی شدہ ہو کر بھی میں کیسی مسکینوں والی زندگی گزار رہا تھا۔

''خوش بخت......خوش بخت۔''

دروازے میں کھڑے ہو کر میں نے بلند آواز میں اسے پکارا۔ مجھے کون سا کسی کا ڈر پڑا تھا۔

''کیا ہے؟'' سیڑھیوں کے کونے پر اس کی خفا خفا سی شکل نظر آئی۔

''اوپر آؤ ذرا۔''

''میں کچن دیکھ رہی ہوں۔'' اس نے رکھائی سے کہا۔

''اوپر آؤ، یہاں بھی تمہارے دیکھنے کو بہت کچھ پڑا ہے۔''

میں نے غصے کو تھپکتے ہوئے طنزاً کہا تو وہ لحظہ بھر کچھ سوچنے کے بعد سیڑھیاں آئی۔

''اندر آؤ......میں کمرے میں گھسا وہ دہلیز پہ رکی۔''

''یہیں بتادیں جو بتانا ہے۔''

ایک تو آفس سے دیر ہو رہی تھی، اوپر سے اس کے نخرے۔ میں پلٹا اور اسے کلائی سے تھام کے تقریباً کھینچتا ہوا اندر لے آیا۔

''آذر......'' وہ خفا ہوئی

''اتنے نخرے کیوں دکھا رہی ہو، رومینس کرنے نہیں لایا ہوں میں تمہیں۔ کمرے کا حال دیکھو ذرا۔

اب چاہے ناراض ہومگر ہوتو میری بیوی نا! ٹھیک کرو اس کی حالت۔''

اس سے بڑھ کر میں ُنے رعب جمایا تو وہ پوری آنکھیں کھول کے مجھے دیکھ کے رہ گئی۔

''کیا بات ہے، سمجھ میں نہیں آیا؟ فرنچ میں بات کر رہا ہوں میں۔'' اس کی خاموشی نے مجھے شوہرانہ رعب جمانے کا حوصلہ بخشا۔ تب اس نے تقریباً ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑائی اور دانت پیستے ہوئے بولی۔

''بیوی ہوں نوکرانی نہیں، جو ہر بری بھلی کے بعد بھی منہ اٹھا کے کام پہ چلی آؤں گی۔''

''اوہو......واہ......''

مجھے اس کے تیکھے انداز نے مزہ دیا۔ میرے یوں چٹخارہ بھرنے پر وہ اور غصے میں آئی۔

''میرا اس نوکری کا کوئی موڈ نہیں ہے۔ سمجھے۔'' غصے کے عالم میں وہ تو تڑاخ پر اتر آئی۔

یعنی اب مجھے محتاط ہو جانا چاہیے تھا۔ مجھے چٹکیوں میں اڑانے والی پہلے والی خوش بخت لوٹ رہی تھی۔

''یہ تمہارا فرض بنتا ہے۔'' میں نے مزے سے کہا۔

''میرے ساتھ حقوق و فرائض کی بات مت کرنا۔'' وہ پھنکاری۔

اب جیسی فضول باتیں میں اس سے کر چکا تھا، اگر وہ میرا شوہر ہوتی تو اس رات ایک تھپڑ تو مجھے ضرور ہی مار چکی ہوتی۔ یہ سب (یعنی دانت پیسنا، تلملانا اور پھنکارنا وغیرہ) تو اس کا اب شرعی حق ہو گیا تھا۔

''دیکھو......'' میں نے مصالحانہ انداز اپنانے کی کوشش کی مگر اس نے میری مصالحت پر رولا پھیرتے ہوئے میری بات کاٹی۔

''دیکھ رہی ہوں میں اتنے ماہ سے پتہ نہیں کیا سوچ کے شادی کر لی تم سے۔''

اس کی بات پر میں فطری طور پر تلملایا۔

''کیوں......تمہارے نزدیک میرے اندر کوئی خوبی نہیں؟''

اس نے اپنی فارم میں آتے ہوئے طنزاً مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا اور اسی انداز میں بولی۔

''جواب محفوظ ہے۔''

اف......

میرا حوصلہ تو یوں بھی کمال کا نہ تھا، فوراً مٹھیاں بھینچ لیں۔

''اور تم......تم کیا سمجھتی ہو، تم میں بڑی اعلا و ارفع خوبیاں پائی جاتی ہیں اور میں نے سر کے بل کھڑے ہو کے ہاں کی تھی۔ اگر تم ایسا سمجھتی ہو تو......سراسر ٹھیک سمجھتی ہو۔''

آخر میں بے بسی سے کہتا ڈھیلا پڑ گیا تھا تو وہ پھر سے متحیر سے پوری آنکھیں کھولے (وہی شوہر کو قابو کرنے کی خوبصورت ادائیں) مجھے دیکھنے لگی جی تو نجانے کیا کیا چاہا مگر فی الحال مجھے پتہ تھا کہ اس جی کی کوئی بات نہیں ماننا جب تک ہیڈ کوارٹر سے معافی کے آڈر نہیں مل جاتے۔

''جھوٹ......جھوٹ مت بولو آذر!''

وہ مدھم پڑی تھی، میرے افیئر سے کون سی ناواقف تھی وہ۔

''بے وقوف ہوں جو جھوٹ بولوں گا۔''میں نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اس سے مجھے انداہ ہوا کہ وہ بھی کافی عقل مند تھی۔

''اور وہ جو تم دندناتے ہوئے آئے تھے شادی سے انکار کرنے میرے پاس۔''وہ شاید مارے خوشی کے حواس کام نہیں کر رہے تھے تمہارے۔

وہ استہزاء سے کہتی مجھے یاد دلا رہی تھی۔

اب مجھے اللہ پاک کی مصلحت سمجھ نہیں آتی کہ بعض معاملات میں اس نے عورتوں (خاص طور پر بیوی) کی یادداشت اتنی اچھی کیوں بنائی ہے۔ خصوصاً شوہر کی کہی غلط سلط باتیں یاد رکھنے کے لیے۔

''وہ تو اس لیے کہ شاید تم اپنے دل کی بات بتا دو مگر نہ جی......تم نے تو ساری کتابیں پڑھ رکھی ہیں۔ میں نے ایک کہی تو تم نے دو۔ جس طرح تختہ دار پر چڑھنے والے انداز میں تم نے شادی کی تھی، میری مردانہ انا گوارا نہیں کر سکتی تھی۔''

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

میں نے سارا ملبہ اسی پہ ڈال دیا۔

''ہنہ......بے وقوف نہیں ہوں میں۔ جانتی ہو آج کل تمہیں ایک عدد کام والی کی سخت ضرورت ہے۔''

اس نے میرے اوندھے سیدھے ہوتے کمرے کی طرف اشارہ کیا تو میں نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں جکڑ لیا۔

''جس طرح کی فضول باتیں تم نے کہی تھیں، وہ میری زنانہ انا بھی گوارا نہیں کرتی آذر رحمٰن!''

اس کی پلکیں بھیگنے لگیں اور آنسو تو بے بسی کی علامت ہوا کرتے ہیں ناہار کی۔

ہے تو بڑی کمینی سی بات مگر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

''وہی تو......''میں نے اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے اسے خود سے تھوڑا قریب کیا اور معصومیت سے بولا۔

''اب اگر میں یہ سب تم سے کہہ رہا ہوں تو اس لیے نہیں کہ میں کام والی افورڈ نہیں کر سکتا مگر اتنے

کام کی کام والی مجھے کہاں سے ملے گی۔''

''کیوں......وہ کولی فلاور (گوبھی کا پھول) کہاں گیا؟''اس نے سیدھے سبھاؤ اب میری زندگی کے سب سے ویک پوائنٹ یعنی گل رخ کی طرف اشارہ کیا۔

مجھے لگا جیسے میری رنگت بدلی ہو مگر وہ مرد خصوصاً شوہر ہی کیا جو اپنی غلطی مان لے۔ بھئی اگر یہ لڑکیاں مردوں کو دھوکے نہ دیں تو انہیں اپنی نیک خصلت بیویوں کی قدر کیسے معلوم ہو۔ واہ......کیا سونے میں تولنے والی بات کی ہے میں نے۔ اپنی سوچ پر میں خود ہی جھوما پھر شوخی سے بولا۔

''وہ تو کسی اور کے لنچ یا ڈنر میں کام آئے گی۔''

''اس کے ساتھ افیئر چلا کے تھک گئے ہو۔''اس نے پہلی پہلی اس قربت کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا حالانکہ اس کے وجود سے اٹھتی پرفیوم کی دلکش سے خوشبو میرے حواس پر سوار ہو رہی تھی۔

میں نے اسے دھکیل کے الماری سے لگا دیا تو اس نے فی الفور اپنے شانوں پر دھرے میرے ہاتھوں کو جھٹک دیا۔

''اصول کی بات ہے، میری شادی سے پہلے والی زندگی پر تمہارا کوئی حق نہیں اور نہ میری ان باتوں پر تم گرفت کر سکتی ہو۔''

میں نے اطمینان سے اپنا اصولی موقف بیان کیا تو وہ چیخی۔

''اندھی بہری نہیں ہوں میں شادی کی پہلی رات سے لے کر اب تک دیکھتی رہی اور سنتی رہی ہوں سب کچھ۔''

''تو کیا اب ہاتھ جوڑ کے معافی مانگوں تم سے۔''اب کی بار واقعی مجھے بھی غصہ آ گیا تھا۔ بھئی کیا تھی آخر وہ......بس اللہ نے تھوڑی سی شکل ہی اچھی دی تھی اس پر اتراتی نہیں تھکتی تھی۔ حد ہو گئی یعنی کہ۔

''مانگو گے بھی تو نہیں دوں گی۔''

وہ بھی میرے ہی انداز میں بولی تو میں نے دروازے کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے دوسرے لفظوں میں اسے گیٹ آؤٹ ہو جانے کو کہا اور وہ کہاں شرمندہ ہونے والوں میں سے تھی، بڑے فاتحانہ انداز میں کمرے سے گئی اور میں الماری پر مکا مار کے رہ گیا یہ الگ بات تھی کہ پھر رات تک ہاتھ سے ٹیسیں اٹھتی رہیں۔ ذہن کا ابال کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

''حد ہو گئی، شوہر حضرات بیویوں کی نظر بچا کے تو کیا کھلے عام بھی تین چار چکر چلائے رکھتے تھے

اور بیویوں کی کیا مجال تھی جو ذرا ٹیڑھی نظر سے دیکھ بھی لیتیں اور ایک یہ ٹیڑھی کھیر اور ٹیڑھی پسلی جو میرے نصیب میں لکھی گئی تھی۔''

ساری رات میں سرد آہیں بھر بھر کے سردی کی شدت میں مزید اضافہ کرتا رہا۔

☆☆☆

میں اپنے ہی گھر میں خود کو اجنبی سا محسوس کرنے لگا تھا۔ گو اس روز کے بعد میرے آفس سے آنے سے پہلے پہلے وہ نا صرف کمرے کی صفائی کر دیتی بلکہ میرے کپڑے تہہ کر کے الماری میں ترتیب سے رکھتی اور جن کی ضرورت ہوتی وہ پریس کر کے لٹکا دیتی۔

نہ ابا مجھ سے بات کرتے تھے اور نہ وہ...... ہاں ایک دوسرے کے ساتھ وہ خود جملے بازی کرتے، قصے سناتے اور میں سر جھکائے کھانا کھاتے کڑھتا رہتا ابا جی بھی اللہ معاف کرے بڑے ہی غدار نکلے تھے۔ اماں کے مرنے کے بعد اکلوتے بیٹے کا دکھ نہ بٹایا، بہو کی ناز برداریاں خوب کریں۔

''اماں...... میری پیاری اماں...... ابا کو تو ضرور ہی چھوڑتیں مگر مجھے چھوڑ کر جانے کی کیا ضرورت تھی۔''

مانا کہ میں نے گل رخ سے افیئر چلا کے غلطی کی تھی مگر وہی توجہ جو اس نے مجھے دی تھی مجھے گھر سے ملی ہوتی تو پھر میرا پہلا افیئر خوش بخت ہی کے ساتھ ہو جاتا۔ اب یہ تو کوئی عقل مند ہو تو سمجھے۔

دن گزرتے جا رہے تھے مگر سردیوں کی طویل اکیلی راتیں...... لیکن اب میں مزید جھکنے کو تیار نہیں تھا جو ہو گا دیکھا جائے گا، کب تک ایسے زندگی گزارے گی۔ میرے پاس تو ابھی تین چانس اور ہیں دیکھنا تڑپتی رہے گی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

میری سوچیں بہت منافقانہ ہو رہی تھیں مگر چین کہیں نہ تھا۔

☆☆☆

چلو کہ جشن بہار دیکھیں
چلو کہ پھولوں کے ساتھ کھیلیں
چلو کہ خیام کی رباعی کا
کوئی مصرعہ ہی گنگنائیں
کہ اس زمیں پر
بجز محبت

کوئی بھی جذبہ امر نہیں ہے
مگر کسی کو خبر نہیں ہے

حیران ہوگئے نا آپ بھی...... کہ میرا ذوق اتنا اعلیٰ کب سے ہوگیا۔ جی جناب! میں تو پہلے ہی کہتا تھا گھنی، میسنی......اندر ہی اندر مجھ پر مرنے والی اور اوپر اوپر سے نخرے دکھانے والی۔ ویلنٹائن ڈے پر سرخ گلابوں کے گلدستے کے ساتھ میرے تکیے کے بالکل پاس رکھے خوبصورت کارڈ پر سجے یہ الفاظ اس کی ہار کا واضح ثبوت ہیں اور سب سے خوبصورت الفاظ تو بالکل آخر میں لکھے گئے ہیں جو میں نے ابھی آپ سے شیئر نہیں کیے، جی ہاں۔

''آپ کی فرمانبردار اور محبت کرنے والی بیوی خوش بخت۔''

میرے دل میں تو محبت کا ایک دریا بلکہ سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ میں جمپ لگا کے بستر سے اترا اور فریش ہونے واش روم میں گھس گیا۔ یہ موقع میں کسی صورت کھونا نہیں چاہتا تھا۔

☆☆☆

''آذر رحمٰن......تم نے میرے دل کو جس طرح آزار پہنچایا ہے میں کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔تم گل رخ میں انٹرسٹڈ تھے اس کے باوجود میرے دل کے مکین بنے رہے کہ دل پہ تو کسی کا زور نہیں چلتا نا مگر جو الفاظ تم نے مجھے کہے، وہ میں کبھی نہیں بھول سکتی۔''

میں نے خود کو بارہا سمجھایا، دل کو بہلایا تھا۔ ذرا پچھتانے دو صاحب کو اچھی طرح۔ اگر کسی طرح پلٹے ہی ہیں میری طرف تو کوئی آفر تو دیں۔ یہ کیا کلائی پکڑی اور گھسیٹ کے لے گئے۔

یہ سچ ہے کہ ہم سے خستہ تن
دکھوں کی دھوپ میں سایہ نہیں بنتے
ہماری مسکراہٹ میں ہمیشہ زہر ہوتا ہے
ہمارے لب ہمیشہ طنز کے تیر چلاتے ہیں
مگر ہم اپنے پیاروں کو
کبھی جب بے خودی میں
کوئی ایسی بات کہتے ہیں
کہ وہ افسردہ ہوکر رو پڑیں

تو سن لو ہم بھی

چین سے سویا نہیں کرتے

تمہارا اور صرف تمہارا پشیمان شوہر

ڈائننگ پہ ناشتہ لگاتے ہوئے وہاں رکھے سرخ گلابوں کا گلدستہ اور دلکش تحریر سے سجا کارڈ اٹھاتے مجھے پل بھر کو بھی دھیان نہ آیا تھا کہ یہ آذر کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے۔

بھاڑ میں جائے سارا غصہ، سارے بدلے۔ ساری عمر پڑی یہ لڑائیاں لڑنے کو۔ بعد میں فرصت سے پوچھوں گی سب۔

میرا دل جھوم اٹھا۔

آج ویلنٹائن ڈے ہے۔ ابا جی کے کمرے سے نکلنے سے پہلے ہی میں اوپر اپنے کمرے کی طرف دوڑی تھی۔ بھئی آج اگر ملنا ہی تھا تو ذرا حلیہ تو ڈھنگ کا ہونا چاہیے نا۔ کیا سمجھے۔

☆☆☆

''خدا کسی کو اکلوتی اولاد نہ دے۔ بھئی بڑا ذلیل و خوار کرتی ہے بندے کو۔ چار بچے ہوں، بندہ کسی کو کہنے جوگا تو ہو کہ یہ دو اگر برے ہیں تو دو اچھے بھی ہیں مگر میرے پاس تو بس ایک ہی بے وقوف اولاد ہے، آذر رحمن...... اپنی طرف سے تو وہ بہت ہوشیار اور ذہین بننے کی کوشش کرتا ہے مگر اسے یہ نہیں معلوم کہ جتنی بھی کوشش کرلے، ابا جی تو میں ہی رہوں گا۔ اتنی نیک خصلت لڑکی سے بیاہا مگر اسے بھی ہاتھوں سے گنوار ہا تھا گدھا۔ مگر وہ باپ ہی کیا جو اپنے بچے کی زندگی کے سکھ اور آرام کا خیال نہ کرے۔ دنوں میں پٹڑی پہ لے آیا ہوں صاحبزادے کو۔ اب پتہ چلا ہے اسے اچھی بیوی صرف خوش بخت ہی ہوسکتی ہے گل رخ نہیں مگر پھر خوش بخت بھی اینٹھ گئی۔ بھئی انا تو سب ہی میں ہوتی ہے تھوڑی بہت۔''

گھر کا ماحول دیکھ رہے تھے نا آپ بھی۔ کس قدر ویران اور کبھی مصنوعی قہقہوں سے گونجا۔

پھر کیا ہوا......؟

بھئی پھر یہ ہوا کہ ایک ویلنٹائن کا کارڈ بیوی کو ملا اور ایک شوہر کو۔ ساتھ میں سرخ پھولوں کے گلدستے۔

ہاہا......اور ابھی باہر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آرہی ہے۔ وہ دونوں آج لنچ ہوٹل میں کریں گے جہاں میں نے تحفتاً ان کے لیے دو سیٹیں ریزرو کروا رکھی تھیں۔ آج ان دونوں کے چہروں پر حقیقی زندگی

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اور اصل خوشی دیکھ کر میں بے حد خوش اور مطمئن ہوں۔

اوہو..... آپ لوگ ابھی تک وہیں اٹکے ہوئے ہیں۔ یعنی مجھے ان کارڈز اور پھولوں کے متعلق کس نے بتایا؟

آہم ..... بھئی کبھی کبھی بچوں کے درمیان بڑوں کو پل بن جانا چاہیے ایسی چھوٹی موٹی بے ایمانیوں کا بڑا ثواب ملتا ہے۔ بس اب ایک ہی فکر ہے کہ وہ دونوں بے وقوف ایک دوسرے سے پھولوں اور کارڈز کا ذکر نہ کریں۔ بھئی لکھائی سے تو میں پکڑا ہی جاؤں گا نا! کیا سمجھے؟؟ ان ننھے چوزوں کو سمجھانا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، اسی لیے تو میں کہتا تھا جناب! کہ یہ شادی ہو کر رہے گی!!!!

☆☆☆ ختم شدہ ☆☆☆